www.KitaboSunnat.com

نماز باجماعت

تالیف

فضیلة الدکتور. العلامة الشیخ صالح بن غانم السدلان
استاذ دراسات اسلامیہ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ الریاض

ترجمہ وتقدیم

مختار احمد ندوی

ناشر الدار السلفیہ، ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

صلاۃ الجماعۃ حکمہا واحکامہا

ومایقع فیہامن بدع واخطاء

کااردوترجمہ

نمازباجماعت

اوراس کے شرعی احکام

اور اس میں ہونے والی بدعات اور غلطیوں پر تنبیہ

تالیف

فضیلۃ الدکتور صالح بن غانم السدلان

استاذ کلیۃ الشریعۃ قسم الفقہ الریاض

ترجمہ

مختاراحمدالندوی

ناشر

الدارالسلفیہ

ممبئی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

سلسلہ مطبوعات الدار السّلفیہ نمبر ۱۵۱

نام کتاب	:	نماز باجماعت
تالیف	:	شیخ صالح بن غانم السدلان
ترجمہ و تقدیم	:	مختار احمد ندوی
طباعت	:	بھاوے پرائیویٹ لیمیٹیڈ ممبئی
ناشر	:	الدار السّلفیہ
تاریخ اشاعت	:	اگست ۱۹۹۹ء

ملنے کے پتے

دار المعارف

دہلی

۲۶۸۴/بی گلی مسجد کالے خان،
کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۲
فون: ۳۲۷۷۲۵۳

ممبئی

۱۳، محمد علی بلڈنگ، محمد علی روڈ،
بھنڈی بازار، ممبئی۔ ۳
فون: ۳۷۱۶۲۸۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب کے مؤلف، شخصیت اور خدمات

زیر نظر کتاب
کے مؤلف علامہ الدکتور
صالح بن غانم عبداللہ السدلان ہیں،
آپ بریدہ القصیم مملکت سعودیہ عربیہ میں ۱۳۶۲ھ
میں پیدا ہوئے۔ اپنی علمی زندگی آپ نے والد محترم کی صحبت میں
قرآن مجید کے حفظ کے ساتھ شروع کی، وہی آپ کے پہلے
شیخ اور معلم تھے انہیں سے آپ نے عقیدہ،
علم الفرائض، اور فن حدیث اور
نحو کی تعلیم پائی اس
کے بعد
آپ مدرسہ تحفیظ القرآن الکریم ریاض میں داخل ہوئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

صفحات	عناوین
۱۱	عرض ناشر
۱۵	مقدمۃ الکتاب
۲۱	نماز کا لغوی و شرعی معنی
۲۱	نماز کا لغوی معنی
۲۱	نماز کا شرعی معنی
۲۱	جماعت کا لغوی واصطلاحی معنی
۲۲	شریعت کی اصطلاح میں جماعت کا معنی
۲۲	نماز باجماعت کا مقصد
۲۲	نماز کی مشروعیت کی دلیل
۲۴	اسلام میں نماز کا مرتبہ
۲۹	عبادات میں نماز کا مقام
۳۰	نماز اسلام کی ابتداء ہے اور اس کی انتہا ہے
۳۳	نماز باجماعت کی مشروعیت کی حکمت
۳۶	نماز باجماعت کی مشروعیت کی تاریخ
۴۱	نماز باجماعت کی ترغیب
۴۷	بغیر عذر کے نماز چھوڑنے کی ممانعت
۴۹	ثواب اور فضیلت کے اعتبار سے جماعت کا مختلف ہونا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحات	عناوین
۴۹	فائدہ کے لئے اس مسئلہ کے بارے میں اہل علم کے اقوال اور ان کے دلائل
۵۲	راجح قول
۵۵	خلاصہ بحث
۵۵	اختلاف کا ثمرہ
۵۶	اپنی بات
۵۷	نماز باجماعت کیلئے چلنے اور اس کی طرف نکلنے کے آداب
۶۳	نماز باجماعت کس کے لئے مشروع ہے
۶۴	جماعت کے لئے مطلوبہ تعداد
۶۷	خلاصہ بحث
۶۷	میری رائے
۶۸	نماز باجماعت پالینے سے متعلق مسائل
۷۱	نماز باجماعت ادا کرنے کی جگہ، مساجد کو آباد رکھنے اور اس کی طرف چل کر جانے کی فضیلت
۷۲	مساجد کو آباد رکھنا اور اس کی طرف چل کر جانا
۷۶	مسجد کے علاوہ جگہوں میں نماز باجماعت
۸۳	فرض نمازوں میں جماعت کا حکم
۱۰۰	نفل نمازوں میں جماعت کا حکم
۱۰۰	نوافل کی قسمیں
۱۰۰	نوافل کے لغوی وشرعی معنیٰ
۱۰۱	نمازوں میں نوافل کی اہمیت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عناوین	صفحات
نوافل کی وہ قسمیں جن کے لئے جماعت قائم کرنا مسنون ہے	۱۰۱
پہلی قسم	۱۰۱
صلوٰۃ الکسوف	۱۰۱
صلوٰۃ الاستسقاء	۱۰۲
صلوٰۃ العیدین	۱۰۲
ماہ رمضان میں تراویح کی نماز	۱۰۳
دوسری قسم	۱۰۳
اپنی بات	۱۰۶
قیام رمضان یا نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرنا	۱۰۷
وجہ تسمیہ	۱۰۷
تراویح کی نماز کا حکم	۱۰۷
تراویح کی نماز کس طرح ادا کی جائے اس کے بارے میں فقہاء کے اقوال اور راجح قول	۱۰۹
آپ ﷺ کا مسلسل جماعت کے ساتھ تراویح نہ پڑھنے کا سبب	۱۱۴
تراویح کی نماز غلط طور پر ادا کرنے والے	۱۱۶
نماز تراویح میں بدعات و منکرات	۱۱۷
ایسے اقوال و اعمال کی ایجاد جو سنت سے ثابت نہیں ہیں	۱۱۷
قرآن کریم کو طرب و مستی و لحن کے ساتھ پڑھنا	۱۱۷
آوازوں کی نقل اور بعض قاریوں کی تقلید	۱۱۹
قراءت قرآن کے وقت گریہ وزاری اور بتکلیف گڑگڑاہٹ کا اظہار	۱۲۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عناوین	صفحات
رمضان میں مساجد کی تلاش	۱۲۰
نماز میں دعاء ختم القرآن کا پڑھنا	۱۲۵
نماز باجماعت کا انتظار کرنا اول وقت پر تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے	۱۲۶
اس مسئلہ سے متعلق دلائل کا بیان	۱۲۸
اول وقت نماز پڑھنے سے جو چیزیں معاف ہیں	۱۳۰
جماعت کی نماز کے لئے مقتدیوں کے کھڑے ہونے کا صحیح وقت	۱۳۱
جماعت کیلئے مقتدیوں کے کھڑے ہونے کا وقت	۱۳۱
اذان اور اقامت کے درمیان مشروع وقفے کا بیان	۱۳۱
بعض مساجد میں اس بارے میں مصلیوں کی غلطیوں پر تنبیہ	۱۳۱
مسلک راجح	۱۳۲
مسجد میں متعدد بار نماز باجماعت کا بیان	۱۳۴
نماز کا جماعت کے ساتھ دہرانا	۱۳۷
اعادہ کی لغوی وشرعی تعریف	۱۳۷
نماز باجماعت کو دہرانے کی وجہ	۱۳۸
نماز باجماعت کو دہرانے کی صورتیں	۱۳۸
جس نے نماز پڑھ لی ہو پھر جماعت پائے تو اس کو دہرانے کا بیان	۱۳۹
جس نے نماز اکیلے پڑھی پھر جماعت پالی	۱۴۰
جس نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی پھر دوسری جماعت پائی تو اس کی نماز کو دہرانے کا بیان	۱۴۴
مقتدی کا نماز دہرانا جب صف میں کھڑے ہونے کی جگہ میں غلطی کرے	۱۴۹
جب مقتدی امام کے بائیں کھڑا ہو جائے تو وہ اپنی نماز دہرائے	۱۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحات	عناوین
۱۵۹	جس نے کسی فاسق امام کے پیچھے نماز پڑھی ہو اس کی نماز دہرانے کا بیان
۱۵۹	نمازوں کی امامت کی عظمت شان کا بیان
۱۷۲	جب ان پڑھ اور غلط پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو دہرانے کا بیان
۱۷۵	فرض پڑھنے والا جب نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرے تو اپنی نماز دہرائے
۱۸۰	وقت گذر جانے کے بعد نماز باجماعت کا بیان
۱۸۱	فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا واجب ہونا
۱۸۱	فوت شدہ نمازوں کی ادائیگی کی کیفیت
۱۸۶	جماعت کے ساتھ قضا کی گئی نمازوں میں سر اور جہر کا حکم
۱۸۷	فوت شدہ نمازوں کی قضا میں ترتیب کا حکم
۱۹۳	فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان اور اقامت کا حکم
۱۹۵	مقررہ امام کا انتظار کرنا اور اس کی آمد سے پہلے اس کے احترام میں جماعت کیلئے اقامت کہنے سے منع کرنا
۱۹۵	تمہید
۱۹۹	پچھلی بحث کا حاصل
۲۰۳	امام کی اقتداء میں جلدی کرنا
۲۱۲	امام کے پیچھے نماز باجماعت میں تکبیرات کو پہونچانا
۲۱۲	تبلیغ کی لغوی و شرعی تعریف
۲۱۳	تبلیغ کی مشروعیت کی دلیل
۲۱۴	تبلیغ کے حکم کے بارے میں فقہا کی رائیں
۲۱۶	حرمین شریفین میں امام کے پیچھے تبلیغ کا بیان
۲۱۹	نماز باجماعت میں امام کے پیچھے قراءت کا بیان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عناوین	صفحات
جہری نماز میں قرأت کا بیان	۲۲۱
جماعت کی نماز میں امام کے ساتھ مقتدی کے حالات	۲۳۱
پہلی حالت: مسابقت	۲۳۲
دوسری حالت: موافقت یا مقارنت	۲۳۶
تیسری حالت: امام کی متابعت سے تاخیر کرنا	۲۳۸
چوتھی حالت: متابعت	۲۳۹
جماعت کی نماز میں ہلکی اور لمبی کرنے کا ضابطہ	۲۴۲
اس بارے میں بعض دلائل کا بیان	۲۴۵
نماز میں نبی ﷺ کی قراءت کی مقدار	۲۴۸
لاؤڈ اسپیکر اور ٹیلیویژن کے پیچھے نماز کا حکم	۲۵۱
کشتی اور جہاز میں نماز باجماعت کا حکم	۲۵۲
جماعت کی نماز گاڑی، ریل اور ہوائی جہاز میں پڑھنے کا حکم	۲۵۵
جماعت کے ساتھ عورتوں کی نماز کا حکم	۲۵۶
عورتوں کا مساجد میں آنا اور مردوں کے ساتھ جماعت میں حاضر ہونا	۲۵۶
گھر میں صرف عورتوں کی جماعت جس میں کوئی عورت امامت کرے	۲۶۰
جماعت میں حاضر نہ ہونے کا عذر	۲۶۳
عذر عام	۲۶۳
خاص عذر	۲۶۳
مرض وخوف	۲۶۴
پیشاب پاخانہ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا روکنا	۲۶۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عناوین	صفحات
کھانا موجود ہونا	۲۶۵
بدبودار چیز کا کھانا	۲۶۶
امام کا نماز لمبی کرنا	۲۶۷
نیند کا غلبہ	۲۶۷
امام جب ننگا ہو	۲۶۷
جب آدمی سفر میں ہو اور ساتھیوں کے چھوٹ جانے کا ڈر ہو	۲۶۷
میت کے کام میں مشغول ہو	۲۶۸
نماز میں خشوع سے روکنے والا غم	۲۶۸
ان عذروں کے ہوتے ہوئے کراہیت اور گناہ ختم ہو جاتا ہے	۲۶۹
جماعت کی نماز میں بدعتوں اور غلطیوں اور منکر باتوں کا بیان	۲۷۲
تکبیر تحریمہ سے پہلے بلند آواز سے نیت کرنا	۲۷۳
مسجد میں اپنی جگہ بنانا	۲۷۵
مسجد میں اپنی جگہ مخصوص کرنا	۲۷۶
مؤذنوں کا امام کے پیچھے اپنی جگہ خاص رکھنا	۲۷۶
تنبیہ	۲۷۷
ان خطاؤں اور منکرات کا بیان جو بعض ملکوں میں پیدا ہو گئی ہیں	۲۷۸
دعا مانگنے کے لازمی آداب اور طریقے	۲۸۳
وہ غلطیاں جو بعض مصلی مذکورہ دعاؤں اور مستحب وظائف پڑھنے سے پہلے نفل پڑھ کر کرتے ہیں	۲۸۵
خاتمۃ الکلام	۲۸۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

نماز کیلئے "جماعت" کی اہمیت اتنی ہی ہے جتنی خود نماز کی ہے، نماز دین کا ستون ہے، نماز کفر اور اسلام کے درمیان حد فاصل ہے، جس نے اپنی زندگی میں نماز کا اہتمام کیا، اس نے عرش الٰہی کے نیچے اپنی جگہ بنائی، جس نے نماز ضائع کی اس نے دین کا سب کچھ ضائع کر دیا نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا (النساء:۱۰۳)	بیشک مومنوں کے اوپر نماز کا وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا فرض ہے۔

علامہ ڈاکٹر صالح بن غانم السدلان حفظہ اللہ کی یہ کتاب، "صلوٰة الجماعة" نماز باجماعت کے موضوع پر ایک جامع، مکمل اور نہایت مدلل کتاب ہے، جس کو پڑھ کر نماز باجماعت کی اہمیت اور حقیقت کا اندازہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے، علامہ موصوف نے جماعت کی اہمیت کا اتنے دلنشین انداز میں ذکر فرمایا ہے کہ ہر نمازی کے دل پر جماعت کی اہمیت کا عملی اثر پڑتا ہے۔

آپ نے اس کتاب میں، پہلے نماز کی اہمیت دین میں اس کے مقام ومرتبہ کا نہایت دلنشین انداز میں ذکر کیا ہے اور اس سے متعلق جملہ امور جیسے جماعت کی نیت سے مسجد کی طرف چل کر جانے کی فضیلت جماعت چھوڑنے والے کا انجام، آنحضرت ﷺ کا نماز باجماعت کیلئے خصوصی اہتمام فرمانا، اسلام میں مسجد کا اہتمام، مؤذن اور امام کی دینی اہمیت، نفل نمازوں کی جماعت، جیسے تراویح، گہن، استسقاء اور نماز جنازہ کیلئے جماعت کی مسنونیت کا ذکر، مسجد میں عورتوں کی حاضری اور باجماعت نماز پڑھنے کا ذکر اور اس کی تاکید، جماعت بڑی ہو تو مکبر کا امام کی تکبیرات کو مصلیوں تک پہونچانا، اور خاص طور پر اس بات کا بیان کہ جماعت جب کھڑی ہو جائے تو جماعت کے ہوتے ہوئے کوئی سنت، نفل یا قضاء نماز کا پڑھنا منع ہے، اور تکبیر سنتے ہی سنت اور نفل پڑھنے والوں کو تاکید ہے کہ وہ اپنی نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائیں، اور ہرگز جماعت میں تاخیر نہ کریں، اگر کسی نے کسی مسجد میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز باجماعت پڑھ لی ہے اور دوسری مسجد میں اسے جماعت مل جائے تو وہی نماز دوبارہ جماعت کے ساتھ پڑھ لینا ضروری ہے پہلی نماز فرض ہو گی اور دوسری نفل، اور اگر آدمی کہیں سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ کر کسی مسجد میں آیا ہو اور وہاں اس کو جماعت کے ساتھ نماز مل جائے تو اس کو چاہیے کہ اس مسجد کی جماعت میں بھی شامل ہو جائے اور مسجد میں بیٹھا نہ رہے یہ سخت گناہ کی بات ہے۔

آج کل یہ فیشن نکل آیا ہے کہ کچھ لوگ ٹیلی ویژن پر بیت اللہ کی تراویح یا وہاں کی نماز باجماعت اپنے ٹی وی کے ذریعے ادا کرتے ہیں یہ بالکل غلط ہے اور اس سے جماعت نہیں ہوتی، بلکہ اپنے امام کے پیچھے ہی جماعت ہو سکتی ہے خواہ کسی وجہ سے اس سے پردہ ہو جائے لیکن اس کی آواز تکبیر کے ذریعے یا لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے سنکر ادا کرے۔

نماز کی جماعت کے موضوع پر یہ بڑی اہم اور مفید اور جامع مدلل اور مکمل کتاب ہے، جس کا اسلوب بیان بھی بہت سادہ اور عام فہم ہے۔

اصل کتاب عربی زبان میں تھی جس کے ترجمے کا اہتمام الدار السّلفیہ کے مدیر نے کیا۔ اس کتاب کے ذریعے دین کے ایک بہت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہم فریضے کی مکمل تعلیم حاصل ہوگی، ضرورت ہے کہ اس کتاب کو ائمہ مساجد تک زیادہ سے زیادہ پہونچایا جائے۔ تاکہ علماء ائمہ کرام اور تمام مصلیوں کو نماز باجماعت کی اہمیت اور افادیت کا احساس ہو سکے، اللہ تعالیٰ مؤلف مترجم اور ناشر اور قارئین سب کو اس کتاب کے ذریعے نماز کے اس اہم ترین جزء یعنی جماعت کی بابت شریعت اسلامیہ کو سمجھنے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس کا اجر عظیم بخشے۔ آمین

مختار احمد ندوی

مدیر الدار السلفیه

۲۰/ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

۳/اگست ۱۹۹۹ء

ممبئی۔ ۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علی أشرف الانبياء والمرسلين نبينا محمدوعلی آله وصحبه اجمعين.

امابعد: کوئی عقلمند اس بات میں شبہ نہیں کر سکتا کہ دین میں عبادات کا مقام وہی ہے جو عمارت میں بنیاد کا ہوتا ہے، بلکہ عبادات کا مقام دین میں ایسا ہے جیسا اعضاء جسم میں رواں دواں روح کا ہوتا ہے، اور شارع علیہ السلام کی عبادات کے بارے میں خصوصی توجہ کی بنا پر اسے دین میں عقیدہ کی بنیاد کے برابر کر دیا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان بين الرجل وبين الشرك والكفر، ترك الصلوٰة (رواہ مسلم) آدمی اور شرک وکفر کے درمیان فرق صرف نماز چھوڑنے کا ہے۔

اور اس حدیث کی بنیاد قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق ہے "فان تابوا واقاموا الصلوٰة وآتوا الزكوٰة فاخوانكم فی الدين" (التوبہ :۱۱) اگر یہ کافر توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ تو اللہ نے دینی بھائی چارگی کو نماز قائم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے پر موقوف رکھا ہے نہ کہ زبان سے لاالہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی زبانی گواہی کو اور مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے کو۔

بلاشبہ، عبادات ہی عقیدے کی علامت اور اس کی عملی تعبیر ہیں اور یہ دین سے مربوط ہیں کیونکہ عبادات ہی اصل میں اللہ عزوجل کا دین ہیں اور عقیدہ انسان کے اندر جتنا واضح ہوگا اور جس حد تک ایمان قلب میں بیدار ہوگا، اسی مقدار سے حکم الٰہی پر بندے کی استقامت بھی ہوگی۔ اور عبادات میں سب سے اہم نماز ہے اور یہی اس کی بنیاد بھی ہے، اور یہ دین کا ایک فریضہ ہے اور شریعت کا رکن ہے اور وہ نظام ہے جو اسلام کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور یہ دین کا وہ "دوسرا رکن" ہے جس سے اسلام کے پہلے رکن **اشھد ان لاالہ الا اللہ** کی شعوری اور عملی، حقیقت اور واقعیت ثابت ہوتی ہے، اور نماز کے بعد ہی اسلام کے دوسرے اعمال اور ان کے نتائج ظاہر ہوتے ہیں، اور یہی سبب ہے کہ مسلمان سب سے بہتر جو عمل کرتا اور جو سب سے بڑی نیکی اللہ کے دربار میں پیش کرتا ہے وہ "نماز" ہی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: "**استقیموا ولن تحصوا واعلموا ان خیر اعمالکم الصلاۃ، ولن یحافظ علی الوضوء الا مومن**" (مسند احمد بن حنبل ج ۵/۲۷۶) سیدھے رہو اور تھکو مت اور یقین کرو کہ تمہارا سب سے بہتر عمل نماز ہے اور وضو کا پابند مومن ہی ہوتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اور نماز کی محبت اور اس کی طرف جلدی سے جانا اور اسے پورے طریقے پر ادا کرنا اور ظاہری اور باطنی طور پر اسے پوری کرنا، دراصل یہ علامت ہے کہ مومن کے اندر اللہ کی کتنی محبت اور اس سے ملاقات کا کتنا شوق ہے۔

اور نماز سے منہ پھیرنا اور اس میں سستی کرنا اور مؤذن کی اذان سنکر نماز کی طرف جانے میں دیر کرنا، اور باجماعت نماز پڑھنے میں بوجھ محسوس کرنا، اور بلا عذر مسلمانوں کے ساتھ جماعت چھوڑ کر مسجد کے علاوہ کہیں اکیلے نماز پڑھنا، یہ اس بات کی علامت ہے کہ دل اللہ کی محبت سے پورے طور پر خالی اور اللہ کے انعامات سے بے رغبت ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"فخلف من بعدهم خلف أضاعوا الصلوٰة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا" (سورہ مریم:۵۹) پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو چھوڑ دیا، گویا اسے کھو دیا اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے تو عنقریب ان کو گمراہی کی سزا ملے گی۔

اس آیت کی بابت حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"عطلوا المساجد واستغلوا بالصنائع والاسباب واخلدو الى اللذات والمعاصى نعوذ بالله من ذلك" (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی) انہوں نے مسجدوں کو معطل کر دیا اور کاریگری اور اسباب دنیا میں لگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے اور معاذ اللہ لذتوں اور گناہوں میں غرق ہو گئے۔ تو جب یہ وعید ان لوگوں کے بارے میں ہے جنہوں نے صرف نماز جماعت کے بغیر ادا کی تو پھر ان کا حال بد کیا ہو گا جنہوں نے سرے سے نماز ہی چھوڑ دی۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **اوصانی ابو القاسم ﷺ ان لااترك الصلاة متعمدا، فمن تركها متعمدا فقد برئت منه الذمة،** (رواہ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم فی سنتہ) ابو القاسم ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑوں، کیونکہ جس نے عمداً نماز چھوڑ دی اس سے اللہ کا ذمہ ختم ہو گیا۔

بیشک پانچوں نمازیں دن اور رات میں اپنے مناسب اور مقررہ اوقات میں یکے بعد دیگرے ادا کی جاتی ہیں، اور ان اوقات کی پابندی بندوں کی طرف سے ان کی دائمی حاضری اور رضامندی اور دائمی شکر کے ذریعے اللہ کی دائمی نعمت کا حصول ہے۔ "**فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولاتکفرون**" (البقرہ:۱۵۲) مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری مت کرو۔ اللہ لطیف و خبیر نے اپنا انعام جماعت کی حاضری کے ذریعے پورا کیا ہے اور جماعت کیلئے اکٹھا ہونا کیونکہ عبادات میں اکٹھا ہونا عبادات کو ہلکا اور تازہ کرنے کا سبب ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے جماعت ہی کے اوپر دین کی بھلائی اور ایمان کی درستگی اور جلد ملنے والا ثواب مرتب فرمایا ہے۔ جس سے مومن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت کیلئے خود کو تیار کرتا ہے اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ رب العالمین نے جماعت کو اپنے بندوں پر فرض قرار دیا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: إنما يعمر مساجد الله من آمن بالله واليوم الآخر وأقام الصلوٰة وآتى الزكوٰة ولم يخش إلاالله فعسى أولئك أن يكونوا من المهتدين (التوبۃ: ۱۸) خدا کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ یہی لوگ امید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں داخل ہوں۔

جب یہ بات معلوم ہو گئی تو معلوم ہونا چاہئے کہ جماعت کی فضیلت اور اس کے آداب اور حکم واحکام اور اس کے فوائد اور اس سے سستی کرنے کے بارے میں تنبیہ سے متعلق بہت سی کتابیں، رسالے، اور مقالات لکھے جاچکے ہیں جو ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں جو سب اسی غرض کو پوری کرتے اور سب مل کر اسی مقصد کو ادا کر رہے ہیں، لیکن وہ ادھر ادھر منتشر ہیں اور ٹکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہیں لہٰذا۔ میں نے مناسب سمجھا کہ میں جہاں تک ممکن ہو ان تمام موضوعات اور متفرق مسائل اور نماز کی جماعت سے متعلق مختلف احکامات کو ایک ایسی کتاب میں اکٹھا کر دوں جو پورے طور پر اس موضوع کو شامل اور کتاب وسنت کی روشنی میں ان تمام مسائل کا حل ہو جائے۔ جس میں مختلف مسائل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فقہاء کی رایوں کو بھی ذکر کروں اور ہر رائے پر بحث کروں اور اس میں سے پسندیدہ قول کو ترجیح دوں اور اس کے اسباب ودلائل بھی حسب توفیق بیان کروں نیز اس موضوع پر اس کتاب کے لکھنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ میں دعوت الی اللہ اور دین واسلام کی تبلیغ کے لئے اپنے ساتھیوں اور اہل خیر کے ساتھ مختلف اسلامی اور عربی ملکوں میں مجھے سرکاری مندوب کی حیثیت سے اور شخصی طور پر بھی آنے جانے کا موقع ملا تو میں نے اپنے سفر کے درمیان عجیب وغریب چیزیں دیکھیں اور ان بدعات اور غلطیوں پر میں نے تنبیہ کی جو اکثر مسلمان اپنی نمازوں میں یا تو خاندانی جہالت کی بناء پر یا اندھی تقلید یا دین میں بدعت یا کسی مجتہد کے اجتہاد کی بناء پر پائی جاتی ہیں حالانکہ عبادتی مسائل میں نہ کسی اجتہاد کی گنجائش ہے نہ ان میں کسی قسم کی کمی اور زیادتی اور تغیر و تبدل کی کوئی گنجائش ہے۔ اور حالات کیسے بھی بدلیں اور زمانہ کتنا بھی آگے بڑھے دینی معاملات میں لوگوں کی طبیعتوں اور ان کی عقلوں کو استعمال کرنے کی کوئی اجازت نہیں جن پر میں نے اس کتاب میں تنبیہ کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کا لغوی و شرعی معنیٰ

نماز کا لغوی معنیٰ:-

الصلوٰۃ واحد ہے صلوات کا جو اسم ہے اور مصدر کے قائم مقام ہے۔
اور صلاۃ۔ اللہ کی طرف سے رحمت کو کہتے ہیں اور بندوں کی طرف سے دعاء و استغفار۔[1]

صلاۃ شریعت کی اصطلاح میں نماز کہتے ہیں، چند مخصوص ارکان اور چند مقررہ دعاؤں کو ان کی مخصوص شرائط کے ساتھ اور ان کے مقررہ اوقات میں ادا کرنا نماز کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ نماز چند اقوال و افعال کا نام ہے جنہیں اللہ اکبر کے ساتھ نیت کر کے شروع کیا جاتا ہے اور السلام علیکم کہہ کر ختم کیا جاتا ہے۔[2]

جماعت کا لغوی معنیٰ:-

جماعت لغوی طور پر جمع سے مشتق ہے اور جمع کہتے ہیں الگ الگ چیزوں کو جوڑنا اور اشیاء کو ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا کرنا جیسا کہ کہا جاتا ہے میں نے لوگوں کو بلایا اور سب اکٹھا ہو گئے۔

جماعت:- کہتے ہیں کچھ لوگوں کی تعداد کو جن کو کوئی ایک مقصد اکٹھا کرے اور جماعت انسانوں کے بجائے حیوانات و نباتات اور دیگر

---

[1] بصائر ذوی التمیز فی لطائف الکتاب العزیز ۳/۴۳۴، [2] القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحاً ص ۲۱۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخلوقات پر بھی بولی جاتی ہے جس میں ان کی کمی اور زیادتی کو بتایا جاتا ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں جماعت کا معنی:۔

فقہاء کی اصطلاح میں جماعت کہا جاتا ہے چند لوگوں کی تعداد کو اور جماعت دراصل مشتق ہے اجتماع سے اور سب سے کم عدد جو جماعت کے لئے بولی جاتی ہے وہ دو ہے امام، اور مقتدی۔ [۱]

نماز باجماعت کا مقصد:۔

نماز باجماعت کا مقصد ہے کہ چند مخصوص شرائط کے ساتھ مقتدی کی نماز کو امام کی نماز کے ساتھ جوڑنا اور شریعت میں جماعت کے حکم سے دراصل مشروع نماز ہی مراد ہے۔

اور نماز فرض شدہ ہے جو پانچ وقت کی نمازیں ہیں اور نماز مستحب بھی ہوتی ہے جیسے سنن رواتب اور نفل اور کچھ نمازیں مکروہ بھی ہیں جیسے قضاء نماز والے کے پیچھے فرض نماز کا پڑھنا اور کچھ نمازیں ممنوع بھی ہیں جیسے ممنوعہ اوقات میں ان کا ادا کرنا۔ [۲]

نماز کی مشروعیت کی دلیل

یہ بات واضح ہے کہ فرض نماز کی فرضیت کتاب اور سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

---

[۱] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع للکاسانی ۱/۱۵۶، [۲] الیاقوت النفیس فی مذہب ادریس الشافعی ص ۴۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید سے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وماامروا إلا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰۃ ویوتوا الزکوٰۃ وذلك دین القیمۃ (البینۃ: ۵)

اور ان کو تو حکم یہی ہوا تھا کہ اخلاص کے ساتھ خدا کی عبادت کریں۔ اور یکسو ہو کر نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور یہی سچا دین ہے۔

اور حدیث سے نماز باجماعت کی مشروعیت کے بارے میں وہ حدیث ہے جس کو بخاری و مسلم وغیرہ نے عبداللہ ابن عمر ابن خطابؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

"بنی الإسلام علی خمس شھادۃ أن لاإلہ الااللہ، وان محمداً رسول اللہ وإقام الصلاۃ وإیتاء الزکاۃ والحج وصوم رمضان" (بخاری و مسلم)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ [1]

نماز باجماعت کا ثبوت اجماع سے

ابن ھبیرہ نے "الافصاح" [2] میں لکھا ہے کہ لوگ متفق ہیں کہ نماز اسلام کا ایک رکن ہے اور دن اور رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں او

[1] رواہ البخاری۔ ۸ و مسلم ۱۶۔ [2] الافصاح عن معانی الصحاح لابن ھبیرہ الحنبلی ۱/۱۰۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راس بات پر سب کا اجماع ہے کہ جس شخص پر شرعا نماز کی پابندی عائد ہوتی ہے جو بالغ عقلمند ہوں ان سے جماعت کی فرضیت ساقط نہیں ہو سکتی موت کے آخری لمحے اور علامات قیامت کے ظاہر ہونے تک۔

اسلام میں نماز کا مرتبہ

عبادات میں نماز کو سب سے بڑا مرتبہ حاصل ہے اور کوئی دوسری عبادت اس کے برابر نہیں ہے کیونکہ نماز دین کا ستون ہے جس کے بغیر دین قائم ہی نہیں رہ سکتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"إن الصلاة كانت على المؤمنين بیشک مومنوں پر اوقات (مقررہ) كتابا موقوتا" (النساء:۱۰۳) میں نماز کا ادا کرنا فرض ہے۔

اور نماز تمام ادیان کا ستون رہی ہے اور یہ سب سے قدیم عبادت ہے کیونکہ نماز ایمان کے لوازمات میں سے ہے اور آسمانی شریعتوں میں سے کوئی شریعت بھی نماز سے خالی نہیں رہی اور اس کی ادائیگی پر ترغیب وتنبیہ تمام انبیاء ورسل کی زبان مبارک سے ہوئی ہے۔ کیونکہ نفوس کی تربیت اور اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل کرنے کے ذریعہ میں نماز کا سب سے بڑا اثر ہے اس لئے نماز کے علاوہ کوئی ایسی عبادت نہیں ہے جو نفس کی اصلاح کر سکے اور اسے بڑے بڑے فضائل اور مکارمِ اخلاق کے لئے تیار کر سکے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب العالمین سے اپنی دعا میں فرمایا تھا:

"رب اجعلني مقيم الصلوٰة و من ذريتي ربنا وتقبل دعاء" اے پروردگار مجھ کو ایسی توفیق عنایت کر کہ نماز پڑھتا رہوں۔ اور میری اولاد کو بھی یہ توفیق بخش اے پروردگار میری دعا قبول فرما۔

(سورة ابراهيم: ٤٠)

اور اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

وكان يأمر أهله باالصلوٰة والزكوٰة وكان عندربه مرضيا اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے۔ اور اپنے پروردگار کے ہاں پسندیدہ (وبرگزیدہ) تھے۔

(مريم: ٥٥)

اور اللہ جل ذکرہ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

إنني أنا الله لاإله إلا أنا فاعبدني وأقم الصلوٰة لذكرى بیشک میں ہی خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری عبادت کرو۔ اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔

(طه: ١٤)

اور جیسا کہ قرآن مجید ہم سے بیان کرتا ہے کہ فرشتوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو آواز دی۔

"يمريم اقنتي لربك واسجدي واركعي مع الراكعين" مریمؑ اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کرنا اور سجدہ کرنا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنا۔

(آل عمران: ٤٣)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جیسا کہ قرآن میں آیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی نعمت کا ذکر فرماتے ہیں:

"وجعلني مباركا اينما كنت اور میں جہاں ہوں اور جس حال میں ہوں مجھے واوصٰني بالصلوٰة والزكوٰة صاحب برکت کیا ہے اور جب تک زندہ ہوں مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا ارشاد فرمایا ہے۔ مادمت حيا (مريم: ۳۱)

اور اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے جب میثاق لیتے ہیں تو اس کا اہم جزء نماز ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا: "واذاخذنا ميثاق بني اسرائيل لاتعبدون الاالله، وبالوالدين احسانا وذى القربىٰ واليتٰمى والمساكين وقولوا للناس حسنا، واقيموالصلوٰة وآتوا الزكاة (البقرة: ۸۳) اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"وأمر أهلك بالصلوٰة واصطبر عليها، لانسئلك رزقا نحن نرزقك والعقبة للتقوىٰ (طٰه: ۱۳۲) اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو۔ ہم تم سے روزی کے خواستگار نہیں بلکہ تمہیں ہم روزی دیتے ہیں۔ اور (نیک) انجام (اہل) تقویٰ کا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نماز اسلام کی بنیاد اور اس کا ستون ہے اور وہ اللہ اور اللہ کی بندگی کو پہچاننے والے مخلص بندے کے درمیان واسطہ ہے، جو اللہ اپنے اس بندے کی پرورش کرنے والا ہے اور اپنے فضل و کرم سے ساری مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے۔ اور نماز بندے کی اپنے رب سے محبت کی نشانی ہے اور اس کی نعمتوں کی قدردانی اور اس کے فضل واحسان کا شکرانہ ہے۔ اور نماز مومن اور کافر کے درمیان حقیقی امتیاز ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"العهد الذی بيننا وبينهم الصلاة فمن تركها فقد كفر، [1] وہ عہد جو ہمارے اور کفار کے درمیان ہے وہ نماز ہے جس نے نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔

بلاشبہ جس نے نماز ضائع کی اس نے نماز ہی نہیں بلکہ دین کا سب کچھ ضائع کردیا۔ اور اللہ کے ساتھ اس کے تمام تعلقات منقطع ہو گئے جیسا کہ خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

واعلموا ان أهم امركم عندی الصلاة فمن ضيعها فهو لغيرها أضيع (فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ) اور یقین جانو کہ میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم کام نماز قائم کرنا ہے جس نے نماز ضائع کی اس نے سب کچھ ضائع کردیا۔

نیز فرمایا اللہ کیلئے کچھ اعمال ایسے ہیں جو رات میں کیے جاتے ہیں اللہ ان کو دن میں قبول نہیں کرتا اور اس کے کچھ اعمال دن میں ادا کیے جاتے ہیں

---

[1] رواہ الترمذی ۲۶۲۳ والنسائی ۱/۲۳۱ وسندہ صحیح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنہیں اللہ رات میں قبول نہیں کرتا [1] شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ دن کا کام جسے اللہ تعالیٰ رات میں نہیں قبول کرتا اور رات کا وہ کام جسے اللہ دن میں قبول نہیں کرتا تو وہ ظہر اور عصر کی نماز ہے کسی کیلئے جائز نہیں کہ ان دونوں نمازوں کو رات تک مؤخر کردے۔

الغرض کسی کا بھی کوئی ایسا کام نہیں جس کی وجہ سے نماز اپنے وقت سے ساقط ہو جاتی ہو۔ یعنی دن کی نماز کو رات میں اور رات کی نماز کو دن میں وہ ادا کرے۔ بلکہ ہر حال میں ان نمازوں کو اپنے وقتوں میں ہی ادا کرنا ضروری ہے۔ [2]

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے پورے عالم اسلام میں یہ خط بھیجا تھا۔ "میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم کام نماز ہے جس نے اس کو محفوظ رکھا اس نے اپنے دین کو محفوظ رکھا اور جس نے اس کو ضائع کیا اس نے اپنا سب کچھ ضائع کردیا، اور اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جس نے نماز ضائع کردی، [3] (کتاب الصلوٰۃ واحکام تارکھا).

اس بنیاد پر یہ بات ثابت ہوئی کہ جو شخص نماز میں ڈھیل دیگا وہ اسے ذلیل سمجھتا ہے اس طرح وہ پورے اسلام میں ڈھیل دے رہا ہے اور اس کو ذلیل کر رہا ہے، اور لوگوں کا اسلام میں اتنا ہی حصہ ہے جتنا نماز میں ان کا حصہ ہے، اور انہیں جتنی رغبت نماز سے ہے اتنی ہی رغبت

---

[1] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تمیۃ ۲۲/۴۰۔ [2] ایضاً ۲/۳۸۔۳۹، [3] حکم القیم الجوزیہ ص ۴۰۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام سے بھی ہے، اس لئے تم اس بات سے ڈرو کہ تم اللہ سے اس حالت میں ملو کہ تمہارے پاس اسلام کا کچھ حصہ ہی نہ رہے اس لئے کہ تمہارے دل میں جتنی قدر اسلام کی ہوگی اتنی ہی قدر نماز کی بھی ہوگی اور نبی ﷺ نے فرمایا۔ "الصلوٰۃ عمود الدین" نماز دین کا ستون ہے، کیا تم جانتے نہیں کہ اگر ستون گر جائے تو خیمہ بھی گر جائے گا اور اس کی رسیاں اور کھونٹیاں کچھ کام نہیں دیتیں، یہی حال اسلام میں نماز کا بھی ہے۔[1]

عبادات میں نماز کا مقام

توحید ورسالت کی شہادت کے بعد فرائض اسلام میں نماز سب سے پہلا فریضہ ہے، آنحضرت ﷺ مکے میں دس سال مقیم رہے، اور لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے رہے اور شرک سے روکتے رہے، اور جب مسلمانوں کے دلوں میں عقیدہ پوری طرح جاگزیں ہوگیا اور لوگ عقیدے پر پوری طرح ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور ان کی امت پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کیں، اور مدینہ منورہ ہجرت کرنے سے پہلے تین سال تک آپ نماز پڑھتے رہے۔

اور نماز کی عظمت شان، اور اس کی اہمیت اور فضیلت اور قدر ومنزلت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے واسطے کے بغیر

---

[1] (کتاب الصلوٰۃ للامام احمد بن حنبل: ص ۲۵۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محض شب معراج میں آپ کو مخاطب فرما کر اسے فرض قرار دیا۔ [۱]

اور اسے اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب ﷺ کی اپنے رب ذو الجلال کی سچی مثال عبودیت کے صدقے میں ان کو خاص تحفے میں دیا۔

یہی وجہ ہے کہ نماز رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنی، اور جب بھی آپ کو کوئی مشکل امر پیش آتا تو آپ نماز کی طرف لپکتے تھے، اور نماز کو اپنے تمام اہم کاموں میں سہارا بناتے تھے۔ اور نماز سے آپ کو راحت ملتی تھی، اسی لئے آپ اپنی مہمات اور مشکلات میں فرماتے تھے: یابلال أرحنا بالصلوٰۃ [۲] بلال، نماز کے ذریعے ہمیں راحت پہونچاؤ۔ اور آپ نے ہم سے اپنے آخری عہد میں یہ فرمایا: الصلاۃ ، الصلاۃ، وماملکت ایمانکم [۳] نماز کا خیال رکھنا نماز کو قائم رکھنا اور اپنی لونڈی غلاموں کا خیال رکھنا۔

نماز اسلام کی ابتداء ہے اور اسکی انتہا ہے

اور نماز کے مقام کی عظمت کا اس سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں اسکا سب سے زیادہ ذکر آیا ہے، کبھی خاص نماز کا اور کبھی زکوٰۃ، صبر اور دوسری عبادات کے ساتھ ملا کر، نیز نماز ہی سے اعمال کی شروعات ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ ان کا خاتمہ ہوتا ہے۔

---

[۱] فتح الباری ۷/ ۲۰۳ [۲] (مسند احمد بن حنبل ج:۵/ ۳۶۴) [۳] مسند احمد ج ۶/ ۲۹۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کی اہمیت اس سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ اسکا وجوب سب کیلئے عام ہے مرد اور عورت آزاد اور غلام، غنی اور فقیر، مقیم اور مسافر، تندرست اور بیمار سب کیلئے واجب ہے، اور قیامت کے دن بندوں کے اعمال میں سے سب سے پہلے اسی کا حساب لیا جائیگا، اور دین میں سب سے آخر میں اسکا فقدان ہو گا، اور یہی دین کی جڑ ہے، اور نماز ہی سے دین درست رہتا ہے، جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے،

رأس الامر الأسلام و عموده الصلوٰۃ و ذروۃ سنامه الجهاد، [۱] دین اسلام کی چوٹی اور اس کا ستون نماز ہے اور اسکے کوہاں کی بلندی جہاد ہے

تو جیسے ہی ستون گرے معاذ اللہ دین کی عمارت گر جائیگی۔ نماز نہایت کامل اور احسن ترین طریقے پر مقرر کی گئی ہے جن کے مطابق بندے اپنے خالق اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اس طرح کہ اس کی تعظیم میں اپنے اعضاء و جوارح سب کو شامل کرتے ہیں جیسے زبان سے بولنا، دونوں ہاتھ دونوں پاؤں اور سر اور اپنے حواس اور جسم کے تمام اعضاء اس عظیم المرتبت عبادت کی حکمت کو حاصل کرتے ہیں، ساتھ ہی اپنے باطنی حواس وشعور کو بھی نماز کی باطنی کیفیت سے معمور کرتے ہیں، اور دل کو نماز میں عبودیت کے فرائض سے بیدار اور قائم رکھتے ہیں۔ تو یہ نماز شامل رہتی ہے اللہ کی ثناء اور حمد، بزرگی اور

---

[۱] (جامع الترمذی کتاب الایمان)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکی، اور تکبیر اور حق کی شہادت، اور رب العالمین کے حضور ایک ناچیز فرمانبردار بندے کی طرح جو اس کا پالا پوسا ہوا غلام ہے۔ اور وہ اس دربار اعلیٰ میں انتہائی ذلت وانکساری اور عاجزی اور اس کے کلام کے وسیلے سے اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہے، جہاں اس کی پیٹھ اپنے آقا کی فرمانبرداری کیلئے جھکی ہوئی ہے، اور وہ خشوع اور عاجزی کا اظہار کر رہا ہے، پھر وہ دوبارہ سیدھا کھڑا ہو کر پہلی بار کے عجز وانکساری کے جذبے سے کہیں زیادہ تواضع اور عبدیت کا اظہار کر رہا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ بندہ اپنے کھڑے ہونے کی حالت سے جھک کر نیچے زمین پر اپنے جسم کے سب سے شریف جزء یعنی چہرے اور پیشانی کو اپنے رب کی عظمت کے اظہار کیلئے خشوع اور خضوع کے ساتھ زمین پر ٹکا دیتا ہے۔ جس میں اپنے مولیٰ کی عزت کیلئے وہ خود کو جھکاتا ہے، بندے کا دل اللہ کیلئے ٹوٹا ہوا رہتا ہے اور جسم فرمانبرداری کے جذبے سے نرم بنا رہتا ہے اور تمام اعضاء وجوارح اس کی عظمت سے کانپتے رہتے ہیں۔ پھر بندہ سیدھا بیٹھ کر اس کے سامنے آہ وزاری کرتا ہے اس کے حضور خود کو فرمانبردار بنا کر پیش کرتا ہے اور اپنے مولیٰ سے اس کا فضل وکرم مانگتا ہے اور اسی طرح وہ فرمانبرداری اور عاجزی کے ساتھ رہتے ہوئے اپنی نماز پوری کرتا ہے۔

پھر سلام پھیرنے کی نیت سے اپنے پاؤں موڑ کر بیٹھ جاتا ہے جس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وہ اپنے رب ذوالجلال کی حمد وثنا پیش کرتا ہے اور اپنے نبی اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام پیش کرتا ہے اور اپنے نبی پر درود بھیجتا ہے پھر اللہ سے اس کی خیر وبرکت فضل واحسان کا سوال کرتا ہے۔ بھلا اس سے بہتر بھی کوئی عبادت کرنی ممکن ہے؟اور اس کمال کے بعد کون سا کمال اور اس بندگی سے بہتر کونسی بندگی کی جاسکتی ہے۔

نماز باجماعت کی مشروعیت کی حکمت

اسلامی شریعت کی بلندی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے اکثر عبادات میں "اجتماع" جماعتی حیثیت کو خاص طور پر مقرر کیا ہے، جو دراصل اسلامی کانفرنس کے قائم مقام ہے، جسمیں مسلمان اکٹھے ہو کر آپس میں ملتے ہیں ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں اور اپنے معاملات میں ملکر مشورہ کرتے ہیں، اور اپنے مسائل کا حل ڈھونڈتے ہیں اور ایک دوسرے کی رائے معلوم کرتے ہیں۔

اور ان سب چیزوں میں بڑے عظیم منافع، اور بہت فائدے ہیں جنکا شمار کرنا مشکل ہے، مثلاً جاہلوں کو تعلیم دینا، کمزور لوگوں کی مدد کرنا اور دلوں کو نرمانا، اور اسلام کی عزت کو غلبہ دینا، اور اس بارے میں فرمان الٰہی آچکا ہے، جس نے اس حیثیت کو برقرار رکھا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم وممانعت کے بارے میں صرف فرد کو مخاطب نہیں کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے بلکہ یہ خطاب پوری جماعت کو شامل ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

یا ایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر، لعلکم تفلحون وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ. (الحج. ۷۷.۷۸)

مومنو! رکوع کرتے اور سجدے کرتے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو اور نیک کام کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ اور خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔

اور جب مسلمان اللہ رب العالمین کے دربار میں کھڑا ہوتا ہے تاکہ وہ اس سے مناجات کرے اور اس سے اپنی عاجزی کا اظہار کرے۔ تب بھی یہ بندگی اس کی زبان سے اپنے بھائیوں سے کٹ کر فرد واحد کی طرح نہیں جاری ہوتی۔ بلکہ وہ آپس میں گھلے ملے جماعتی افراد کی طرف سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ جب بندہ کہتا ہے: "ایاك نعبد وایاك نستعین" (الفاتحہ۔۵) یعنی ہم سب تیری بندگی کرتے ہیں اور ہم سب تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ بندہ یوں نہیں کہتا: "ایاك أعبدو ایاك أستعین" میں تیری بندگی کرتا ہوں اور میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔

اسی طرح جب بندہ اپنے لئے اللہ سے بھلائی اور ہدایت مانگتا ہے تو دعا میں اپنی ذات کو خاص نہیں کرتا بلکہ اللہ کی رحمت وہ اپنے اور دوسروں کے لئے بھی مانگتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے:

اھدنا الصراط المستقیم ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ ان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صراط الذین انعمت علیهم، راہ جن پر تو نے انعام کیا۔ ان کی غیر المغضوب علیهم ولا راہ نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ الضالین (الفاتحۃ آیت ۶، ۷) گمراہوں کی راہ۔

بیشک۔ اسلام میں نماز کی جماعت اجتماعی امتیازات کو توڑنے والا اہم ترین وسیلہ ہے۔ اور رنگ اور جنس اور مکان سب کی تفریق کو ختم کرنے والی طاقت ہے۔ مثلاً فجر کی دو رکعتیں یا ظہر کی متعدد رکعتیں ہو بہو قائم رہتی ہیں۔ جب آدمی اس کو جماعت سے پڑھے یا تنہا اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اسلام نے جماعت کا ثواب ستائیس درجہ بڑھایا ہے جب مصلی اپنے رب کے سامنے اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر کھڑا ہوتا ہے۔ جو زبردست کشش کا ذریعہ ہے، جماعت کے ایک جھنڈے کے نیچے کھڑے ہونے اور اپنی انفرادیت کو دور کرنے کے لئے اور جماعت انسان کو اس کی انفرادیت سے الگ کرتی ہے۔ اور اسے ایک امت کے اندر ضم ہو جانے اور اس سوسائٹی میں شامل ہو کر رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ [1] اور جماعت ہی کے ذریعے آپسی محبت اور میل جول اور جان پہچان اور ایک مسلم کو اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ بھائی چارگی اختیار کرنے کا فائدہ پہنچاتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ بڑے کو عزت کے ساتھ پہچانا جائے اور فقیر

---

[1] خلق المسلم لمحمد الغزالی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو امداد و تعاون کے ساتھ اور عالم کو اس سے مسائل پوچھ کر اور جاہل کو دین سکھا کر، اور نماز باجماعت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جو شخص نماز باجماعت میں شامل نہیں ہوتا اس کو پہچان لیا جاتا ہے اور اس کو برا بھلا کہا جاتا ہے، اور جو اس میں سستی کرتا ہے اس کو خبردار کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی نماز باجماعت کی بہت سی حکمتیں اور فوائد ہیں۔ مثلاً مسجد میں مسلمانوں کا اکٹھا ہو کر اللہ کی رحمت مانگنا اللہ رب العالمین کی طرف سے برکتوں و رحمتوں کے نزول کا ذریعہ ہوتا ہے۔

الغرض نماز کے جماعت کے ساتھ ادا کرنے سے محبت اور اتحاد پیدا ہوتی ہے، آپس میں غم خواری اور رحم اور دلوں کے اتحاد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ساتھ ہی جماعت لوگوں کو ایک نظم اور ضابطے اور اوقات کی پابندی کی تربیت دیتی ہے۔

نماز باجماعت کی مشروعیت کی تاریخ

فرض نمازوں کی جماعت کی مشروعیت مکے میں ہوئی، جب نماز مسلمانوں پر فرض ہوئی، لیکن شروع میں جماعت کا تاکیدی حکم نہیں تھا۔ یعنی وہ مشروع تو تھی لیکن واجب نہیں تھی۔ تو جب اللہ نے معراج کی رات میں ان پانچوں نمازوں کو فرض کر دیا تو جبرئیل علیہ السلام کو اسی رات کی صبح میں بھیجا تاکہ وہ نبی ﷺ کو نماز کے اوقات، اس کے ادا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی کیفیت سکھادیں چنانچہ حضرت جبرئیل نے بیت اللہ کے پاس نبی ﷺ کو دو مرتبہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب آفتاب ڈھل گیا۔

جیسا کہ عبدالرزاق نے اپنی مصنف [۱] میں روایت کی ہے کہ نافع بن جبیر نے کہا:- کہ جس رات کو نبی ﷺ کو معراج کرائی گئی۔ اس کی صبح کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو آفتاب ڈھلنے کے وقت ملاقات کی۔ اسی لئے اس نماز کو اولی کہا گیا۔ حضور ﷺ نے حکم دیا اور لوگوں میں اعلان کیا گیا: **الصلوۃ جامعۃ** یعنی نماز کھڑی ہو رہی ہے، یہ سن کر لوگ جمع ہو گئے۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو نماز پڑھائی اور نبی ﷺ نے لوگوں کو پہلی دو طویل رکعتیں پڑھائیں اور باقی دوسری رکعتیں ہلکی پڑھائیں۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل نے نبی ﷺ کے ساتھ سلام پھیرا اور نبی ﷺ نے لوگوں کے ساتھ سلام پھیرا۔ اور عصر میں بھی ایسا ہی کیا۔ اور لوگوں نے ویسے ہی کیا جیسے ظہر میں کیا تھا۔ پھر رات کے پہلے پہر میں حضرت جبرئیل آئے اور اعلان کیا گیا **الصلاۃ جامعۃ** اور پھر حضرت جبرئیلؑ نے نبی ﷺ کو نماز پڑھائی اور نبی ﷺ نے اسی طرح نماز پڑھی، اور پہلی دو رکعت میں لمبی قرأت کی اور جہر سے کی۔ اور آخری دو رکعتوں میں ہلکی پڑھی۔ اور جبرئیل نے نبی ﷺ کے ساتھ سلام پھیرا اور نبی ﷺ نے اوروں کے ساتھ سلام پھیرا۔

---

[۱] ۱/۵۴۴ کتاب الصلاۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سہیلی نے روض الانف میں لکھا ہے کہ صحیح حدیث کے ناقلین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت جبرئیل کی امامت کا یہ قصہ معراج کے دوسرے دن کا ہے۔ اور اس وقت کا جب آپ کو پانچ نمازوں کی خبر کی گئی۔ اور نبی ﷺ نے اپنے بعض اصحاب کے ساتھ کبھی جماعت کے ساتھ پڑھی اور اکثر اوقات نہیں پڑھی۔ اور آپ نے دار ارقم میں حضرت علی بن ابی طالب اور ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے ساتھ بھی جماعت کی۔ اور یہ اس وقت پڑھائی جب حضرت جبرئیل نے آپ کو امامت کرا کے نماز پڑھائی تھی۔

اس کے باوجود جماعت کی مشروعیت پوری طرح مؤکد نہیں تھی۔ بلکہ یہ مدینے میں باضابطہ مشروع ہوئی۔ اور وہ اسلام کے فرائض میں سے ایک ممتاز فریضہ بنائی گئی۔ جیسا کہ امام بخاریؒ نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی۔

اور مسلمان جب مدینہ آئے تو وہ باہم اکٹھا ہو کر نماز کے اوقات کو مقرر کیا کرتے تھے۔ کوئی ان اوقات کا اعلان نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن اس بارے میں لوگوں نے گفتگو کی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ عیسائیوں کی طرح ناقوس بجایا جائے۔ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ یہودیوں کی طرح نرسنگھا پھونکا جائے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کیوں نہیں کسی کو بھیج کر نماز کا اعلان کروا دیتے۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا: اے بلال اٹھو اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کا اعلان کرو۔[1] اور ابوداؤد نے اپنی سنن[2] میں ابو عمیر بن انس جنھوں نے انصار کی طرف سے یہ روایت کی اور کہا کہ نبی ﷺ نے نماز کے لئے بڑا اہتمام فرمایا کہ کس طرح لوگوں کو جماعت کے لئے اکٹھا کیا جائے۔ کچھ لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ نماز کے وقت جھنڈا اگڑوا دیں۔ جب لوگ جھنڈا دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو خبردار کردیں گے۔ لیکن آپؐ کو یہ رائے پسند نہ آئی۔ تو آپ سے یہودیوں کے نرسنگھا کی بابت کہا گیا۔ تو آپ کو یہ رائے بھی پسند نہ آئی۔ اور فرمایا کہ یہ یہودیوں کا معمول ہے۔ تب آپ سے ناقوس کے بارے میں کہا گیا تو آپؐ نے فرمایا یہ تو عیسائیوں کا معمول ہے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ اٹھے اور وہ اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے لئے بہت فکر مند تھے۔ چنانچہ انھوں نے حضور سے کہا یا رسول اللہ! کہ میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھا کہ ایک شخص نے آکر مجھے خواب میں اذان سکھائی وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے بھی ان سے پہلے یہی خواب دیکھا تھا۔ لیکن انھوں نے بیس دن تک اس خواب کو پوشیدہ رکھا۔ پھر انھوں نے نبی ﷺ کو بتایا تو آپؐ نے حضرت عمرؓ سے کہا عمر! یہ بات تم نے مجھ سے کیوں نہیں کہی۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ جب عبداللہ بن زید نے مجھ سے پہلے یہ

---

[1] فتح الباری ۲/ ۷۷ کتاب الاذان۔ [2] ۱/ ۱۳۴ کتاب الصلاۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات بتادی تو پھر مجھے کہتے ہوئے شرم آئی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بلال! اٹھو دیکھو تم کو عبداللہ بن زید کیا کہتے ہیں ویسا کرو۔ ابو بشر کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو عمیر نے کہا کہ انصاریوں کا خیال ہے کہ اگر اس دن عبداللہ بن زید بیمار نہ رہتے تو رسول اللہ ﷺ انھیں کو اپنا مؤذن بناتے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔[1]

اس قصے سے یہ واضح ہوتا ہے:۔

(۱) کہ جب نماز مکے میں فرض ہوئی اس وقت سے مسلمانوں کے مدینہ طیبہ میں آنے اور نبی ﷺ کی ہجرت تک نماز کے لئے اذان نہیں دی جاتی تھی۔ ان دنوں میں مسلمان نمازوں کے اوقات کا اندازہ کر کے جماعت کے لئے اکٹھا ہوتے تھے اور نماز پڑھتے تھے۔

(۲) نماز کے لئے اذان کے مقررہ الفاظ کے ساتھ اذان کا مشروع ہونا جس پر مسلمان مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گئے عبداللہ بن زید کے خواب کے بعد ہوا۔[2]

اور اس طرح پانچوں نمازوں کے ساتھ اذان مقرر ہو گئی۔ جس میں ایک انسان نماز کے لئے لوگوں کو پکارتا تھا۔ نہ جھنڈا، نہ آگ، نہ ناقوس اور نہ ہی نرسنگھا بلکہ وہ انسانی آواز جو افق میں گونج جاتی تھی۔ جو مسلمانوں کو ایک خاص شکل میں جو دین اسلام کے تمام مسائل کے

---

[1] ۸۱/۲ ۔ [2] الاذان للقوصی ص ۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ موافق تھی اور جس نے اہل اسلام کو اپنے لباس، اپنے طور طریقے اور اپنی ظاہری شکل میں دوسروں کی تقلید سے ممتاز کر دیا۔ بلکہ مسلمانوں کو اپنی تمام زندگی میں اپنے مذہب کے ساتھ ممتاز کر دیا۔

لہٰذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ نماز کے لئے اذان کی آواز سنے خواہ رات ہو یا دن اس پر لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوں اور وہ اللہ کی طرف پکارنے والے کی پکار کو سنیں اور قبول کریں۔ اور ان کے لئے کوئی عذر مانع نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان اور پہلی صف کا کتنا ثواب ہے اور وہ جگہ نہ پائیں تو اس کے لئے قرعہ اندازی کریں گے اسی طرح اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کو دوپہر کی نماز میں کتنا ثواب ہے تو وہ اس کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ اور اگر وہ جان لیں کہ اندھیرے اور صبح کی نماز میں کتنا ثواب ہے تو ان دونوں اوقات میں ضرور حاضر ہوں گے خواہ وہ گھٹنے کے بل آئیں۔[1]

نماز باجماعت کی ترغیب

نماز اپنے ظاہر اور حقیقت میں وحدت و اتفاق اور ربط باہمی کا ایک مکمل ڈھانچہ ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ کے لئے رکوع و سجود کرنے والا

---

[1] صحیح البخاری ۱/۱۵۲، کتاب الاذان باب ۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر فرد ایک ہی قبلہ کی طرف رخ کرتا ہے۔ایک ہی معبود کو پکارتا ہے۔ کرہ ارض کے مختلف خطوں کے سبھی لوگ ایک ہی گھر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ وہ پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لئے مکہ میں بنایا گیا۔ جس کی بنیادوں کو حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے اونچا کیا تھا کہ وہ عن قریب مسلمانوں کا قبلہ بنے گا۔ جب تک زمین اور اس پر رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ وارث بنائے رہے گا۔ اور لوگ رب العالمین کے سامنے (میدان حشر میں) کھڑے ہوں گے۔

نماز باجماعت بلندی درجات اور نیکیوں میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔ وہ منفرد کی نماز کے مساوی ہے۔ اور اس سے ستائیس درجہ بڑھ جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی کی نماز باجماعت تنہا نماز سے ستائیس گنا بڑھ کر ہے۔[1] فتح الباری [2] میں ابن حجر کی ان اسباب کی تعیین کے سلسلے میں مفید بحث ہے۔ جو مذکورہ درجات کا ذریعہ بنتے ہیں وہ یہ ہیں:

☆ نماز باجماعت کے ارادے سے مؤذن کی آواز پر لبیک کہنا۔

☆ اس کے لئے اول وقت میں چل کے جانا۔

☆ سکون واطمینان کے ساتھ مسجد کی طرف چلنا۔

☆ دعا کرتے ہوئے مسجد میں داخل ہونا۔

---

[1] صحیح مسلم ۱/۴۵۱۔ [2] ۲/۱۳۳، کتاب الاذان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ جماعت کا انتظار کرنا۔

☆ مصلی کے لئے فرشتوں کا نزول رحمت کی دعا کرنا۔

☆ اور طلب مغفرت کرنا۔

☆ اجتماعی طور پر عبادت کر کے شیطان کو ناراض کرنا۔

☆ قرآن کریم کو اچھے انداز میں تلاوت کرنے کیلئے مشق کرنا۔

☆ ارکان و متفرقات کا سیکھنا۔

☆ نفاق سے سلامتی۔

نمازی جب ایک امام کی اقتداء کرتے ہیں اور باہم مربوط صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ تو آپس کے سارے دنیاوی امتیازات ختم ہو جاتے ہیں۔ اور ہر شخص اپنی مادی حیثیت اور مرکز کو بھول جاتا ہے۔ محتاج و غنی، سردار و ماتحت، کالے گورے اور عرب و عجم سبھی ایک ہو جاتے ہیں۔ سبھی ایک ساتھ پہلو بہ پہلو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ اور اسی کی بندگی کرتے ہیں ایک کا سر دوسرے کے سر سے اونچا نہیں ہوتا اور نہ ایک دوسرے کے چہرے میں کوئی فرق نظر آتا ہے۔ اللہ وحدہ کو پکارتے ہیں اور اسی سے رشد و ہدایت کے طلب گار ہوتے ہیں ہر روز پانچ دفعہ شرح صدر، دل کی پاکیزگی۔ اور نفس کی صفائی کے ساتھ جمع ہوتے ہیں۔ اور اللہ سے تقرب چاہتے ہیں اپنے مال و دولت کے ذریعہ نہیں اور نہ جاہ و منصب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعہ بلکہ صرف اور صرف اپنے رب کی اطاعت کے ذریعہ ذات پاک ہی کی عبودیت کا اعتراف کرتے ہیں اسی سے ہدایت طلب کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے:

ایاك نعبد وایاك نستعین۔ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

اسلام اس بات کا شدید مطالبہ کرتا ہے کہ اس کے عظیم شعائر ہی مسلمانوں کے اجتماع کی آماجگاہ بنیں۔ تاکہ اس کی ادائیگی کے لئے ایک دوسرے کا تعاون حاصل کریں اور اس کی پاک فضا سے الفت و محبت کے پاکیزہ جذبات اور گہرے خلوص دریافت کریں۔ مسلمان کا اپنے بھائیوں کے ساتھ ارتباط میں جتنی مقدار کا اضافہ ہوگا۔ اتنی ہی ان پر اللہ کی رحمتیں بڑھتی چلی جائیں گی۔ امام مسلم نے جامع صحیح میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اس کے گھر اور بازار میں نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ افضل ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد آئے۔ اور نماز ہی اسے اس پر آمادہ کرے۔ اور نماز ہی اس کا مقصد ہو تو وہ جو قدم بھی چلتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے۔ اور اس کا ایک گناہ کم کردیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہوتا ہے۔ جب وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ نماز ہی کی حالت میں رہتا ہے۔ جب تک کہ نماز اسے روکے رہتی ہے۔ تم میں سے ہر اس شخص کے لئے فرشتے ہمیشہ نزول رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جو اسی جگہ بیٹھا رہے جہاں کہ اس نے نماز ادا کی ہے۔ وہ کہتے ہیں اے اللہ اس پر رحم فرما، اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس کی توبہ قبول فرما، جب تک کسی کو ایذا نہ دے اور بے وضو نہ ہو جائے۔

مسلمؒ ہی کی حضرت عثمانؓ کی روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ وہ ارشاد فرما رہے تھے جس شخص نے نماز کے لئے وضو کیا اور پورے طور پر وضو کیا۔ پھر فرض نماز کے لئے چلا۔ پھر اس کو لوگوں کے ساتھ یا جماعت کے ساتھ یا مسجد میں پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔[1] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: کہ جو شخص اس بات پر خوش ہو کہ کل وہ اللہ سے بحیثیت مسلمان ملے تو اسے چاہئے کہ پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی کرے جب اس کو ان نمازوں کیلئے پکارا جائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدایت کے طریقے مقرر فرمائے ہیں۔ اور یہ نمازیں انھیں ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں۔ اور اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھی جس طرح یہ پیچھے رہنے والا شخص اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم ۱/ ۲۰۸، کتاب الطہارۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ترک کر دیا۔ اور اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ترک کر دیا۔ تو تم گمراہ ہو گئے۔ اور جو شخص وضو کرتا ہے اور اچھا وضو کرتا ہے اس کے بعد ان مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف جانے کا قصد کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر جو کہ وہ چلتا ہے اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے اور اس کا ایک درجہ بڑھا دیتا ہے۔ اور اس کا ایک گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور بیشک ہم نے دیکھا ہے کہ نماز میں وہی شخص پیچھے رہتا تھا جو کھلا ہوا منافق ہوتا تھا۔ اور بیشک بعض وقت آدمیوں کو دو آدمیوں کے سہارے لایا جاتا یہاں تک کہ صف میں اس کو کھڑا کیا جاتا۔

اور دوسری ایک روایت میں ہے کہ بیشک ہم نے دیکھا کہ نماز سے وہی شخص پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق ظاہر تھا۔ یا مریض جو دو آدمیوں کے درمیان چلتا یہاں تک کہ نماز میں شامل ہوتا وہ بیان فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ہدایت کے طریقے سکھائے۔ اور ہدایت کے طریقوں میں سے یہ ہے کہ نماز اسی مسجد میں ادا کی جائے جس میں اذان دی جاتی ہو"۔[1]

ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ جس بستی میں تین آدمی ہوں اور اس بستی میں نماز نہ قائم کی جاتی ہو تو شیطان ان پر مسلط ہو جاتا ہے، پس تم لوگ جماعت کو لازم پکڑو بلاشبہ بھیڑیا اس بکری کو کھا جاتا ہے جو جماعت سے الگ ہو جاتی ہے۔[2]

---

[1] صحیح مسلم ۱/۴۵۳ [2] سنن ابی داؤد (۵۴۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغیر عذر نماز چھوڑنے کی ممانعت

جب عمومی لحاظ سے نماز کی یہ عظیم اہمیت و منزلت ہے۔ اور خاص طور سے نماز باجماعت کا بلند مرتبہ اور اس کے کثیر فوائد ہیں۔ تو اسلام نے اس کے بارے میں زیادتی کرنے والوں پر شدید نکیر کی ہے۔ اور اس کے ساتھ لاپرواہی برتنے والوں اور کوتاہی کرنے والوں کو دھمکی دی ہے۔ اور ان کو دردناک عذاب سے ڈرایا ہے اور ان کے گھر کی نماز کو اصل میں نماز ہی نہیں مانا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اذان دینے والے کی اذان سنی اور آواز کے پیچھے جانے سے کسی عذر نے نہیں روکا۔ لوگوں نے دریافت کیا: عذر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: خوف یا بیماری۔ تو جو نماز اس نے پڑھی ہے وہ نماز قبول نہیں کی جائے گی۔ (ابوداؤد)

انھیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اذان سنی اور اس آواز پر نہیں آیا۔ تو اس کی نماز ہی نہیں ہوگی۔ الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ ارشاد فرما رہے تھے کہ جب تین آدمی ہوں کسی گاؤں یا جنگل میں ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیان جماعت کے ساتھ نماز ادا نہیں کی جاتی ہو۔ تو شیطان لوگوں پر غالب آجاتا ہے۔ لہذا تم جماعت کی پابندی کرو۔ (مستدرک حاکم)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو دن میں روزے رکھتا تھا اور رات میں نماز قائم کرتا تھا لیکن نماز باجماعت اور جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوتا تھا تو انھوں نے (یعنی ابن عباس نے) فرمایا: یہ شخص جہنم میں جائے گا۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فجر اور عشاء کی نماز منافقین کے لئے سب سے مشکل ترین نماز ہے۔ اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نمازوں میں کیا اجر و ثواب ہے تو اس میں ضرور حاضر ہوں گے۔ خواہ وہ گھٹنے کے بل آئیں۔ میں نے یہ پختہ عزم کیا کہ میں لوگوں کو نماز کا حکم دوں اور جماعت کھڑی کر دی جائے پھر میں کسی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لے کر چلوں۔ جن کے پاس لکڑیوں کا گٹھر ہو۔ ان لوگوں کے یہاں جو نماز میں حاضر نہیں ہیں۔ پھر ان کے سمیت ان کے گھر کو جلا دوں۔ (صحیح مسلم)

ابن ھبیرہؒ بیان کرتے ہیں کہ نماز باجماعت مشروع ہونے پر تمام لوگوں کا اجماع ہے۔ اور اس کا مظاہرہ کرنا لوگوں میں واجب ہے۔ اگر کسی شہر والے اس سے رک جائیں۔ تو ان سے جنگ کی جائے گی۔"[1]

---

[1] الافصاح عن معانی الصحاح ۱/۱۴۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثواب اور فضیلت کے اعتبار سے نماز باجماعت کا مختلف ہونا

مندرجہ ذیل چند وجوہات کی بناء پر نماز باجماعت کی فضیلت اور اس کے اجر کی زیادتی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔

(۱) مقام کا تقدس اور جگہوں کا بدلنا۔ مسجد کا دور یا نزدیک ہونا یا اس کا قدیم ہونا۔

(۲) مسجد یا اس کے علاوہ جگہ میں نماز کی ادائیگی اور اسی طرح آبادی اور صحراء میں۔

(۳) پوری جماعت کا ملنا یا کچھ رکعتوں کا۔

(۴) مکمل نماز اور اس کی ہیئت و شکل کی پابندی، اور خشوع و خضوع کا لحاظ، جماعت میں کثرت تعداد، اس کی فضیلت اور امام کی فضیلت۔

(۵) فضیلت کے بڑھنے سے اجر میں اضافہ ہونے اور اس کے گھٹنے سے اجر میں کمی کی بناء پر نماز کا مختلف ہونا۔ اور اس کے علاوہ ان چیزوں کی بناء پر جن کا لحاظ جماعت میں کیا جاتا ہے۔

فائدے کیلئے اس مسئلہ کے بارے میں اہل علم کے اقوال:-

اس مسئلہ کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے ان کا دو قول ہے:

پہلا قول: جماعتیں فضیلت میں مساوی ہیں۔ ایک جماعت کی دوسری جماعت پر کوئی فضیلت نہیں۔ یہ قول بعض مالکیہ کا ہے امام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالک کا بھی یہی قول مشہور ہے۔ اور ان کا ظاہر مذہب یہی ہے۔[1]

دوسرا قول: جماعتیں فضیلت میں مختلف ہوتی ہیں۔ یہی امام شافعی اور جمہور علماء کا قول ہے۔[2]

دلائل:-

جو پہلے قول کے ماننے والے ہیں۔ انھوں نے مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

(۱) کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز باجماعت تنہا نماز سے ستائیس درجہ زیادہ افضل ہے۔[3]

(۲) حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ نماز باجماعت تنہا نماز پر پچیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔[4]

اسی سے استدلال کیا گیا ہے کہ جماعتیں فضیلت میں مساوی ہیں۔ خواہ جماعت کثیر ہو یا قلیل، دونوں برابر ہیں۔ کیوں کہ حدیث جماعت کی فضیلت پر دلالت کر رہی ہے۔ اور فضائل کے معاملے میں قیاس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جب حدیث ایک معین مقدار کی فضیلت پر دلالت کر رہی ہے قیاس کی ممانعت کے ساتھ، تو تقاضہ اس بات کا ہے کہ عدد مخصوص میں بھی برابری ہو۔ اس میں چھوٹی اور بڑی

---

[1] جواہر الاکلیل ۱/۷۶، [2] المجموع شرح المہذب، [3] صحیح البخاری ۶۴۵، [4] صحیح البخاری ۶۴۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں جماعتیں برابری میں شامل ہوں گی۔ کیوں کہ لفظ "جماعۃ" کی دلالت جس مفہوم پر ہوتی ہے۔ وہ اس کے مساوی ہے۔ جس کی تائید و تقویت اس روایت سے ہوتی ہے جو صحیح اسناد کے ساتھ ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ جب آدمی کسی اور آدمی کے ساتھ نماز پڑھے تو وہ دونوں، جماعت کا حکم رکھتے ہیں۔ ان کو پچیس گنا زیادہ ثواب ملے گا۔ [1] اور یہ اصل حصول کے لحاظ سے متفق علیہ ہے۔ [2]

دوسرے قول کے ماننے والوں کے دلائل:۔

دوسرے قول کے ماننے والے اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو اصحاب سنن کی ہے، اور جس کو ابن خزیمہ [3] اور ان کے علاوہ محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔ وہ حضرت ابی بن کعب کی مرفوع حدیث ہے:۔

"کہ آدمی کی نماز کسی اور آدمی کے ساتھ زیادہ پاکیزہ ہے اس کی تنہا نماز سے، آدمی کی دو آدمیوں کے ساتھ نماز زیادہ پاکیزہ ہے ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے سے، لوگ اور جتنے زیادہ ہوں گے تو وہ اللہ کے لئے اور زیادہ پسندیدہ بات ہو گی۔

ابو داؤد کی سنن [4] میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی یہ حدیث ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: نماز باجماعت پچیس نماز کے برابر ہے، کوئی اسے چٹیل میدان میں پڑھے اور اس کے رکوع اور سجود پورے طور پر مکمل

---

[1] فتح الباری ۲/۱۳۶، [2] العدۃ للصنوانی ۲/۱۰۷، [3] ۵۵۴۔ [4] ۱/۳۷۹ کتاب الصلاۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے وہ نماز پچاس نماز کے برابر ہو گی۔

زیادتی اجر اور فضیلت کے اعتبار سے جماعت مختلف ہوتی ہے اس کے دلائل بہت زیادہ ہیں اور عام ہیں۔ جن کا ذکر عنقریب میں کروں گا۔ ساتھ میں قول راجح بھی بیان کروں گا جس سے اس مسئلہ کو اور تقویت ملے گی۔

پہلے قول کی دلیل کا مناقشہ:۔

شوافع اور جمہور علماء نے بعض مالکیہ کی دلیل کہ جماعتیں فضیلت میں مساوی ہوتی ہیں۔ اس کا جواب یوں دیا ہے کہ یہ بات مان لی جائے کہ آدمی کی نماز کسی اور آدمی کے ساتھ جماعت کہلائے گی جس کا اجر پچیس گنا زیادہ ہے اور اصل حصول کے لحاظ سے متفق علیہ ہے۔ لیکن اس سے مزید فضیلت اور ثواب کی تردید نہیں ہوتی۔ خاص کر جبکہ صریح نص موجود ہے جس کی روایت اصحاب سنن نے کی ہے کہ "آدمی کی نماز کسی اور آدمی کے ساتھ زیادہ پاکیزہ ہے اس کی تنہا نماز سے........ الی آخر الحدیث۔ (فتح الباری)

راجح قول:۔

اور راجح امر جس کی تقویت دلائل سے ہوتی ہے۔ اور صحیح احادیث جو اس معنی و مفہوم کی وارد ہوئی ہیں وہ متفق ہیں کہ جماعتیں فضیلت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں متفق ہوتی ہیں۔ اور بعض بعض سے فضیلت اور زیادتی اجر میں فائق ہوتی ہیں۔ اس کے دلائل بہت زیادہ ہیں، ان میں سے یہ ہیں:۔

ابو داؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے جو پیچھے بھی گزر چکی ہے کہ نماز باجماعت پچیس نماز کے برابر ہے، جب اسے کوئی چٹیل میدان میں پڑھے اور رکوع و سجود پورے طور پر کرے تو وہی نماز پچاس نماز کے برابر ہوگی۔"

امام شوکانی نیل الاوطار[1] میں فرماتے ہیں: کہ حدیث چٹیل میدان میں نماز پڑھنے کی افضلیت پر دلالت کرتی ہے جس کے رکوع و سجود کو مکمل طور پر کیا گیا ہو۔ تو وہ پچاس نماز باجماعت کے برابر ہوگی۔ اسی طرح چٹیل میدان کی نماز ایک ہزار دو سو پچاس نماز بغیر جماعت کے مساوی ہوگی۔ اور ایسا اس وقت ہوگا جبکہ نماز باجماعت کا ثواب پچیس گنا زیادہ ہو۔ اور اگر اس کا ستائیس گنا زیادہ ثواب مان لیا جائے تو چٹیل میدان کی نماز ایک ہزار تین سو پچاس نماز کے برابر ہوگی۔ اور یہ مفروضہ اس وقت قائم کیا جائے گا جب کوئی منفرداً نماز پڑھے لیکن اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کا حساب منفرد کی نماز سے لگایا جائے کہ کتنا گنا زیادہ ثواب ملے گا۔ اور اللہ کا فضل تو وسیع ہے۔"

حافظ منذری نے قباث بن اشیمؓ سے روایت کی ہے کہ وہ بیان

[1] ۳/ ۱۴۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو آدمی کی نماز۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کی امامت کی ہو۔ وہ زیادہ صاف ستھری ہے اللہ کے نزدیک ان آٹھ آدمیوں کی نماز سے جنھوں نے الگ الگ پڑھی ہو۔ اور آٹھ آدمیوں کی نماز۔ ان میں سے کسی ایک نے سبھوں کی امامت کی ہو۔ وہ زیادہ صاف ستھری ہے ان سو آدمیوں کی نماز سے جنھوں نے الگ الگ نماز پڑھی ہو۔ اس کو طبرانی اور بزار نے روایت کی ہے، ایسی سند کے ساتھ جس میں کوئی نقص نہیں ہے۔[۱]

مسلم [۲] کی حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا اس نے آدھی رات قیام کیا۔ جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا اس نے پوری رات نماز پڑھی۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فجر کی نماز باجماعت افضل ہے عشاء کی نماز باجماعت سے۔ اور اس کی فضیلت عشاء سے دوگنی ہے۔[۳]

ابوداؤد نے اپنی سنن میں [۴] حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسجد سے جتنا زیادہ دور ہوا اتنا ہی زیادہ اس کا بڑا ثواب ہے۔

---

[۱] الترغیب والترہیب ۱/۲۶۵۔ [۲] صحیح مسلم ۱/۴۵۴ [۳] صحیح ابن خزیمہ ۲/۳۶۵۔ [۴] ۱/۳۷۷ کتاب الصلوٰۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصۂ بحث

نماز باجماعت جماعتوں اور اوصاف کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہے۔ بلکہ نماز۔ مقام اور امام کے مختلف ہونے سے بھی نماز باجماعت مختلف ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کا اجر و ثواب بھی مختلف ہو جاتا ہے۔

ایسا اختلاف تین مسجدوں یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی، اور مسجد اقصی کے علاوہ مقامات میں ہوتا ہے۔ کیوں کہ نص وارد ہے کہ ان مسجدوں کی نمازیں فی نفسہ فضیلت میں دوسری مساجد سے بڑھ کر ہیں۔ طبرانی نے الکبیر میں حضرت ابو درداء کی مرفوع روایت نقل کی ہے کہ مسجد حرام کی نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہوتی ہے۔ اور میری مسجد کی نماز ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔ اور بیت المقدس کی نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔[1]

اختلاف کا حاصل

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری[2] میں فرمایا ہے کہ:-

مذکورہ اختلاف سے اتنی بات تو ضرور سامنے آتی ہے کہ جو جماعت کے مختلف ہونے کے قائل ہیں وہ زیادہ ثواب کے حصول کے لئے مطلقا

---

[1] نیل الاوطار ۸/ ۲۶۲۔ [2] ۲/ ۱۳۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعادۂ جماعت کو مستحب سمجھتے ہیں۔ اور دوسرے یعنی جماعت کو مختلف نہ ماننے والے تو وہ مستحب نہیں جانتے، اور ان میں سے کچھ لوگوں نے تفصیل کی ہے اور کہا ہے کہ جو زیادہ علم والا ہو اور متقی و پرہیزگار ہو۔ ان کی اقتداء میں اعادۂ جماعت کیا جائے یا مقدس جگہ ہو تو وہاں اعادہ کیا جائے۔ اور امام مالک اخیر یعنی مقدس مقام پر اعادے سے متفق ہیں۔ لیکن تین مساجد تک ہی وہ محدود کرتے ہیں۔ اور ان سے مشہور دو ہی مسجدوں کے بارے میں ہے یعنی مسجد حرام اور مسجد نبوی۔

اپنی بات

صحیح یہ ہے کہ اعادہ نہ کیا جائے، لیکن اگر کسی نے بغیر اعادہ کی نیت سے حصول ثواب کی خاطر نماز پڑھ لی تو وہ مشروع ہے اور اس کی یہ نماز نفل ہو گی۔

کیوں کہ حاکمؒ نے مستدرک میں [1] حضرت جابر بن زید کی روایت نقل کی ہے اور وہ اپنے باپ زید سے روایت کرتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منیٰ میں نماز پڑھی، جب آپؐ نے سلام پھیرا تو لوگوں کے بالکل اخیر میں دو آدمیوں کو دیکھا آپؐ نے ان دونوں کو بلایا اور کہا: تم دونوں کو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟ ان دونوں نے جواب دیا یا رسول اللہ ہم لوگوں نے اپنے خیمے میں نماز پڑھ لی، آپؐ نے فرمایا: ایسا مت کرنا، جب تم میں سے کوئی شخص اپنے خیمے میں نماز پڑھ لے

[1] ۱/ ۲۴۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس نے امام کی اقتدا میں نماز کو پایا تو چاہئے کہ وہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھ لے اور اس کی یہ نماز نفل ہو گی"۔

نماز با جماعت کیلئے چلنے اور اس کی طرف نکلنے کے آداب:۔

مستحب یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے مسجد جانے کے ارادے سے نکلے تو خشوع و خضوع کے ساتھ باوضو ہو کر نکلے، کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إن الله يحب التوابين و يحب المتطهرين" (البقرة: ٢٢٢) بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اور اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل نہ کرے، کیوں کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: کہ جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے تو اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد جانے کے ارادے سے نکلے تو اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے میں داخل نہ کرے کیوں کہ وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔ (ابوداؤد)

اور مستحب یہ ہے کہ صورت و شکل صاف ستھری اور آراستہ پیراستہ ہو اور عمدہ لباس سے مزین ہو، کیوں کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ آدمی دیکھنے میں خوبصورت ہو اور صورت و شکل سے شرافت ٹپک رہی ہو، آدمی کی اس خصلت کو آداب نماز سے جوڑ دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یابنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد، وکلوا واشربوا ولاتسرفوا" (الاعراف: ۳۱) اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے تئیں مزین کیا کرو۔ اور کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔

اور آپؐ مسلمانوں کو اس بات کی تعلیم دیا کرتے تھے کہ وہ ان امور کی طرف توجہ دیں۔ اور خاص معاملات میں ان کا التزام اور پابندی کریں یہاں تک کہ صورت و شکل اور لباس میں خوبصورت اور پسندیدہ دکھائی دیں۔ امام مسلم نے اپنی جامع صحیح میں روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر و غرور ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! انسان تو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کے جوتے عمدہ ہوں، آپؐ نے فرمایا: اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے، کبر حق کے مقابلے میں اکڑنا اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنا ہے"[۱]

بیشک زیبائش و آرائش اور حسن صورت ایسی ہونی چاہئے کہ اس میں بے جا اسراف اور تکلف نہ ہو، بعد اس کے کہ آدمی اسلام کے آداب سے پورے طور پر واقف ہو جو اپنے ماننے والوں کو بلند مرتبہ اور خوش شکل دیکھنا چاہتا ہے۔

نماز باجماعت کے لئے چلنے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی

۱؎ مسلم کتاب الایمان ۱ر ۹۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاف ستھرا اور ان تمام چیزوں سے پاک وصاف ہو کر نکلے جن سے اس کی شخصیت پر غلط اثر پڑ سکتا ہے یا اس کے لئے عیب بن جائیں۔ تو سب سے پہلے منہ کی صفائی کرے۔ دانتوں میں خلال کرے، اس کے اندر جو آلائشیں ہوں ان کو صاف کرے۔ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسواک کرو، کیوں کہ مسواک منہ کی صفائی اور رب کی رضامندی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب بھی آئے انہوں نے مسواک کی تاکید کی، یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہیں وہ مجھ پر اور میری امت پر فرض نہ کر دیا جائے، اگر مجھے امت کے مشقت اور پریشانی میں پڑ جانے کا خوف اور اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس پر مسواک کرنا فرض قرار دے دیتا۔ اور میں اتنی کثرت سے مسواک کرتا ہوں کہ اپنے مسوڑھے زخمی کرنے کا خدشہ پیدا ہو جاتا ہے'۔(ابن ماجہ)

اسی طرح آدمی پر ضروری ہے کہ وہ بدبودار چیزوں سے پرہیز کرے۔ کیوں کہ اسلام نے اس شخص کو مسجد آنے سے منع کیا ہے جس نے لہسن، یا پیاز، یا گندنا یا مولی کھائی ہو۔ اور اسی طرح کی دوسری اشیاء جو بدبودار ہوں جس کی بو مسلمان بھائیوں کو تکلیف پہنچائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے لہسن یا پیاز کھائی ہو تو چاہئے کہ وہ ہم سے الگ تھلگ رہے۔ اور ہماری مسجد سے بھی الگ رہے اور اپنے گھر ہی میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیٹھا رہے"۔ [1] (متفق علیہ) اور اس باب کی حدیثیں بہت زیادہ ہیں۔

پیاز اور لہسن ہی کی مثل اس دھواں کی بدبو بھی ہے جو تمباکو نوشی کرنے والوں کے منہ سے نکلتی ہے یہ بھی فرشتوں اور نمازیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے تو چاہئے کہ مسلمان اس سے بھی پرہیز کریں۔

اسی طرح ان چیزوں سے بچنا مسنون ہے جو آداب نماز کے منافی ہوں، مثلاً انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرلینا، بہت زیادہ دائیں بائیں دیکھنا، آواز کو بلند کرنا، دوڑنا، بلکہ آدمی اس طرح چلے کہ وقار وسنجیدگی اس پر طاری ہو۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب نماز کھڑی کی جائے تو تم اس کی طرف دوڑتے ہوئے نہ آؤ۔ بلکہ چلتے ہوئے اس حال میں آؤ کہ تم پر سکینت طاری رہے۔ تم جتنی نماز پاؤ اسے پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے اس کو پوری کرلو"۔ [2]

آداب میں سے یہ بھی ہے کہ گھر سے نکلنے، مسجد کی طرف جانے اور اس میں داخل ہونے اور نکلنے کی جو دعائیں وارد ہوئی ہیں ان کو پڑھے۔ وہ دعائیں یہ ہیں:

گھر سے کہیں بھی جانے کے لئے نکلے یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

ابوداؤد نے اپنی سنن میں [3] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی یہ

---

[1] فیض القدیر ۶/۸۴۔ [2] ۴۲۰/۱ کتاب المساجد [3] ۳۲۸/۵ کتاب الآداب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدمی گھر سے نکلے تو کہے۔ **بسم الله توکلت علی الله لاحول ولاقوة الا بالله** اللہ تعالیٰ کے نام سے میں نے اللہ پر بھروسہ کر لیا اللہ کے علاوہ کوئی طاقت وقوت کا ذریعہ نہیں۔

آپؐ نے فرمایا: اس وقت کہا جاتا تم ہدایت پاگئے اور تمہارے لئے کافی ہو گیا اور تم بچا لئے گئے۔ تو شیاطین اس سے دور ہو جاتے ہیں تب ایک دوسرا شیطان کہتا ہے: تمہارا بس ایسے شخص پر کیسے چل سکتا ہے جس کو ہدایت دے دی گئی ہو اور اس کے لئے کافی ہو گیا ہو اور اس کو بچا لیا گیا ہو۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب گھر سے نکلتے تو یہ دعا پڑھتے:

بسم الله توكلت على الله اللهم إني أعوذبك أن أضل أوأضل أو أزل أوأزل، أوأظلم أوأظلم، أوأجهل أويجهل علي. (ترمذی)

اللہ تعالیٰ کے نام سے، میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، اے اللہ میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں کسی کو گمراہ کروں یا میں گمراہ کیا جاؤں یا لغزش مجھ سے ہو جائے یا کسی کو لغزش میں ڈال دوں یا میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا میں جہالت کا ثبوت دوں یا میرے ساتھ جہالت کی جائے۔

جب مسجدؑ پہنچے تو اپنے دائیں پیر کو آگے بڑھائے تو جو منقول دعا ہے وہ پڑھ لے۔ اس میں سے ایک دعا وہ ہے حضرت فاطمۃ بنت رسول اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ "آدمی جب مسجد میں داخل ہو تو آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجے" اس کے بعد یہ دعا پڑھے: "اللهم اغفرلی ذنوبی وافتح لی أبواب رحمتك" اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور جب نکلے تو محمد ﷺ پر درود وسلام بھیجے اور یہ دعا پڑھے: "اللهم اغفرلی ذنوبی وافتح لی أبواب فضلك" [1] اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔

جب اس جگہ پہنچے جہاں وہ مسجد میں بیٹھتا ہے سلام کرے اتنی آواز میں جس کو قریب کا آدمی سن لے۔ اور اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک تحیۃ المسجد نہ پڑھ لے۔ کیوں کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو چاہئے کہ دو رکعت نماز پڑھ لے"۔ [2] (مسلم) بیٹھنے کے لئے پہلی صف کا انتخاب کرے، داہنے طرف بغیر کسی مزاحمت کے، کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: "بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں میں داہنی طرف بیٹھنے والوں کے لئے نزول رحمت کی دعا کرتے ہیں"۔ [3] امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ صف کی داہنی طرف کا قصد کرے کیوں کہ وہ خیر وبرکت کا باعث ہے۔ اس جانب

---

[1] مسند امام احمد جلد ۶/ ۲۸۳، [2] صحیح مسلم ۱/ ۴۹۵، [3] ابوداؤد (۶۷۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیٹھنے والے پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور ایسا اس وقت کیا جائے جب وسیع جگہ ہو۔ اس طرف بیٹھنے والوں کو کوئی ایذا نہ پہنچے اور مسجد میں صفوں کی داہنی جانب خالی نہ رہ جائے"۔[1]

بہتر یہ ہے کہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔ دل کو اللہ کی جانب مائل کرنے، اور لوگوں کی گردنوں سے نہ پھاندے، اور کسی سے جگہ کے لئے نہ جھگڑے۔ یا صف میں تنگی نہ پیدا کرے۔ نہ تھوکے اور نہ کھنکھارے، نہ انگلیاں چٹخائے اور نہ انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرے، جس چیز سے وہ متفق نہیں ہے اس سے کنارہ کش رہے، مسجد کے وقار اور حرمت کا خیال رکھے۔

نماز باجماعت کس کیلئے مشروع ہے؟

نماز باجماعت مندرجہ ذیل افراد کے لئے مشروع ہے:

(۱) مرد کیلئے جماعت واجب ہے لیکن: بالاجماع جماعت عورتوں کے لئے لازم نہیں۔

ہاں نماز باجماعت ان کے حق میں سنت ہے جب وہ فتنے سے محفوظ ہوں، اور گھر سے مسجد کی طرف نکلتے وقت اسلامی آداب کی پابندی کریں۔ اس مسئلہ کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب آئے گی۔

ممیّز اور معذور مردوں پر بھی جماعت واجب نہیں۔ کن عذروں کی

[1] فیض القدیر ۲/۲۷۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بناء پر جماعت میں شرکت نہ کرنے کی رخصت ہے اس کی تفصیل بھی آئندہ عنقریب آئے گی۔

(۲) آزاد: اس لئے کہ غلام اپنے آقا کے کام میں مصروف رہتا ہے۔ لہٰذا جماعت کو واجب قرار دینے سے اس کو مشقت اور پریشانی ہو گی، مشقت و پریشانی کو دور کرنے کا حکم شریعت میں وارد ہو چکا ہے۔ اور ہیجڑوں اور زنخوں پر بھی جماعت واجب نہیں۔

(۳) ایسا عذر نہ ہو جو آدمی کے لئے ادائیگی فرض سے رکاوٹ بن جائے یا وہ مشقت میں پڑ سکتا ہو، یا ایسے عذر کے سبب جس سے جماعت میں تاخیر کرنا مباح ہو۔

(۴) جو نماز ادا کی جانے والی ہے وہ فرض ہو۔ (جہاں تک سنت نماز کا تعلق ہے اس میں جماعت واجب نہیں ہے اور نہ نذر مانی ہوئی نماز میں، اور نہ نماز کسوف (سورج گرہن ہونے پر نماز) میں، نہ پنج وقتہ نمازوں کی قضا میں، کیوں کہ پنجوقتہ نمازوں کی قضا کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ اور ان حالات میں کہ جن میں نماز کو قضا کرنا ہی لازم ہے با جماعت واجب نہیں ہے) کیوں کہ نص شرعی سے صرف قضا کا حکم وارد ہوا ہے۔[1]

جماعت کے لئے مطلوبہ تعداد

دو آدمیوں کے ساتھ نماز کی جماعت منعقد ہو سکتی ہے، یہ اس کی کم

[1] الروض الربع بشرح زاد المستقنع ۱/۲۵۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کم تعداد ہے۔ ایک امام اور اس کے ساتھ دوسرا آدمی، تعداد جتنی زیادہ ہو گی وہ جماعت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی ہی محبوب ہو گی۔ ارشاد نبوی ہے: ”آدمی کی نماز کسی دوسرے آدمی کے ساتھ زیادہ پاکیزہ ہے تنہا نماز سے“۔ اس کی دو آدمیوں کے ساتھ نماز زیادہ پاکیزہ ہے ایک آدمی کے ساتھ نماز سے، اس کی تعداد میں جتنا اضافہ ہو گا وہ اتنی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہوتی چلی جائے گی“۔ (مستدرک حاکم)

دو افراد میں سے ایک بچہ ہو یا عورت تب بھی ان کے ساتھ جماعت منعقد ہو سکتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے اپنی خالہ میمونہ کے یہاں شب گزاری، تو نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور رات کی نماز پڑھنے لگے۔ میں بھی ان کے ساتھ نماز کے لئے ان کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے میرا سر پکڑا اور مجھے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ (صحیح بخاری)

صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو (یعنی انس بن مالکؓ) اور ان کی ماں یا خالہ کو نماز پڑھائی وہ بیان کرتے ہیں: تو مجھ کو اپنے دائیں جانب کھڑا کیا۔ اور عورت کو ہمارے پیچھے کھڑا کیا۔ (صحیح مسلم)

وزیر ابن هبیره ”الافصاح“ میں لکھتے ہیں: کہ اس بات پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ جمعہ کی نماز کو چھوڑ کر فرض نماز کی جماعت دو آدمیوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعہ منعقد ہو سکتی ہے ایک امام، دوسرا اس کے دائیں جانب کھڑا مقتدی۔[1]
ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جماعت دو یا ان سے زائد افراد کے ذریعہ منعقد ہو جاتی ہے۔ اس میں کسی اختلاف کا ہمیں علم نہیں۔
حضرت ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"دو اور ان سے زیادہ تعداد جماعت کا حکم رکھتی ہے۔ (ابن ماجہ)
ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (نبی ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت حذیفہؓ کی امامت کی۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن مسعود کو نماز پڑھائی۔ اور ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی امامت کی، اگر آدمی اپنے غلام یا اپنی بیوی کو نماز پڑھائے تو جماعت کی فضیلت پالے گا۔ اگر کسی نے بچہ کو نماز پڑھائی تو ایسا نفل نماز میں جائز ہے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے عبداللہ بن عباس کو نفل نماز پڑھائی جبکہ وہ بچے تھے۔ اگر کسی نے بچے کو فرض نماز پڑھائی تو جماعت منعقد نہیں ہو گی۔ بقول امام احمد، کیوں کہ وہ امام ہونے کے لائق نہیں ہوتا ناقص الحال ہونے کی بناء پر لہٰذا وہ اس شخص کے مثل ہو گیا جس کی نماز ہی صحیح نہیں ہوتی۔ ابو الحسن آمدی کہتے ہیں کہ: اس مسئلے کے بارے میں دوسری روایت ہے کہ اس کا (یعنی بچہ کا) امام بننا درست نہیں کیوں کہ اس کی نماز نفل ہوتی ہے۔ لہٰذا کسی فرض نماز پڑھنے والے کا مقتدی بننا اس کے لئے جائز ہے جس طرح بالغ کے لئے

---

[1] الافصاح عن معانی الصحاح ۱/۱۵۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے اس شخص کے بارے میں جس کی جماعت فوت ہو گئی تھی۔ جو شخص اس میں ثواب حاصل کرنا چاہے تو اپنے ساتھ کسی کو نماز میں شامل کر لے، احناف و شوافع کا بھی راجح قول یہی ہے۔ جہاں تک مالکیہ کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک خواہ فرض ہو یا نفل باشعور بچے کے ساتھ جماعت منعقد نہیں ہوتی۔[۱]

خلاصہ بحث

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جماعت کی کم سے کم مقدار ہے ایک امام اور ایک مقتدی خواہ بچہ کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو احناف کے نزدیک حنابلہ کے نزدیک فرض نماز بچہ کے ساتھ جائز نہیں البتہ نفل نماز جائز ہے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے عبداللہ بن عباس کو تہجد کی نماز پڑھائی جبکہ وہ بچے تھے۔[۲]

میری رائے

اقرب الی الصواب یہ ہے کہ بچے کی فرض نماز کی امامت صحیح ہے جس طرح نفل کی امامت صحیح ہے، کیوں کہ دلائل عام ہیں اور اس مسئلے میں سب سے کھلی ہوئی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے عمر بن مسلمہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے والد سے فرمایا:

ولیؤمکم أکثرکم قرآناً منظروا فلم من احد اکثر قرآنا منی لما کنت آتلقی من الرکبان فقد مونی بین أیدیھم وانا ابن

---

[۱] المغنی لابن قدامہ ۲/۷۷۱۔ [۲] بدائع الصنائع ۱/۱۵۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ست سنين او سبع ستين" اور تمہاری امامت وہ شخص کرائے جو تم میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والا ہو، لوگوں نے جب نظر ڈالی تو مجھ سے زیادہ قرآن پڑھنے والا کوئی نہیں تھا۔ کیونکہ گذرنے والے قافلوں سے سیکھا کرتا تھا تب لوگوں نے (امامت کیلئے) مجھے اپنے آگے کیا اور اس وقت میں چھ یا سات سال کا تھا۔ لہٰذا صحابہ کرام کا حضرت عمرو کو امامت کیلئے آگے بڑھانا اس بات کی دلیل ہے کہ چھوٹے ہوشیار بچے کی امامت صحیح ہے۔ اگر چھوٹے بچے کی امامت جائز نہ ہوتی تو اس کو منع کرنے کیلئے وحی نازل ہوئی ہوتی، اور اس میں نفل اور فرض کا بھی کوئی فرق نہیں ہے، سوائے اس مسئلے میں جس کے بارے میں دلیل وارد ہوئی ہے کہ جانور کے اوپر نفل پڑھی جاسکتی ہے فرض نہیں۔ واللہ اعلم۔

نماز باجماعت پالینے سے متعلق مسائل

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ نماز کا کون سا حصہ پاکر آدمی کو امام کے ساتھ جماعت مل جاتی ہے۔ اس کے بارے میں دو قول ہیں۔

پہلا قول: ایک رکعت کے پالینے سے پوری جماعت مل جاتی ہے۔ مالکیہ اور شافعیہ میں سے امام غزالی اسی بات کے قائل ہیں۔ امام احمدؒ سے ایک روایت یہی منقول ہے، ابن ابی موسیٰ کا ظاہر قول یہی ہے، ابن تیمیہؒ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور شیخ عبدالرحمن بن سعدی رحمہم اللہ نے بھی اسی کو اپنایا ہے۔

[1] جواہر الاکلیل ۱/۷۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تمام حضرات نے مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

(۱) حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک رکعت نماز امام کے ساتھ پالی تو اس نے نماز پالی"۔ (متفق علیہ)

(۲) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے جمعہ یا اس کے علاوہ نماز کی ایک رکعت پالی تو اس نے وہ نماز پالی"۔ (ابن ماجہ)

وجہ استدلال:

حدیث صراحت کے ساتھ دلالت کررہی ہے کہ جس نے نماز جمعہ یا اس کے علاوہ نماز میں سے ایک رکعت پالی اس نے وہ نماز پالی۔ اور نماز باجماعت نماز ہی میں داخل ہے۔ لہٰذا ایک رکعت پائے بغیر اس کا پایا جانا صحیح نہیں ہوگا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کی دو دلیلیں بیان کی ہیں: [۱]

پہلی دلیل: تکبیر کی مقدار پر شارع نے کوئی حکم نہیں لگایا، نہ تو وقت کے سلسلے میں اور نہ جماعت کے بارے میں، اتنی مقدار شارع کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی لہٰذا اس کا اعتبار جائز نہیں، شارع نے ایک رکعت کے پالینے کے بعد حکم لگایا ہے۔

دوسری دلیل: رکعت سے کم کوئی بھی چیز نماز شمار نہیں ہوتی لہٰذا

---

[۱] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۳/ ۳۳۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب کو منفرد کی نماز مانا جائے گا۔ اور امام کے ساتھ جو حصہ مقتدی کو مل جائے اس سے ثواب کی امید نہ کرے۔ امام اور وہ نماز کے جس حصہ میں اکٹھا ہوئے وہ اسی کی (یعنی مقتدی کی نماز شمار ہوگی اور پوری نماز منفرد کی نماز کہلائے گی)۔

دوسرا قول: امام کے سلام پھیرنے سے پہلے ایک تکبیر پالینے سے جماعت مل جاتی ہے۔ احناف و شوافع اسی کے قائل ہیں۔ امام احمد سے مشہور روایت یہی منقول ہے اور اکثر صحابہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[1]

انہوں نے استدلال اس روایت سے کیا جو حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب نماز کھڑی کی جائے تو تم اس کی طرف دوڑتے ہوے نہ آؤ۔ اور اس کی طرف چل کر آؤ ایسے حال میں کہ تم باوقار اور پرسکون رہو نماز کا جو حصہ تم پالو اس کو پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے اس کو مکمل کرلو۔[2]

وجہ استدلال:۔

جو امام کو سجدہ یا اخیر تشہد میں بیٹھا ہوا پالے وہ مدرک (یعنی جماعت کو پالینے والا) سمجھا جائے گا۔ تو نماز کا جو حصہ اس سے چھوٹ گیا ہو اس کو مکمل کرلے۔ اور امام کے سلام پھیرنے سے پہلے جو تکبیر کہہ لے وہ جماعت کو پاجانے والا سمجھا جائے گا۔

---

[1] حاشیہ ابن عابدین ۵۹/۲ [2] صحیح مسلم ج ۱/ ۴۲۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو عمر ابن قدامہ نے بھی دو دلیلیں بیان کی ہیں:-

پہلی دلیل: جس نے امام کے ساتھ نماز کے ایک جزء کو بھی پالیا گویا کہ اس نے پوری ایک رکعت پالی۔

دوسری دلیل: جس نے امام کے ساتھ نماز کا کچھ حصہ پایا اور اس کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہی۔ اس پر لازم ہے کہ وہ اس حالت کی جس میں وہ ہے اس کی نیت کرے یعنی اس کا مقتدی ہونا۔ پھر مناسب یہ ہے کہ جماعت کی فضیلت کو بھی وہ پالے۔[1]

راجح قول:-

دونوں قول، ان کے دلائل اور دو علماء نے جو علتیں بیان کیں ان پر غور و فکر کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پہلا قول راجح ہے۔ اور اس متنازعہ محل میں صحیح حدیث سے اس کو دلیل ملتی ہے۔ تو یہاں جو استدلال کیا گیا ہے وہ ظاہر حدیث سے ثابت ہو رہا ہے۔ اور جو ظاہر حدیث سے صراحت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہو وہ مقدم ہوتا ہے اس مفہوم پر جو حدیث سے اخذ کیا گیا ہو۔ یہ اصول فقہ کا مقررہ دستور ہے۔[2]

نماز باجماعت ادا کرنے کی جگہ، مساجد کو آباد رکھنے اور اس کی طرف چل کر جانے کی فضیلت

نماز باجماعت یا تو مسجد میں ہوتی ہے یا اس کے علاوہ جگہوں میں۔

---

[1] المغنی ۲/۱۷۷ [2] اثر الاختلاف فی قواعد الاصولیۃ فی اختلاف الفقہاء ص ۱۴۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) مساجد کو آباد رکھنا اور اس کی طرف چل کر جانا:-

مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔ جہاں اس کی عبادت اور بندگی کی جاتی ہے اور جہاں اس کا ذکر کیا جاتا ہے وہ رشد وہدایت کے مینار ہیں اور دین ومذہب کی شناخت، اللہ نے اسے اپنی طرف نسبت کر کے عزوشرف بخشا ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ **وأن المساجد لله فلاتدعوا مع الله أحدا** (الجن:۱۸) اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کی ہیں، تم اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

مسجدیں تعمیر کی جاتی ہیں نماز کے لئے، ذکر الٰہی کے لئے، تلاوت قرآن کے لئے، اللہ سے قربت اور اس کے دربار میں جھکنے کے لئے، اس کے پاس جواجر وثواب ہے اس کے شوق میں۔

مسجدیں آباد رکھنا اللہ عزوجل سے عظیم قربتوں کا ذریعہ ہے۔ مسجدوں کو آباد کرنے کا مطلب اس کی تعمیر، صاف صفائی، اس میں چٹائیاں بچھوانا اس کو روشن رکھنا ہے۔ اور اس کے علاوہ مسجدوں کا خیال جس طرح رکھنا چاہیئے وہ سب کرنا مسجد کو آباد کرنا ہے۔ اسی طرح اس میں اعتکاف کرنا، جماعتوں کے لئے کثرت سے آنا جانا، نماز پڑھنا، مسجد میں نافع اور فائدہ بخش علوم کی تدریس تلاوت کلام پاک کرنا، قرآن سیکھنا سکھانا مسجدوں کو آباد کرنا ہے۔ احادیث میں مسجدوں کو آباد رکھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور اس کی ترقی وتعمیر اور اس کی نگرانی کرنے میں عظیم اجر بتایا گیا ہے۔ صحیح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ "جس نے اللہ کے لئے مسجد کی تعمیر کی (بکیر کہتے ہیں میرا گمان یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ اللہ کی رضا اور خوشنودی چاہتا ہو) تو اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا"۔[1]

یعنی خالص اللہ کے لئے اور اس کی رضا و خوشنودی کی چاہت میں کوئی ریاکاری نہیں۔ اور نہ شہرت کی خاطر، اور نہ اس بناء پر مسجد کی تعمیر کرے کہ لوگ اس کی تعریف کریں گے۔ اور نہ کسی غرض اور فائدہ کے حصول کے لئے۔

جس طرح مسجدوں کو آباد رکھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اسی طرح مسجدوں کو نماز کے لئے تیار رکھنے اور مسجدوں کے امور و معاملات کو انجام دینے والے کی تعریف و توصیف کی بھی ترغیب دلائی گئی ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک سیاہ فام عورت جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ یا ایک نوجوان (یہاں راوی کو شک ہے) وہ رسول اللہ ﷺ کو نظر نہیں آرہے تھے، آپؐ اس عورت یا نوجوان کے بارے میں دریافت کیا، لوگوں نے بتایا کہ ان کا تو انتقال ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا: "تو پھر تم لوگوں نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے اس عورت یا نوجوان کی موت کو کوئی اہم معاملہ نہیں سمجھا (لہٰذا حضور ﷺ کو اطلاع دیئے بغیر تدفین کر دی) پھر

---

[1] صحیح البخاری (۴۵۰) صحیح مسلم (۵۳۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ نے فرمایا: "اس کی قبر بتاؤ، لوگوں نے اس کی قبر بتائی آپؐ نے اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ارشاد فرمایا: یہ قبریں ان میں رہنے والوں کے لئے تاریکیوں سے بھری ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری نماز سے ان کی قبروں کو منور کردے گا"۔ (صحیح مسلم ج ۲/ ۶۵۸)

ادائیگی نماز کے لئے مسجد کی طرف چل کر جانے، مسجد میں ذکر و اذکار اور تلاوت کلام پاک کی فضیلت صراحت کے ساتھ نصوص صحیحہ میں آئی ہے۔ مسجد میں جانے والا اللہ کی نگرانی اور اس کی رحمت کے سایہ میں ہوتا ہے جب تک وہ مسجد میں بیٹھا رہتا ہے اور بیٹھنے کے آداب کا خیال رکھتا ہے۔ اللہ عزوجل کی جانب دل سے مائل رہتا ہے اور آدمی کی مسجد کی نماز اس کے گھر اور بازار کی نماز سے پچیس یا ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔ اور نصوص سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو شخص تاریکیوں میں مسجد چل کر جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن منور کردے گا۔ اسی طرح جو شخص صبح یا شام مسجد جاتا ہے تو وہ جب جب صبح یا شام مسجد جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں خوان تیار کرتا ہے۔ یہ بہت بڑی فضیلت ہے اس سے غافل کاہل اور خیر و برکت سے محروم شخص ہی بے توجہی اور غفلت برتے گا۔ دینی بھائیو! یہ چند احادیث میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہیں جو ان تمام امور پر دلالت کرتی ہیں جن کی میں نے نشاندہی کی ہے۔ تاکہ اس کے بارے میں اچھی طرح معلومات ہوجائے اور عظیم ثواب کی طرف رہنمائی مل جائے۔ اور آپ تمام مسلمان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائیوں کو اس بات پر ابھارے کہ دینی شعائر کے اس اہم رکن کو تمام مسلمان اکٹھا ہو کر مسجدوں میں انجام دیں۔ تاکہ دنیا و آخرت دونوں میں اجر و ثواب اور اللہ کی خوشنودی ورضامندی کو حاصل کر سکیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کی نماز (مسجد میں جماعت کے ساتھ) اس کے گھر اور بازار کی نماز سے پچیس درجہ زیادہ ہوتی ہے پس تم میں سے کوئی وضو کرے تو اچھی طرح وضو کرے اور مسجد نماز ہی کے ارادے سے آئے تو وہ جو قدم بھی چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے۔ اور اس کی ایک غلطی معاف فرمادیتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہوتا ہے۔[۱] مسجد میں جانے والا اللہ کی نگرانی اور اس کی رحمت کے سایہ میں رہتا ہے جب تک وہ مجلس کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے مسجد ہی میں بیٹھا رہتا ہے اور اس کا دل اللہ کی جانب متوجہ رہتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کیا میں تمہیں وہ چیزیں نہ بتاؤں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور درجات بڑھادیتا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا ہاں کیوں نہیں یارسول اللہ! آپؐ نے ارشاد فرمایا: مشقت کے باوجود پوری طرح مکمل وضو کرنا، زیادہ تر مسجد پیدل چل کر جانا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، تمہارا یہ عمل جہاد ہے۔ تمہارا یہ عمل جہاد ہے، تمہارا یہ عمل جہاد ہے۔[۲]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

في بيوت أذن الله أن ترفع ويذكر فيها اسمه، يسبح له فيها بالغدو والآصال، رجال	وہ قندیل ان گھروں میں ہے جن کے بارے میں خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلند کئے جائیں (اور) وہاں خدا کے نام کا ذکر کیا جائے اور ان میں صبح و شام اس کی تسبیح

۱۔ رواہ البخاری (۶۴۷) ۱۳۱/۲۔ ۲۔ صحیح مسلم ج ۲۱۹/۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاتلهيهم تجارة ولابيع عن ذكر الله واقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة، يخافون يوما تتقلب فيه القلوب والأبصار ليجزيهم الله أحسن ما عملوا ويزيدهم من فضله والله يرزق من يشاء بغير حساب

(النور: ۳۶، ۳۷، ۳۸)

کرتے رہیں۔ (یعنی ایسے) لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت وہ اس دن سے جب دل (خوف اور گھبراہٹ کے سبب) الٹ جائیں گے۔ اور آنکھیں (اوپر کو چڑھ جائیں گی) ڈرتے ہیں۔ تاکہ خدا ان کو ان کے عملوں کا بہت اچھا بدلہ دے اور اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا کرے۔ اور جس کو چاہتا ہے خدا بے شمار رزق دیتا ہے۔

اس موضوع سے متعلق آیتیں اور احادیث بہت زیادہ ہیں، لہٰذا مناسب یہ ہے کہ جو لوگ مسجد کے امور کو انجام دیتے ہیں اور اس کے ذمہ دار ہیں خواہ افراد ہوں یا تنظیمیں یا وزارتیں ہوں اور اس کے علاوہ کوئی بھی مسجدوں کو آباد رکھنے پر توجہ دیں، اس کی تعمیر کے ذریعہ، اس میں سہولیات فراہم کر کے، اس کی صاف صفائی کرنا چٹائیاں بچھوانے روشنی کا انتظام، پانی کا انتظام، اس کو ایرکنڈیشنڈ بنوانے اور اس کے علاوہ مسجدوں پر توجہ دینے کے ذریعہ مسجدوں کو آباد رکھا جائے، تاکہ اللہ کے بندوں کو آسانی فراہم ہو، اور اس عظیم دینی شعار کو بسہولت ادا کرنے کا شوق اور رغبت بڑھے۔

(۲) مسجد کے علاوہ جگہوں میں نماز با جماعت:۔

مسجد کے علاوہ جگہوں میں نماز با جماعت کے حکم کے بارے میں علماء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اختلاف ہے، ان کے تین اقوال ہیں:

پہلا قول: مسجد کے علاوہ جگہوں میں نماز جماعت کے ساتھ قائم کرنا جائز ہے۔ یہ امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے۔ امام احمدؒ سے بھی اسی کے مطابق روایت منقول ہے۔ احناف کا بھی مسلک یہی ہے۔

ابن القاسم کہتے ہیں: میں نے امام مالکؒ سے پوچھا اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کے ساتھ گھر میں ہی فرض نماز پڑھ لے تو انہوں نے جواب دیا کوئی حرج نہیں۔[1]

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ہر وہ نماز جسے آدمی جماعت کے ساتھ اپنے گھر یا چھوٹی یا بڑی مسجد میں ادا کرے، جماعت میں شامل ہونے والے کم ہوں یا زیادہ وہ کافی ہو جائے گی۔ لیکن جامع مسجد میں جہاں نمازیوں کی بڑی تعداد ہو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا میرے لئے زیادہ پسندیدہ ہے"۔[2]

اور شافعیہ میں امام رافعیؒ فرماتے ہیں کہ "جماعت کے ساتھ گھر کی نماز مسجد کی تنہا نماز سے بہتر ہے"۔

ابن قدامہ مغنی میں لکھتے ہیں کہ "گھر اور صحراء میں نماز باجماعت قائم کرنا جائز ہے"۔[3]

دلائل:

یہ حضرات درج ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں:۔

---

[1] المدونۃ الکبری ۱/۸۶ [2] الام ۱/۱۳۶، [3] ۳/۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے: کہ "مجھے پانچ چیزیں دی گئیں۔ ان میں سے اس کا بھی تذکرہ کیا کہ کرۂ ارض میرے لئے سجدہ گاہ اور پاکی کا ذریعہ بنادی گئی ہے۔ میری امت میں سے جس شخص کو جہاں بھی نماز پالے تو چاہیئے کہ وہ نماز پڑھ لے"۔ (متفق علیہ)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اخلاق مند تھے۔ کبھی کبھی آپؐ جس فرش پر تشریف رکھتے اس کو صاف کرنے کا حکم دیتے اور پھر اس پر پانی چھڑکا جاتا۔ پھر آپؐ امام بنتے۔ ہم لوگ ان کے پیچھے کھڑے ہو جاتے اور وہ ہم لوگوں کو نماز پڑھاتے"۔ (نسائی)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں نماز پڑھی اور وہ بیمار تھے۔ تو بیٹھ کر نماز پڑھی۔ آپؐ کے پیچھے لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے آپؐ نے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔

ان حضرات نے اور دوسری احادیث سے بھی استدلال کیا ہے جس کے ذکر کرنے کی گنجائش یہاں نہیں ہے۔[۱]

دوسرا قول: نماز باجماعت مسجد کے علاوہ کہیں جائز نہیں۔ یہ امام احمدؒ سے ایک ایسی ہی روایت منقول ہے۔ ابن قیم الجوزیہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ انہوں نے "کتاب الصلوٰۃ" میں تحریر کی ہے کہ:

---

[۱] صحیح البخاری ۱؍۱۶۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”جو شخص سنت پر بھرپور غور و فکر کرے گا اس کے لئے واضح ہو جائے گا کہ نماز باجماعت مسجد میں قائم کرنا فرض عین ہے۔ الا یہ کہ کوئی ایسا عذر اور رکاوٹ سامنے آجائے کہ جس کی بناء پر نماز جمعہ اور جماعت چھوڑنا جائز ہو۔ بغیر کسی عذر کے مسجد میں نہ آنا اسی طرح ہے جس طرح بغیر عذر کے جماعت کو چھوڑنا تمام احادیث و آثار اس پر متفق ہیں“۔[1] ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس چیز کے ذریعہ ہم اللہ کے دین کو اختیار کرتے ہیں یہ کہ کسی شخص کے لئے مسجد کی جماعت سے تاخیر کرنا جائز نہیں۔ الا یہ کہ کوئی عذر ہو“۔ واللہ اعلم بالصواب۔[2]

بعض علماء نے اس شخص کی نماز کو باطل قرار دیا ہے جس نے نماز جماعت کے ساتھ اپنے گھر میں پڑھی ہو۔ حنابلہ میں سے ابوالبرکات رقم طراز ہیں کہ تو نے اگر مخالفت کی اور اپنے گھر میں نماز جماعت کے ساتھ پڑھی، تو اس کی نماز بغیر عذر کے اس بناء پر صحیح نہیں ہو گی کیوں کہ اس نے ترک جماعت کو اختیار کیا ہے۔ اسی طرح اس نے ممنوع فعل کا ارتکاب کیا۔[3]

شرح فتح القدیر میں ہے کہ: حلوانی سے پوچھا گیا اس شخص کے بارے میں جو کبھی اپنے اہل و عیال ہی کے ساتھ نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لیتا ہے۔ کیا اس کو جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلا عذر ایسا کرنا بدعت اور مکروہ ہے۔[4]

---

[1] کتاب الصلاۃ لابن قیم الجوزیہ ص ۳۶۱۔ [2] حوالہ گزر چکا۔ [3] الانصاف للمرداوی ۲/ ۱۲۳۔ [4] فتح القدیر لابن ہمام ۱/ ۳۴۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائل:- اس قول کے ماننے والوں نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے جو جماعت کے واجب ہونے اور اس کے فرض عین ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ پھر مساجد کے علاوہ جگہوں میں جماعت قائم کرنے میں شوافع کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اس سے فرض کفایہ ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں۔ ان کے دو اقوال ہیں۔

پہلا قول: مساجد کے علاوہ جگہوں میں جماعت قائم کرنے سے فرض ادا نہیں ہوتا۔

دوسرا قول: جب وہ جگہ جہاں جماعت قائم کی جارہی ہے وہ مشتہر ہے تو فرض ادا ہو جاتا ہے جس طرح بازار میں جماعت قائم کی جاتی ہے۔

ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ پہلا قول میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ کیوں کہ جماعت کا قائم کرنا اصلاً مسجدوں میں مشروع ہے۔ اور قابل اعتبار عمل ہے۔ لہٰذا اس کو ساقط کرنا صحیح نہیں ہے۔[1]

تیسرا قول: تفریق کی گئی ہے اس شخص کے درمیان جو اذان کی آواز سنتا ہو اور جو نہیں سنتا ہو۔ جس کے کانوں تک اذان کی آواز پہنچی ہے اس کی نماز مسجد ہی میں جماعت کے ساتھ صحیح ہو گی اور جس کے کانوں تک نہیں پہنچی تو وہ جہاں بھی نماز پڑھے جماعت کے ساتھ پڑھے ورنہ اس کی نماز صحیح نہیں ہو گی۔ یہ قول ابن حزمؒ کا ہے وہ "محلی" میں

---

[1] العدۃ علی احکام الاحکام ۲/ ۱۱۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں: کوئی ایسا شخص جو اذان کی آواز سنتا ہو اس کی نماز مسجد میں امام کے ساتھ ہی صحیح ہو سکتی ہے۔

اگر اس نے جان بوجھ کر عذر ترک کر دیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ جو اذان کی آواز نہیں سن پاتا تو وہ کہیں بھی ایک آدمی یا اس نے زیادہ افراد کے ساتھ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے اور ایسا کرنا فرض اور واجب ہے، اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کی نماز نہیں ہوئی الا یہ اگر کوئی دوسرا شخص نہیں جس کے ساتھ جماعت بناتا تو نماز جائز ہو جائے گی۔ اگر کوئی عذر ہو تو جماعت میں تاخیر کرنا بھی جائز ہے۔[1]

ابن تیمیہؒ نے فتاویٰ مصریہ میں فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے گھر ہی میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے تو کیا مسجد جانا اس سے ساقط ہو جائے گا؟ اس میں اختلاف ہے۔ مناسب یہ ہے کہ بغیر کسی عذر کے مسجد جانا نہ چھوڑے''۔[2]

بہتر یہ ہے کہ ہم ان باتوں کو ابن قیمؒ کے ان الفاظ پر ختم کر دیں جو انہوں نے ''کتاب الصلوٰۃ'' میں تحریر کیا ہے۔ جو شخص سنت پر بھرپور غور و خوض کرے گا تو یہ بات اس کے سامنے واضح ہو جائے گی کہ نماز جماعت کے ساتھ مساجد ہی میں ادا کرنا فرض عین ہے۔ الا یہ کہ کوئی ایسی رکاوٹ سامنے آجائے جس کی بناء پر نماز جمعہ اور جماعت ترک

---

[1] المحلی شرح المجلی ۴/۲۶۵۔ [2] مختصر الفتاویٰ المصریۃ لابن تیمیۃ ص ۶۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا جواز پیدا ہو جائے۔ تو بغیر کسی عذر مسجدوں میں حاضر نہ ہونا اصل جماعت کو ترک کرنا ہے۔ اس بات پر تمام احادیث و آثار متفق ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور اہل مکہ کو آپؐ کی وفات کی خبر پہنچی تو سہیل بن عمرو نے اہل مکہ کو خطاب کیا۔ عتاب بن اسید مکہ میں ان کے جانشیں تھے، تو وہ لوگوں کے خوف سے چھپ گئے تھے۔ تو سہیل بن عمرو ان کو سامنے لایا۔ اہل مکہ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ ان کے بعد عتاب بن اسید نے لوگوں سے خطاب کیا۔ اور انہوں نے کہا "خدا کی قسم اے اہل مکہ مجھے کسی شخص کے بارے میں یہ اطلاع پہنچی کہ وہ مسجد میں نماز باجماعت سے تاخیر کرتا ہے تو میں اس کی گردن ماردوں گا"۔ صحابہ کرامؓ نے ان کی اس کاروائی کا شکریہ ادا کیا اور ان کی نظر میں ان کا مرتبہ اور بڑھ گیا۔ تو جس کے ذریعہ ہم اللہ کے دین میں داخل ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی فرد کے لئے نماز باجماعت سے تاخیر کرنا بغیر کسی عذر کے جائز نہیں ہے۔[1]

انتباہ:۔

یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ بغیر کسی عذر کے مسجد میں نماز باجماعت سے تاخیر کرنا جائز نہیں ہے۔ تو مناسب یہ ہے کہ تین امور کی طرف تنبیہ کردی جائے۔

---

[1] کتاب الصلاۃ ص ۴۶۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ جس شخص کی جماعت مسجد میں چھوٹ جائے۔ اور مسجد میں کسی ایسے شخص کے ملنے کی امید نہ ہو جس کے ساتھ وہ جماعت بنا لے۔ تو بہتر یہ ہے کہ وہ گھر لوٹ آئے۔ اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ نماز جماعت کے ساتھ پڑھے۔

۲۔ جب کوئی سفر میں ہو یا سیر و تفریح میں، اس کے ساتھ اہل و عیال بھی ہوں تو مناسب ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے۔

۳۔ جس شخص کی جماعت قریب کی مسجد میں فوت ہو جائے تو دوسری مسجد جا کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے۔ بشرطیکہ اس کے لئے کسی مشقت کا اندیشہ نہ ہو اور یہ یقین ہو کہ اس دوسری مسجد میں جانے سے جماعت مل جائے گی۔

فرض نمازوں میں جماعت کا حکم

نماز باجماعت کے حکم کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ان کے چار اقوال ہیں:

پہلا قول: نماز جماعت کے ساتھ فرض کفایہ ہے۔ اس قول کو ماننے والے علماء متقدمین میں سے بھی ہیں اور متاخرین میں سے بھی، ابن ھبیرہ نے "الافصاح" میں امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کی طرف اس قول کو منسوب کیا۔[۱] حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ امام شافعی

---

[۱] الافصاح ۱/ ۱۴۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ظاہر قول سے پتہ چلتا ہے جماعت فرض کفایہ ہے۔ شوافع میں جمہور متقدمین اسی بات کے قائل ہیں۔ اکثر احناف اور مالکیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔[1]

نماز جماعت کے ساتھ فرض کفایہ ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ کچھ لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیں تو باقی سے جماعت ترک کرنے کا جو گناہ ہے وہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر کسی نے جماعت قائم نہیں کی یا ایسی جماعت قائم ہوئی جس سے جماعت کا مقصد حاصل نہیں ہوا ناکافی ثابت ہوں تو سب کے سب گناہ گار ہوں گے۔ اس لئے کہ جماعت ظاہر شعائر اسلام میں سے ایک شعار ہے۔ امام نوویؒ روضۃ الطالبین میں کہتے ہیں کہ:

جماعت، جمعہ میں فرض عین ہے۔ جہاں تک دوسرے فرائض کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں کئی صورتیں ہیں:

۱۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ فرض کفایہ ہے۔

۲۔ سنت ہے۔

۳۔ فرض عین ہے۔ اس کے قائل ہمارے اصحاب میں سے ابن المنذر وابن خزیمہ ہیں۔ اور امام شافعیؒ کا بھی قول یہی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ فرض کفایہ ہے اگر کوئی گاؤں والے جماعت قائم کرنے سے رک جائیں تو ان سے امام وقت جہاد کرے گا۔ اس کے ساتھ اس وقت

---

[1] فتح الباری ۲/۲۶ کتاب الآذان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شدت برتی جائے گی جب تک جماعت قائم کرنے پر آمادہ نہ ہو جائیں، اسی طور پر یہ شعار ان کے درمیان بالکل ظاہر اور واضح ہو۔ [۱]

اس قول کے ماننے والوں نے درجہ ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

پہلی حدیث: حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں ان کے درمیان نماز جماعت کے ساتھ نہیں قائم کی جاتی ہو تو شیطان لوگوں پر غالب آجاتا ہے۔ لہٰذا تم جماعت کی پابندی کرو کیونکہ ریوڑ سے الگ تھلگ جو بکری رہتی ہے اس کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔ [۲]

دوسری حدیث: حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ہم تقریباً سب کے سب جوان تھے۔ ہم ان کے پاس بیس رات رکے۔ حضور ﷺ مشفق و مہربان تھے۔ آپ کو گمان ہوا کہ ہم اپنی بیویوں کے مشتاق ہیں۔ پھر آپ نے ہمارے ان اہل و عیال کے بارے میں دریافت کیا جن کو ہم چھوڑ کر آئے تھے۔ تو ہم لوگوں نے ان کو بتایا۔ آپؐ نے فرمایا: تم اپنے اہل و عیال کے پاس جاؤ۔ ان کے درمیان نماز قائم کرو۔ اور ان کو (دین) سکھاؤ۔ جب نماز کا وقت آجائے تو ان کو حکم دو کہ ان میں سے کوئی اذان دے اور تم میں سے جو عمر میں زیادہ ہو وہ تمھیں نماز پڑھائے۔ [۳]

---

[۱] روضۃ الطالبین للنووی ۱/۳۳۹۔ [۲] رواہ ابو داؤد (۵۴۷)، نسائی، مستدرک حاکم۔ [۳] صحیح مسلم ۱/۴۶۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز جماعت کے ساتھ تنہا نماز سے ستائیس درجہ افضل ہے۔ [1]

خطابی فرماتے ہیں کہ اکثر اصحاب شوافع اس بات کے قائل ہیں کہ جماعت فرض کفایہ نہ کہ فرض عین، اور انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نماز باجماعت تنہا نماز سے ستائیس درجہ افضل ہے۔ [2]

دوسرا قول:۔ نماز جماعت کے ساتھ سنت مؤکدہ ہے احناف اور مالکیہ کا مسلک یہی ہے۔ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں: سب سے معتدل اور اقرب الی الصواب قول یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اس کی حتی الامکان پابندی سے کوتاہی ایک بدبخت اور منحوس شخص ہی کر سکتا ہے۔ جہاں تک جماعت کے فرض کفایہ یا فرض عین یا صحت نماز کے لئے اس کے شرط ہونے کا تعلق ہے تو ایسا نہیں ہے۔ [3]

علامہ ابن عبدالبر نے اس قول کو اکثر فقہائے عراق، شام اور حجاز کی طرف منسوب کیا ہے۔ [4]

اور احناف میں سے امام کرخی فرماتے ہیں: جماعت سنت ہے۔ کسی فرد کے لئے اس میں تاخیر کرنا درست نہیں ہے الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔ عوام میں واجب کی یہی تفسیر ہے۔ یعنی سنت

---

[1] صحیح مسلم ۱/۴۵۰۔ [2] معالم السنن ۱/۱۶۰۔ [3] نیل الاوطار ۳/۱۴۶۔ [4] التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ۶/۳۱۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤکدہ اور واجب دونوں برابر ہیں۔ ۱

مالکیہ میں سے خلیل اپنی مختصر میں کہتے ہیں: جمعہ کے علاوہ جو فرائض ہیں وہ جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ ۲

ابن جزیؒ کہتے ہیں کہ: جماعت فرائض میں سنت مؤکدہ ہے۔" ۳

دردیرؒ کہتے ہیں: فرض نماز، قضا نماز، یا فرض کفایہ نماز مثلاً نماز جنازہ جمعہ کے علاوہ ان کو امام کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے تاکہ اور نمازوں سے وہ الگ تھلگ ہو۔ ۴

ان حضرات نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز باجماعت تنہا نماز سے ستائیس درجہ زیادہ افضل ہے۔ ۵

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کے ذکر کرنے کے بعد صنعانی "سبل السلام" میں کہتے ہیں کہ: یہ حدیث جماعت کے واجب نہ ہونے کی دلیل ہے۔ ۶

ان حضرات نے ابو موسیٰؓ کی اس مرفوع حدیث سے بھی استدلال کیا ہے: لوگوں میں سب سے زیادہ نماز کا اجر پانے والا وہ شخص ہے جو دور دراز سے پیدل چل کر نماز کیلئے آئے، پھر جو اس سے بھی زیادہ دور سے آئے، اور وہ شخص جو نماز کا انتظار کرے، پھر وہ امام کے ساتھ مع

---

۱ بدائع الصنائع للکاسانی ۱/۱۵۵۔ ۲ جواہر الاکلیل ۱/۷۶۔ ۳ شرح الصغیر ۱/۴۲۲۔ ۴ گزر چکا۔ ۶ فتح الباری ۲/۱۷۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت نماز ادا کرے، وہ زیادہ اجر پانے والا ہو گا اس شخص کے مقابلے جو نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔ (۲/۴۰)

ان کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ: نبی ﷺ نے باہر سے آنے والی ایک جماعت کو نماز کا حکم دیا لیکن اس کا حکم نہیں دیا کہ وہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں۔

امام شوکانیؒ نے اس کا تذکرہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ضرورت کے وقت سے بیان کو تاخیر کرنا جائز نہیں۔ اور یہ دلائل ایسی ہیں جو ان دلائل کی توجیہ و تاویل کو ضروری قرار دیتی ہیں جن سے جماعت کے وجوب کے بارے میں ثابت ہو چکا ہے ان دلائل کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔[1]

تیسرا قول:۔ نماز باجماعت شرط ہے، اس شرط کے بغیر نماز صحیح نہیں ہو گی۔ اور وہ فرض عین ہے۔ الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔ اہل علم کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے ان میں سے شیخ ابن تیمیہ ہیں ان کے دو قولوں میں ایک قول یہی ہے۔ ان کے شاگرد ابن القیم، ابن عقیل، ابن ابی موسی یہ سب اسی بات کے قائل ہیں۔ یہی قول ظاہریہ کا بھی ہے۔ اور بعض علماء حدیث بھی یہی کہتے ہیں، ابوالحسن تمیمی حنبلی کی رائے یہی ہے۔ امام احمد سے ایک روایت یہی منقول ہے، حنابلہ میں سے ابوالبرکات بھی اسی کے قائل ہیں۔ تاج سبکی نے ابن خزیمہ کے بارے میں ان کی یہی رائے نقل کی ہے۔[2]

---

[1] نیل الاوطار ۳/۱۴۶۔ [2] کتاب الصلاۃ لابن قیم الجوزیہ ص ۴۶۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائل

ان حضرات کے جو دلائل ہیں ان میں سے ایک دلیل حضرت عبداللہ بن عباس کی یہ مرفوع حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اذان دینے والے کی آواز سنی اور اس نے لبیک نہیں کہی (یعنی جماعت میں حاضر نہ ہوا) تو اس کی نماز نہیں ہو گی الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔ (بیہقی)

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے پختہ عزم کر لیا ہے کہ میں لکڑیاں چننے کا حکم دوں۔ پھر نماز کا حکم دوں۔ تو اس کیلئے اذان دی جائے، پھر میں کسی شخص کو حکم دوں تو وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، اور میں پیچھے سے ان لوگوں کے گھر جاؤں (جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے) ان کے گھر جلا دوں۔ قسم اس پروردگار کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر ان لوگوں میں سے (جو جماعت میں نہیں آتے) کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کو گوشت کی ایک موٹی ہڈی یا بکری کے دو اچھے کھر ملیں گے تو عشاء کی جماعت میں (حالانکہ وہ رات کو ہوتی ہے) ضرور شریک ہوں۔ [1]

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کے

[1] صحیح البخاری ۸/۷/۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس ایک اندھا شخص آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ میرے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں جو مسجد تک مجھے لے جائے، تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے گھر ہی میں نماز پڑھنے کی رخصت چاہی، آپؐ نے اس کو رخصت دے دی، پھر جب وہ واپس چلا گیا اس کو بلایا اور فرمایا: کیا اذان کی آواز تمہارے کانوں تک پہنچتی ہے، اس نے کہا ہاں، آپؐ نے فرمایا: تو پھر تم لبیک کہو (یعنی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھو) [۱]

ان حضرات نے عبداللہ بن مسعودؓ کے اس سابق قول سے بھی استدلال کیا ہے جس میں انھوں نے فرمایا: پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی کرو۔ کیونکہ وہ نماز سنن ہدی میں سے ہیں۔ اور اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس کو حاکم نے اپنی مستدرک میں نقل کیا اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے: کہ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اذان کی آواز سنی اور اس نے اس پر لبیک نہیں کہی (یعنی جماعت میں شریک نہیں ہوا) تو اس کی نماز نہیں ہوئی الا یہ کہ کوئی عذر ہو“ [۲]

چوتھا قول:- نماز جماعت کے ساتھ فرض عین ہے۔ صحت صلوۃ کیلئے شرط نہیں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابو موسیٰؓ سے یہی مروی ہے۔ عطاء بن رباح اوزاعی۔ ابو ثور، ابن خزیمہ اور ابن حبان شافعیہ میں

---

[۱] صحیح مسلم ۱/ ۴۵۲۔ [۲] السنن الکبریٰ ۳/ ۱۷۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے سب کا مسلک یہی ہے۔ اکثر احناف کا قول یہی ہے، اور حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اور جمہور صحابہ کی بھی یہی رائے ہے۔ [۱]

عطاءؒ فرماتے ہیں: ایسا حق جو واجب اور ضروری ہے اس کے علاوہ کچھ بھی جائز نہیں کہ جب اذان کی آواز سن لے تو مسجد آئے اور نماز میں شریک ہو۔ [۲]

یہی قول امام احمدؒ اور ان کے علاوہ دیگر علماء سلف اور علماء حدیث سے بھی منقول ہے۔ (المصنف لعبد الرزاق)

حضرت عائشہؓ عنہا فرماتی ہیں: کہ جب کسی نے اذان کی آواز سنی اور اس نے اس پر لبیک نہیں کہی: یعنی نماز باجماعت میں شریک نہیں ہوا) تو اس نے بھلائی کا جواب نہیں دیا اور نہ اس کو بھلائی کے ذریعہ جواب دیا گیا۔ [۳]

ابن قدامہ مقنع میں فرماتے ہیں کہ: پنجوقتہ نمازوں میں جماعت مردوں پر واجب ہے لیکن شرط نہیں ہے۔"

اور اس کے باوجود بھی اگر کسی نے جماعت ترک کردی بغیر کسی عذر کے تو وہ گناہ گار ہوگا۔ اور اس کی نماز صحیح ہوگی۔ قرآن وسنت میں وارد ان نصوص کی بناء پر ارشاد باری ہے:

واذا کنت فیھم فأقمت لھم الصلوۃ فلتقم طائفۃ منھم اور (اے پیغمبر) جب تم ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہو اور ان کو نماز

---

[۱] المصنف لعبد الرزاق الصنعانی ۱/۴۴۵۔ مختصر الفتاویٰ المصریۃ ص ۵۰۔ المقنع ۱/۱۹۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معك وليأخذوا أسلحتهم فاذا سجدوا فليكونوا من ورائكم ولتأت طائفة أخرى لم يصلوا فليصلوا معك وليأخذوا حذرهم وأسلحتهم، ودالذين كفروا لوتغفلون عن اسلحتكم وامتعتكم فيميلون عليكم ميلة واحدة (النساء الآية ۱۰۲)

پڑھانے لگو تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے جب وہ سجدہ کر چکیں تو پھر یہ جائیں پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر تمہارے ساتھ نماز ادا کرے کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ تو تم پر یکبارگی حملہ کر دیں۔

تو اس آیت میں وجوب جماعت کی صریح دلیل ہے۔ اور یہ کہ اس کا ترک کرنا جائز نہیں الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔ جیسے خوف یا مرض اور بطور دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے کہ:

وأقيموا الصلوة وآتوا الزكوة، واركعوا مع الراكعين. (البقرة. آیت ۴۳)

اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (خدا کے آگے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔

تو یہاں امر ہے اور امر وجوب کا متقاضی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وفي بيوت اذن الله أن ترفع ويذكر فيها اسمه، يسبح له فيها

(وہ قندیل) ان گھروں میں (ہے) جن کے بارے میں خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلند کئے جائیں اور وہاں خدا کے نام کا ذکر کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالغدو والآصال، رجال لاتلهيهم تجارة ولابيع عن ذكر الله واقام الصلوة وايتاء الزكوة، يخافون يوما تتقلب فيه القلوب والأبصار. (النور. ۳۶.۳۷)

جائے (اور) ان میں صبح شام اس کی تسبیح کرتے رہیں۔ (یعنی ایسے) لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت۔ وہ اس دن سے جب دل (خوف اور گھبراہٹ کے سبب) الٹ جائیں گے اور آنکھیں (اوپر کو چڑھ جائیں گی) ڈرتے ہیں۔

ارشاد باری ہے:

وأقيموا وجوهكم عند كل مسجد (الأعراف، ۲۹)

اور یہ کہ ہو نماز کے وقت سیدھا (قبلے کی طرف) رخ کیا کرو۔

اور امر وجوب کا متقاضی ہوتا ہے۔

ارشاد باری ہے:

يوم يكشف عن ساق ويدعون إلى السجود، فلايستطيون خاشعة أبصارهم ترهقهم ذلة وقد كانوا يدعون إلى السجود وهم سالمون. (القلم، ۴۲،۴۳)

جس دن پنڈلی سے کپڑا اٹھادیا جائے گا اور کفار سجدے کیلئے بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کرسکیں گے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی حالانکہ (اس وقت) سجدے کیلئے بلائے جاتے تھے جبکہ صحیح وسالم تھے

ابن قیمؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ قیامت میں ان لوگوں کو سزا دے گا جن کو دنیا میں مسجدوں کی طرف بلایا گیا تو انھوں نے پکارنے والے (یعنی اذان دینے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے کی آواز پر) لبیک کہنے سے انکار کر دیا۔ جب یہ ثابت ہو گیا۔ تو داعی کی آواز پر لبیک یعنی مسجد میں جماعت میں حاضر ہونا چاہئے نہ کہ گھر پر ہی تنہا نماز پڑھ لے۔ نبی کریم ﷺ نے "الاجابۃ" کی تفسیر اسی طرح بیان کی ہے۔ متعدد سلف نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں:

وقد كانوا يدعون إلى السجود وهم سالمون.

یہ فرمایا ہے کہ اس سے مراد مؤذن کے الفاظ حی علی الصلوۃ و حی علی الفلاح ہیں حی اسم فعل امر ہے، جس کے معنی "قبول کر" "لبیک کہہ" کے ہیں۔ اور یہ واضح ہے کہ اس امر پر لبیک کہنا جماعت میں حاضری دینا ہے۔ جماعت سے پیچھے رہنے والا لبیک کہنے والا نہ سمجھا جائے گا۔[1]

حدیث نبوی میں سے ایک بخاریؒ کی وہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے پختہ عزم کر لیا ہے کہ لکڑیاں چننے کا حکم دوں، پھر نماز کا حکم دوں تو اس کے لئے اذان دی جائے۔ پھر میں کسی کو حکم دوں تو وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں پیچھے سے ان لوگوں کے گھر جاؤں (جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے) اور ان کے گھر جلا دوں۔[2]

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں: جہاں تک اس باب کی

---

[1] کتاب الصلوٰۃ لابن قیم ص ۴۶۰۔ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کا تعلق ہے تو وہ جماعت کے فرض عین ہونے میں واضح ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ سنت ہوتی تو اس کے ترک کرنے والے کے گھر کو جلانے کی دھمکی نہ دی جاتی جس کا ذکر حدیث بالا میں ہوا ہے۔ اور نہ یہ ممکن ہے کہ یہ دھمکی فرض کفایہ ترک کرنے والے کے لئے ہے۔ جس طرح فرض کفایہ ترک کرنے والے سے قتال مشروع ہے، اور اس مسئلہ میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جو چیز قتل تک پہنچاتی ہے وہ قتل و قتال سے الگ مخصوص چیز ہے۔ اس لئے قتل و قتال وہاں مشروع ہے جہاں پوری کی پوری قوم (دینی شعار) کو چھوڑ دے۔"[1]

ابن دقیقؒ فرماتے ہیں کہ: جو لوگ جماعت کو فرض عین کہتے ہیں وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اگر کہا جائے کہ یہ فرض کفایہ ہے تب بھی اس کی فرضیت حضور ﷺ اور صحابہ کے عمل کی بناء پر قائم رہتی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ یہ سنت ہے تو تارک سنت کو تو قتل نہیں کیا جاتا لہذا یہ بات متعین ہو گئی کہ جماعت فرض عین ہی ہے۔"[2]

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک اندھا شخص آیا، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں جو مجھے مسجد تک لے جائے۔ تو اس نے نبی ﷺ سے گھر ہی میں نماز پڑھنے کی رخصت مانگی۔ آپؐ نے اسے رخصت دے دی۔

---

[1] جلد ۲/ ۱۲۵۔ [2] احکام الاحکام ۱/ ۱۶۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب واپس مڑا آپؐ نے اس کو پھر بلایا اور کہا: کیا تم نماز کے لیئے اذان کی آواز سنتے ہو اس نے کہا: ہاں، تو آپؐ نے ارشا فرمایا: تو پھر اس پر لبیک کہو (یعنی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرو) ۱

جب آپؐ نے ایک اندھے فرد کو مسجد میں نماز باجماعت ترک کرنے کی رخصت نہیں دی باوجودیکہ وہ یہ عذر ظاہر کرچکا تھا کہ وہ نابینا ہے، اور اس کے پاس ایسا آدمی نہیں جو مسجد تک اسے لے جائے، اور اس کا گھر دور بھی ہے، اور مسجد اور اس کے گھر کے درمیان وادی بھی ہے، اور اس کے باوجود کہ مدینہ میں کیڑے مکوڑے اور درندہ جانور زیادہ پائے جاتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود آپ ﷺ نے رخصت نہیں دی بلکہ یہ کہا کہ کیا تمہارے کانوں تک اذان کی آواز آتی ہے؟ اس نے کہا "ہاں" آپؐ نے ارشاد فرمایا تو پھر اس پر لبیک کہو"۔ اور ایک روایت میں "میں تمہارے لیئے رخصت (روا) نہیں پاتا" کے الفاظ آتے ہیں یہ جماعت کے واجب ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اور جب ایک نابینا کو ترک جماعت کی رخصت نہیں دی گئی تو جو چشم بینا رکھتا ہے اور اس کے پاس کوئی عذر بھی نہیں تو اس کو بدرجہ اولی ترک جماعت کی رخصت نہیں دی جائے گی۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ "المغنی" ۲ میں فرماتے ہیں: اور جب ایسے نابینا

---

۱ صحیح مسلم ۱/۴۵۲ ۲ ۲/۱۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے پاس کوئی رہبر نہیں تھا اس کو رخصت نہیں دی گئی تو اس کے علاوہ جو لوگ ہیں ان کو بدرجہ اولیٰ رخصت نہیں دی جائے گی۔

ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ نابیناؤں کی نماز باجماعت میں حاضری کا بیان اگرچہ ان کے گھر مسجد سے دور ہوں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جماعت میں حاضری فرض ہے نہ کہ مستحب، اور جب ابن مکتوم سے آپؐ نے فرمایا جبکہ وہ معذور تھے کہ تمہارے لئے میں رخصت نہیں پاتا تو آنکھ والے کو تو بدرجہ اولیٰ رخصت نہیں ملے گی۔[۱]

خطابی ''معالم السنن'' میں کہتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ جماعت میں حاضری واجب ہے اگر جماعت میں حاضری مستحب ہوتی تو معذور، ضعیف اور وہ لوگ جو حضرت عبداللہ بن مکتوم کی طرح مجبور ہوں ان کیلئے جماعت میں حاضر نہ ہونے کی گنجائش ہوتی۔[۲]

حاکم نے معدان بن ابی طلحہ یعمری کی حدیث نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کہاں کے رہنے والے ہو، میں نے کہا حمص کے ترائی علاقے کے ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ سے ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور ان میں نماز نہ قائم کی جاتی ہو، تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے

---

[۱] کتاب الصلاۃ لابن القیم الجوزیۃ ص۲۶۱۔ [۲] ۱/۱۶۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا تم جماعت کی پابندی کرو، کیوں کہ ریوڑ سے الگ تھلگ رہنے والی بکری کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔[1]

ابن قیم رحمہ اللہ نے "کتاب الصلوٰۃ" میں فرمایا ہے: وجہ استدلال یہ ہے کہ آپؐ نے جماعت جس کی پہچان اذان اور اقامت صلوٰۃ ہے کو چھوڑ دینے پر شیطان کے غالب ہونے کے بارے میں نتیجہ اخذ کیا۔ اگر جماعت مستحب ہوتی تو آدمی کو اختیار دیا جاتا کہ تم جماعت قائم کر دیا نہ کرو۔ یہ تمہاری مرضی اور اس کے اور اس کے شعار کو ترک کرنے پر شیطان بھی غالب نہ آتا۔

قرآن و سنت کے وہ تمام نصوص جن کا ذکر اوپر ہوا وہ سب جماعت کے واجب ہونے پر دلالت کر رہے ہیں اور یہ کہ اس کو چھوڑنا جائز نہیں الا یہ کہ کوئی معذور مثلاً مریض ہو یا خوف و اندیشہ ہو۔ جمہور علمائے صحابہ اور تابعین اسی بات کے قائل ہیں۔ اور امام احمد کا ظاہر مذہب یہی ہے اور امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعیؒ سے یہ قول بھی منقول ہے کہ: "جہاں تک جماعت کا تعلق ہے تو میں اس کے ترک کی رخصت بغیر کسی عذر کے نہیں دوں گا"۔ ان کا یہ قول امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے نقل کیا ہے۔

مذکورہ بالا وضاحتوں سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ائمہ اربعہ رحمہم

---

[1] المستدرک علی الصحیحین ۲/ ۴۷۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نماز باجماعت کے وجوب پر متفق ہیں اور بغیر کسی عذر کے اس کو ترک کرنے والا ان کے نزدیک گناہ گار ہے۔ اگرچہ ان کی عبارتیں الگ الگ ہیں (لیکن مفہوم ایک ہی ہے) اور آیات واحادیث سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام اور سنت ثابتہ سے جو بات ثابت ہو چکی ہو اس کے بارے میں کسی کو اختلاف کی گنجائش ہی نہیں ہے۔[1]

اور اخیر میں

نماز باجماعت کے حکم کے سلسلے میں جو اقوال مذکور ہوئے ہیں وہ چار ہیں:

(۱) فرض کفایہ، (۲) سنت مؤکدہ، (۳) صحت صلوٰۃ کے لئے شرط ہے، (۴) فرض عین ہے۔

اس سلسلے میں متقدمین اور متاخرین کے جو اقوال تھے ان کا ذکر میں نے کر دیا۔ ان کے اقوال اور دلائل کی تفصیل بیان کر دی اور اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے تمام اقوال میں اقرب الی الصواب قول چوتھا قول ہے، یعنی نماز باجماعت فرض عین ہے۔ کیونکہ آیات و احادیث میں صراحت کے ساتھ اس کے فرض عین ہونے کے بارے میں نصوص وارد ہوئے ہیں جن سے اس قول کو تقویت ملتی ہے۔

---

[1] کتاب الصلاۃ لابن القیم ص ۴۶۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفل نمازوں میں جماعت کا حکم

فرائض کے علاوہ جو نمازیں ہیں وہ تین حصوں میں منقسم ہیں: [۱]

(۱) سنن، (۲) مستحبات، (۳) تطوع

سنن: فرض نماز کے بعد والی سنتیں، وتر اور تہجد،

مستحبات: جس نماز کی فضیلت حدیث میں وارد ہوئی لیکن اس پر پابندی وارد نہ ہوئی ہو، جیسے گھر سے باہر نکلتے وقت یا داخل ہوتے وقت نماز۔

تطوعات: اس کے علاوہ وہ نمازیں جن کے بارے میں احادیث و آثار میں تذکرہ نہ ہو محض بندہ حصول ثواب کے لئے اس کو پڑھتا ہو۔

یہ تینوں طرح کی نمازیں نوافل اور صلوٰۃ التطوع کہلاتی ہیں۔

نوافل کے لغوی اور شرعی معنیٰ

اس کا لغوی معنیٰ یہ ہے کہ نوافل نافلہ کی جمع ہے۔ نفل اور نافلۃ کے معنیٰ زیادتی کے ہیں۔ تنفل کے معنیٰ اپنے آپ کو مطیع و فرمانبردار ظاہر کرنے کے ہیں۔

نوافل کے شرعی معنیٰ:

نوافل کہتے ہیں اس چیز کو جو فرائض و واجبات کے ساتھ مزید مشروع کی گئی ہو۔ اور اس کو مندوب مستحب اور تطوع کہتے ہیں [۲] اس

---

[۱] احیاء علوم الدین للغزالی ۱/۱۹۹۔ [۲] التعریفات للشریف الجرجانی ۳۱۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو سنت، مرغوب اور حسن بھی کہتے ہیں، [1] اس کو نوافل اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرائض سے زائد عبادتیں ہیں۔ [2]

نمازوں میں نوافل کی اہمیت:

احادیث و آثار میں نوافل کی فضیلت کے سلسلے میں جس طرح روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ ان کے صحیح و مشہور ہونے کے اعتبار سے ان کی فضیلتیں اور اہمیتیں مختلف ہیں۔

نوافل کی وہ قسمیں جن کیلئے جماعت قائم کرنا مسنون ہے:

نوافل کی تقسیم کے سلسلے میں فقہی مسلکوں کی جو اصطلاحات ہیں ان کے ذکر کی گنجائش تو یہاں نہیں ہے۔ البتہ جماعت کے ساتھ نوافل کی ادائیگی کے سلسلے میں اور ان سے متعلق مسائل کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہمارے لئے زیادہ اہم ہے۔

نوافل نماز کے لئے جماعت مسنون ہونے اور مسنون نہ ہونے کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: [3]

پہلی قسم:

نفل نماز کی ایک قسم وہ جس کے لئے جماعت مسنون ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

صلوٰۃ الکسوف:۔ سورج اگر گرہن ہو جائے تو اس وقت نماز

---

[1] القاموس الفقہی ص ۳۵۸ [2] مغنی المحتاج ۱/۲۱۹ [3] المغنی لابن قدامہ ۲/۵۳۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے (البتہ اگر چاند گرہن ہو جائے تو امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ اس کے لئے نماز جماعت کے ساتھ مسنون نہیں ہے۔ بلکہ ہر شخص تنہا اپنے لئے نماز پڑھے۔ امام شافعیؒ احمد، رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں نماز کسوف کی طرح خسوف کی نماز بھی جماعت کے ساتھ ادا کرنا مسنون ہے، اور صلوٰۃ کسوف کی طرح ہی صلوٰۃ خسوف میں بھی بالجہر قرأت کی جائے گی کسوف و خسوف کے علاوہ جو اللہ کی نشانیاں ہیں جیسے زلزلے، بجلی، اور دن میں تاریکی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک اور امام شافعیؒ کے نزدیک نماز مسنون نہیں۔ جبکہ امام احمدؒ سے منقول ہے کہ اللہ کی ہر نشانی کے لئے نماز باجماعت ادا کی جائے گی۔ اور حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے زلزلہ کے وقت نماز پڑھی تھی۔[1]

صلوٰۃ الاستسقاء: مالکیہ،[2] شافعیہ،[3] حنابلہ[4] اور صاحبین امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز استسقاء کے لئے جماعت مسنون ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اس کے لئے جماعت مسنون نہیں ہے، بلکہ صرف امام نکل کر دعا کرے گا اگرچہ لوگوں نے الگ الگ انفرادی طور پر نماز پڑھی ہو جائز ہے۔[5]

صلوٰۃ العیدین: عیدین کی نماز کے لئے جماعت مسنون ہے۔ اس

---

[1] رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ ص ۶۵۔ [2] جواہر الاکلیل ۱/۷۴۔ [3] المجموع ۳/۵۰۱۔ [4] کشاف القناع ۱/۴۱۴ [5] الافصاح عن معانی الصحاح ۱/۱۷۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر علماء کا اتفاق ہے۔ انفرادی طور پر پڑھنا بھی جائز ہے، مگر یہ کہ (انفرادی طور پر نماز عیدین پڑھنے کی صورت میں) خطبہ نہیں دیا جائے گا۔ اس میں کسی کا اختلاف ہو اس کا علم نہیں۔[۱]

ماہ رمضان میں تراویح کی نماز:

تراویح کی نماز کے لئے بھی جماعت مسنون ہے۔ انشاءاللہ الگ سے اس پر مستقل بحث کروں گا۔

دوسری قسم:۔

اور نماز کی دوسری قسم وہ جو انفرادی طور پر ادا کی جاتی ہے وہ فرض نمازوں کے ساتھ جو سنت نماز میں معین ہیں۔ اور وہ نوافل مطلقہ جن کے ذریعہ رات ودن میں بندہ اپنی اطاعت وبندگی کا اظہار کرتا ہے۔ ان نمازوں کو بھی جماعت کے ساتھ ادا کرنا شوافع اور حنابلہ[۲] کے نزدیک جائز ہے۔ اور احناف کے نزدیک مکروہ ہے اگر اس کے ذریعہ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرانا مقصود ہو۔ (یعنی پروپیگنڈہ کرنا مقصود ہو)[۳] مالکیہ کے نزدیک دو رکعت اور ایک رکعت وتر والی نماز میں جماعت مسنون ہے۔ اور فجر کی سنت کے لئے خلاف اولیٰ ہے۔ جہاں تک اس کے علاوہ نمازوں کا تعلق ہے تو ان کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جائز ہے بشرطیکہ جماعت میں کثیر تعداد ہو یا جس جگہ نماز ادا کی

---

[۱] المجموع للنووی ۵/۲۲۔ [۲] المغنی ۲/۵۶۷ [۳] الموسوعۃ الفقہیہ ۱۲/۱۵۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا رہی ہے وہ مشہور و معروف ہو۔ اگر جماعت ایسی جگہ قائم کی جائے اور وہاں ریاکاری کا خوف ہو تو پھر جماعت مکروہ ہو جائے گی۔[۱] اور اس بات کا ڈر ہے کہ جن کو اس مسنون نماز کی جماعت کے بارے میں علم نہ ہو وہ فرض نماز نہ سمجھ لے۔[۲]

اور نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے دونوں عمل کیا، اور آپؐ کی نفل نماز منفرداً تھی۔[۳]

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت انس بن مالکؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کی دادی یا نانی ملیکہ نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی اور وہ کھانا انہوں نے خود بنایا تھا۔ آپ ﷺ نے اس میں سے کھایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تم لوگ کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں تم لوگوں کو نماز پڑھاؤں۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں تو میں کھڑا ہو گیا ہمارے پاس ایک چٹائی تھی جو بہت دنوں سے استعمال کی بناء پر کالی پڑ گئی تھی میں نے اس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ پھر اس پر آپ کھڑے ہو گئے۔ ان کے پیچھے میں اور ایک یتیم صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور بوڑھی یعنی (میری دادی یا نانی) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں اور آپ ﷺ نے دو رکعت ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر واپس لوٹ گئے۔[۴]

امام نوویؒ نے شرح مسلم میں آپ ﷺ کے قول "کھڑے ہو جاؤ

---

[۱] الشرح الصغیر ۱/ ۴۱۴۔ [۲] فتح الباری۔ [۳] المغنی ۲/ ۵۶۷۔ [۴] مسلم ۱/ ۴۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاکہ میں تم کو نماز پڑھاؤں" کے بارے میں فرمایا کہ اس سے نفل نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کا جواز ملتا ہے۔[1]

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح[2] میں عتبان بن مالک انصاریؓ کی روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں بنو سالم کو نماز پڑھاتا تھا۔ اور میرے اور ان کے درمیان ایک وادی حائل تھی۔ جب بارش ہوتی تو مجھے اس کو پار کر کے مسجد جانا دشوار ہوتا۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: کہ میری بصارت کمزور ہو چکی ہے۔ اور میرے اور میری قوم کے درمیان ایک وادی حائل ہے جو بارش کی وجہ سے بہنے لگتی ہے۔ اس کا پار کرنا میرے لئے دشوار ہوتا ہے۔ لہٰذا میری تمنا یہ ہے کہ آپؐ تشریف لے چلیں اور میرے گھر کے ایک حصہ پر نماز پڑھا دیں۔ اور اس کو نماز گاہ بنا دیں چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا میں عنقریب کروں گا۔ جب دھوپ تیز ہو گئی آپ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ میرے پاس تشریف لائے، اور مجھ سے اجازت طلب کی۔ میں نے اجازت دے دی۔ اور آپؐ بیٹھے بھی نہیں آپؐ نے فرمایا: وہ جگہ بتاؤ جہاں میں تم کو نماز پڑھاؤں، میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں میں نماز پڑھنا چاہتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور تکبیر کہی ہم لوگ ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور سلام پھیر دیا۔ ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔

---

[1] شرح مسلم النووی ۳/۲۴۷۔ [2] ۲/۵۵ کتاب التہجد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوافل کو جماعت کے ساتھ مطلقاً ادا کرنا جائز ہے اس کا ثبوت عبداللہ بن عباسؓ، حذیفہ، اور عائشہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایتوں سے ہوتا ہے۔ جن کو امام بخاریؒ اور دیگر محدثین نے مختلف الفاظ اور مختلف سندوں کے ساتھ روایت کی ہے۔ ۱

اگرچہ ان کو انفرادی طور پر پڑھنے کا اختیار ہے۔ لیکن جماعت کے ساتھ پڑھنا مسنون ہے۔ جیسے عیدین اور کسوف کی نماز جس کا بیان گزر چکا۔ ابن حزم ظاہریؒ نے مطلقاً نوافل میں جماعت کو مستحب قرار دیا ہے۔ ۲

اپنی بات

صحیح وہی ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے، وہ یہ کہ نوافل کی ادائیگی جماعت کے ساتھ جائز ہے خواہ وہ سنت مؤکدہ ہو یا مستحب نماز یا مطلقاً نفل نماز، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کو رواج نہ بنا لیا جائے اور اس کی شہرت نہ دلائی جائے، ایسا اس وقت کیا جائے جب صاحب مکان اس کا مطالبہ کریں یا کوئی مہمان میزبان کے گھر وتر نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لے، شرط یہ ہے کہ کوئی بدعت اور غیر مشروع کام انجام نہ دیا جائے۔ اگر مذکورہ بالا باتوں میں کوئی بات پائی جائے گی تو جماعت مشروع نہیں ہے۔

۱ المنتقی من اخبار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱ر ۵۵۴۔ ۲ لابن حزم الظاہری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیام رمضان یا نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرنا

نوافل میں سے وہ نماز جس کے لئے جماعت مسنون ہے، رمضان میں تراویح کی نماز بھی ہے۔ قبل اس کے کہ میں صلوٰۃ التراویح کے حکم اس کی ادائیگی اور دلائل کے بارے میں فقہاء کی رائیں کیا ہیں اس کی تفصیل بیان کروں بہتر یہ ہے کہ تراویح کی وجہ تسمیہ بتادوں۔

وجہ تسمیہ :-

المبدع[۱] میں ہے کہ تراویح اس لئے نام رکھا گیا کہ لوگ ہر چار رکعت کے درمیان استراحت کرتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ مراوحہ سے مشتق ہے اور یہ فعل میں تکرار کے معنی میں آتا ہے۔

حکم :-

رمضان میں صلوٰۃ التراویح مستحب سنت ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے دور ہی سے آپؐ کے قول و فعل دونوں سے ثابت ہے۔

جہاں تک آپؐ کے قول کا تعلق ہے تو آپؐ نے قیام رمضان کی ترغیب دلائی ہے، امام بخاریؒ نے اپنی صحیح[۲] میں حضرت ابوہریرہ رضی

---

۱ ۱۷/۱ ۲ ۷۵/۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمضان کے بارے میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا جس نے رمضان کو ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ قائم کیا اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے"۔

جہاں تک آپ ﷺ کے فعل کا تعلق ہے تو آپؐ نے لوگوں کو اس کے لئے (قیام رمضان یعنی تراویح کے لئے) دو رات جمع کیا"۔

بخاری نے اپنی صحیح [۱] میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے: کہ آپ ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھی آپؐ کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی پھر اگلی رات بھی آپؐ نے نماز پڑھی، لوگوں کی تعداد بڑھ گئی، پھر تیسری رات لوگ جمع ہو گئے۔ لیکن آپ ﷺ نہیں نکلے، جب صبح ہوئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں نے جو کچھ کیا وہ میں نے دیکھا لیکن میں تم لوگوں کی طرف اس ڈر سے نہیں آیا کہ کہیں تم پر وہ (قیام رمضان یعنی تراویح) فرض نہ کر دی جائے۔ اور وہ بھی رمضان میں"۔

امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ [۲] "علماء کا اس مسئلے میں اتفاق ہے کہ تراویح کی نماز مستحب سنت ہے۔

امام طحاویؒ اپنی شرح [۳] میں حسن بن زیاد اللولوی حنفی سے امام

---

[۱] صحیح البخاری ۱۱۲۹۔ [۲] ۶/۳۹ باب الترغیب [۳] انیس الفقہاء (۱۰۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو حنیفہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ "تراویح کی نماز عورت، مرد سبھوں کے لئے ہے، سلف سے خلف تک بطور وراثت چلی آ رہی ہے۔ روافض میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ تراویح کی نماز مردوں کے لئے ہے اور عورتوں کے لئے نہیں۔ اور بعض لوگوں نے یہ کہا کہ یہ اصلاً سنت ہی نہیں نہ تو مردوں کے لئے اور نہ عورتوں کے لئے اور اس کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا ہے۔ اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ مطلقاً حضور ﷺ کی سنت ہے اور آپؐ نے کئی رات اس کو ادا بھی کیا ہے اور اس پر پابندی نہ کرنے کا عذر بھی بیان کر دیا کہ اس ڈر سے (آپؐ نے پابندی نہیں کی) کہ کہیں وہ فرض نہ کر دی جائے پھر خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے دور سے اب تک تمام مسلمانوں نے اس کی پابندی کی۔

صلوٰۃ التراویح کس طرح ادا کی جائے اس کے بارے میں فقہا کے اقوال

صلوٰۃ التراویح کی ادائیگی کی کیفیت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے ان کے پانچ اقوال ہیں۔

پہلا قول:۔ صلوٰۃ التراویح کا مسجد میں ادا کرنا مستحب ہے۔ یہ چند صحابہؓ اور تابعینؒ کا قول ہے۔ ان میں سے حضرت عمر بن الخطاب علی بن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابی طالب اور عبد اللہ بن مسعود وغیر ہم ہیں۔ ۱

حنابلہ کے نزدیک بھی یہی قول مختار ہے۔ شافعیہ ۲ اور بعض احناف ۳ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

دوسرا قول:۔ تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ سنت کفایہ ہے۔ اگر مسجد کے لوگ اس کو چھوڑ دیں تو وہ گنہگار ہوں گے۔ اور جماعت کے ساتھ تراویح نہ پڑھنے والا (جماعت کی) فضیلت کو ترک کرنے والا سمجھا جائے گا۔ احناف کا مسلک یہی ہے۔ ۴

تیسرا قول:۔ تراویح کی نماز تنہا گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ یہ قول بعض صحابہؓ اور تابعینؒ کا ہے۔ ان میں سے عبد اللہ بن عمر، عروہ، سعید بن جبیر، سالم، قاسم اور نافع ہیں، یہی قول امام شافعی کا بھی ہے۔ جمہور شوافع، امام ابو حنیفہؒ، احمدؒ و بعض مالکیہ وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ ۵

چوتھا قول:۔ اپنے گھر میں تنہا نماز تراویح پڑھنا مستحب ہے۔ بشرطیکہ مسجدیں ویران نہ ہوں، اور نماز تراویح کے ذریعہ گھر کو آباد رکھا جائے۔ اور حرمین شریفین کے حدود سے باہر ہو۔ اگر یہ شرط پوری نہ ہو تو مسجد میں ہی نماز تراویح پڑھنا افضل ہے۔ مالکیہ کا مسلک یہی ہے۔ ۶ اور مسلک شوافع ۷ میں نماز تراویح کو ادا کرنے کی ایک صورت یہی ہے۔

---

۱ المغنی ۲/۶۰۵۔ ۲ المجموع ۳/۵۲۵۔ ۳ المغنی ۲/۶۰۵۔ ۴ العنایۃ شرح الہدایہ ۲/۵۸۶۔ ۵ المجموع ۳/۵۲۵۔ ۶ نیل الاوطار ۳/۹۵۔ ۷ المجموع ۳/۵۲۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچواں قول:- نماز تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنا بدعت ہے، یہ اولاد فاطمہ زہراء کا قول ہے۔[1]

راجح قول:- ان پانچوں اقوال پر غور و فکر کے بعد ہم یہاں تک پہنچتے ہیں کہ پانچواں قول جس میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کو بدعت قرار دیا گیا ہے وہ ساقط قول ہے جس کی نہ تو کوئی سند ہے اور نہ دلیل ہے۔ جہاں تک دوسرے چاروں اقوال کا تعلق ہے جن میں تقریباً اس بات پر اتفاق ہے کہ تراویح جماعت کے ساتھ مشروع ہے۔ مگر اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ مشروعیت کس درجہ کی ہے؟ لیکن دلیل سے جو بات زیادہ قریب ہے اور نبی ﷺ کے عمل سے زیادہ مشابہ ہے اور خلفائے راشدین اور جو ان کے بعد کے ہیں ان کے عمل کے مطابق ہے وہ ہے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا، اور یہ ماہ رمضان میں اسلام کے ظاہری شعائر میں سے ایک شعار بن چکا ہے۔ اسی بناء پر خواہ عورت ہو یا مرد مسجدوں میں جماعت کے ساتھ تراویح ادا کرنا مستحب سنت ہے۔ کیوں کہ آپؐ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے پر متفق تھے۔ اور آپؐ نے خود بھی ادا کی، اور اس کی فضیلت بھی بیان فرمائی۔

(۱) جہاں تک آپؐ کے اتفاق و تائید کی بات کی ہے تو حضرت ثعلبہ بن ابی مالک القرظی کی حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات ماہ رمضان میں باہر نکلے دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشے میں چند لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپؐ نے دریافت کیا کہ یہ لوگ کیا

---

[1] نیل الاوطار ۳/۵۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر رہے ہیں۔ کسی نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو قرآن یاد نہیں اور ابی بن کعب (چونکہ قرآن کے حافظ ہیں) وہ نماز میں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ان لوگوں نے اچھا کیا، یا یہ کہا کہ ان کو صحیح کہا۔ اور آپؐ نے ان کے عمل کو مکروہ نہیں سمجھا۔[۱]

(۲) جہاں تک آپؐ کے نماز تراویح پڑھنے کی بات ہے تو اس سے متعلق چند احادیث پیش ہیں:

ایک حدیث جو حضرت عائشہ والی تھی کہ آپؐ نے دو رات لوگوں کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھائی وہ گزر چکی ہے۔

دوسری حدیث امام احمد نے اپنی مسند[۲] میں نقل کی ہے کہ حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ رمضان میں نماز پڑھ رہے تھے، میں آیا اور آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، پھر ایک دوسرا آدمی آیا، اس کے بعد پھر ایک آدمی اور آیا، اس طرح ایک جماعت بن گئی، جب رسول اللہ ﷺ نے محسوس کر لیا کہ ہم لوگ ان کے پیچھے ہیں تو آپؐ نے نماز میں اختصار کر دیا۔ اس کے بعد آپؐ گھر میں داخل ہوئے۔ وہاں آپؐ نے وہ نماز پڑھی جو آپؐ نے ہمارے ساتھ نہیں پڑھی تھی۔ جب صبح ہوئی تو ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپؐ نے گذشتہ رات محسوس کر لیا تھا ہم لوگوں کے بارے میں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہاں اسی چیز نے مجھ کو آمادہ کیا اس بات پر جو میں نے کیا (یعنی نماز میں اختصار)"۔

[۱] سنن البیہقی الکبریٰ ۲/۴۹۵۔ [۲] مسند احمد ۳/۹۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاکم نے مستدرک (۱/ ۴۴۰) میں حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث نقل کی ہے اور اس کو انہوں نے صحیح قرار دیا ہے، وہ (حضرت انسؓ) بیان کرتے ہیں کہ "ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کی تیئسویں رات کو اول تہائی رات تک کھڑے ہوئے۔ پھر پچیسویں شب کو آدھی رات تک، پھر ستائیسویں شب کو کھڑے ہوئے یہاں تک ہم گمان کرنے لگے کہ ہم فلاح و کامیابی نہیں پاسکتے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ سحر کے وقت "کامیابی" سے تعبیر کرتے تھے"۔

امام حاکمؒ کہتے ہیں کہ "اس میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مسجدوں میں تراویح کی نماز مسنون ہے۔ اور حضرت علی بن ابی طالب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نماز تراویح قائم کرنے کے لئے ابھارتے رہے جب تک کہ انہوں نے قائم نہیں کر دیا"۔

(۳) جہاں تک آپ ﷺ کا تراویح کی نماز کی فضیلت بیان کرنے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "ہم نے روزہ رکھا، رسول اللہ ﷺ نے چھٹی رات نماز نہیں پڑھائی، آپؐ نے پانچویں رات ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ نصف شب گزر گئی۔ تو ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہ ہم بقیہ رات نفل نماز پڑھ لیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص امام کے ساتھ نماز ادا کرے یہاں تک کہ وہ سلام پھیرے، اس کے لئے ایک پوری رات کی عبادت لکھ دی جاتی ہے"۔ پھر آپؐ نے نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ رمضان کے تین دن باقی رہ گئے۔ تو آپؐ نے تیسرے دن نماز پڑھائی اور اپنے اہل و عیال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو، اور بیویوں کو بلوایا اور ہم لوگوں کو نماز پڑھائی یہاں تک کہ الفلاح کا اندیشہ ہونے لگا۔ میں نے عرض کیا الفلاحکس کو کہتے ہیں، انہوں (ابوذرؓ) نے فرمایا سحری کو کہتے ہیں"۔ (جامع الترمذی)

امام ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، قیام اللیل اسلام کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے نبی ﷺ نے اسے پڑھا پھر چھوڑ دیا اپنی امت کا خیال فرما کر، آپ کو ان کے بارے میں یہ ڈر ہوا کہ کہیں تراویح ان پر فرض نہ کر دی جائے کیونکہ آپ کی حیات میں شریعت میں کمی اور زیادتی کی جاسکتی تھی اور فرائض میں اضافہ بھی ہو سکتا تھا۔

لیکن جب حضرت عمرؓ اسلام کیلئے اور دین کی تنظیم کیلئے یکسو ہوئے تو قیام اللیل کے مسئلے پر نظر ڈالی کہ وہ اس سنت کو دوبارہ زندہ فرمائیں، تو لوگوں کو جمع ہونے کا حکم فرمایا جیسے نبی ﷺ اس کیلئے حاضر ہوئے تھے چنانچہ فرض ہونے کی علت ختم ہو گئی جس کی وجہ سے نبی ﷺ نے اسے چھوڑ دیا تھا اور اس کے لئے یہ فرمایا تھا کہ میں گھر سے محض اس لئے نہیں نکلا کہ مجھے ڈر لگا کہ کہیں یہ نماز فرض نہ کر دی جائے۔

آپ ﷺ کا مسلسل جماعت کے ساتھ تراویح نہ پڑھنے کا سبب

ابن العربی کی عبارت جو پہلے گزر چکی اس سے تو یہی واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے بقیہ ماہ میں تراویح کی نماز اس لئے نہیں پڑھائی کہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں مسلمانوں پر ماہ رمضان میں رات کی یہ نماز فرض قرار نہ دے دی جائے۔ پھر لوگ اس کو ادا کرنے سے عاجز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ جائیں گے جیسا کہ حضرت عائشہ کی حدیث جو پہلے گزر چکی ہے اس میں اس بات کا تذکرہ ہے۔ آپؐ کی وفات کے بعد یہ اندیشہ جاتا رہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے شریعت بھی مکمل کر دی۔

لیکن جیسا کہ آپؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ اجتماعی طور پر جس نیک عمل کو آپ ہمیشہ کیا کرتے تھے وہ آپ کی امت پر فرض ہو تا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کچھ عمل کو چھوڑ دیتے تھے جبکہ آپ چاہتے تھے کہ وہ کام آپ کریں ایسا محض اس خوف سے کرتے تھے کہ کہیں لوگ اس کو کرنے لگ جائیں اور اسطرح وہ ان پر فرض نہ کر دیا جائے۔[1]

البتہ جو قاضی ابو بکر الباقلانی رحمہ اللہ نے کہا ہے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کی ہو کہ آپ فرض سمجھ کر یہ نماز لوگوں کے ساتھ پڑھتے رہیں، یا اس ارادے سے کہ اللہ اسے لوگوں پر فرض کر دیگا۔ اس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال بے سبب نہیں ہیں۔ یا پھر اس خیال سے کہ اس نماز کے ذریعے لوگوں کے احوال اور عقائد ان پر اس نماز کے فرض ہونے کی وجہ سے زیادہ مناسب اور درست ہو جائیں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نماز کے ذریعے آپ ڈر رہے تھے کہ کہیں آپ کے بعد آپ کی امت میں سے کوئی یہ گمان کرے کہ اس نماز کو

---

[1] مسلم ۷۱۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستقل اور دائمی طور پر پڑھنے سے یہ واجب نہ ہو جائے۔

لیکن یہ سارے خیالات نبی ﷺ کی وفات کے بعد ختم ہو گئے۔ اور جب حقیقت ہے کہ بات ایسی ہی ہوئی کہ آپ کی وفات ہو جانے کی وجہ سے اس نماز کے فرض ہو جانے کا خوف ختم ہو گیا اور اسے اجتماعی طور پر پڑھنے میں رکاوٹ بھی جاتی رہی۔ اور رمضان میں اس اجتماعی عبادت کا جواز بھی ثابت ہو گیا اور یہ حدیث رمضان میں نفل باجماعت کے جواز کی اصل اور دلیل ہے۔

تراویح کی نماز غلط طور پر ادا کرنے والے

اکثر مسلم ممالک کے بعض ائمہ اللہ ان کو ہدایت دے، وہ اس بات کے عادی ہو گئے ہیں کہ وہ تراویح کی نماز اس طرح ہلکی پھلکی پڑھاتے ہیں کہ ٹھیک طور پر نماز کے ارکان وسنن ادا نہیں ہو پاتے۔ مثلاً رکوع وسجود میں اطمنان وسکون ہونا چاہیئے اس کو ترک کر دیتے ہیں۔ وہ اس طرح جلد بازی میں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں کہ حروف ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ایک گھنٹہ کی تہائی سے کم وقت میں تیئیس رکعات نماز مکمل کر لیتے ہیں۔ اہل ایمان کے لئے شیطان کی چالوں میں یہ ایک بڑی چال ہے جو عمل کرنے والے کے عمل کو باطل کر دیتی ہے، اور نماز عبادت وبندگی کے بجائے ایک کھلونا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن کر رہ جاتی ہے۔ لہٰذا مصلی پر یہ واجب حق ہے کہ خواہ نماز فرض ہو یا نفل اس کی ظاہری و باطنی ہیئت و شکل کے ساتھ نماز ادا کرے، اس کی ظاہری ہیئت قرأت، قیام، رکوع اور سجود وغیرہ ہیں اور اس کی باطنی ہیئت خشوع و خضوع، اطمنان و سکون، حضور قلب مکمل اخلاص، غور وفکر اور تدبر، تلاوت و تسبیح کے معانی کو سمجھنے کا اہتمام یہ ساری اس کی باطنی شکلیں ہیں۔

نماز تراویح میں بدعات و منکرات

(۱) ایسے اقوال و اعمال کی ایجاد جو سنت سے ثابت نہیں: وہ منکرات و بدعات جو اکثر مسلم ممالک میں رواج پا چکی ہیں۔ وہ ہے تراویح کے وقت یہ کہنا: "حاضرین نبی مختار ﷺ پر درود پڑھیے"۔ اور "یہ کہنا صلوٰۃ القیام اللہ تمہیں اجر دے"۔ اسی طرح ہر دو رکعت کے درمیان تکبیر و تہلیل کرنا، نبی ﷺ پر درود بھیجنا اور لوگوں کے درمیان اس کی تبلیغ کرنا، ان تمام کلمات کو بالجہر کہنا یہ سب چیزیں اللہ کے گھر میں اضطراب کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ اور یہ بدعات اور گمراہیاں ہیں جن کا قلع قمع کرنا ضروری ہے۔

(۲) قرآن کریم کو طرب و مستی اور لحن کے ساتھ پڑھنا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ حروف کو بہت زیادہ کھینچنا اور مد کھینچنے میں افراط سے کام لینا، حرکتوں کو اس طرح تکلف سے ادا کرنا کہ وہ حروف بن جائیں"۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے لحن کے ساتھ قرآن پڑھنا اچھا نہیں لگتا۔ رمضان ہو یا غیر رمضان میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ کیوں کہ اس طرح تلاوت کرنا گانے کے مثل ہو جاتا ہے۔ اس طرح قرآن کی تضحیک ہوتی ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں سے بڑا قاری ہے، مجھے اس کی بھی اطلاع ملی ہے کہ باندیوں کو قرأت قرآن سکھایا جاتا ہے جیسے انہیں گانوں کی تربیت دی جاتی ہے"۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے وہ اپنی امت پر ایسی قوم کے بارے میں اندیشے کا اظہار فرما رہے تھے، جو قرآن کو گانے بجانے کی چیز سمجھ لیں گے۔ وہ لوگ ایسے فرد کو امامت کے لئے آگے بڑھائیں گے۔ جو قرآن کو گا کر پڑھ سکتا ہو اس لئے نہیں کہ وہ بڑا فقیہ اور عالم ہے۔

چنانچہ ایسے لوگ امر و نہی، وعدہ وعید، وعظ و نصیحت، خوف دلانا، ضرب الامثال، کسی حکم یا اس کے علاوہ احکام جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نازل فرمائے ہیں ان پر مشتمل آیات کے مفہوم کو سمجھنے کا قطعی ارادہ نہیں کرتے، وہ محض لذت وطرب، نغمگی اور خوش آوازی کی خاطر قرآن پڑھتے ہیں جس طرح آواز اور آلات موسیقی کے ذریعے سُر پیدا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبیلہ قریش کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: وماكان صلاتهم عند البيت الامكاء وتصدية

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الانفال، ۳۵) اور ان لوگوں کی نماز خانۂ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن اس لئے نازل کیا ہے تاکہ اس کی آیات پر غور وفکر کیا جائے اور معانی کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: كتاب انزلناه اليك مبارك ليدبروا آياته (ص: ۲۹)

"یہ کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں۔

لہٰذا طرب و مستی اور گانے سے مشابہ طرز پر قرآن پڑھنا ممنوع ہے اور یہ خشوع و خضوع کے خلاف ہے۔ اور خوف و خشیت کے برعکس ہے۔

(۳) آوازوں کی نقل اور بعض قاریوں کی تقلید:-

اور اسی کے قریب اور ہم مثل بعض قاریوں کی نقل و تقلید ہے جو اس دور میں لوگوں نے ایجاد کیا ہے۔ اور تکلف سے کام لیا ہے۔ ہر کسی کو اس بات کی فکر رہتی ہے کہ آواز کس طرح اچھی ہو۔ اور لوگوں کیلئے وہ آواز دلکشی کا سبب بنے، اس کیلئے لاؤڈ سپیکر کا اہتمام و انصرام کرتے ہیں اور اس کے ساؤنڈ کا انتظام کرتے ہیں تاکہ لوگ اس کی جانب کھنچیں، پھر اس پر مزید یہ کہ لوگ ایسی مساجد کی تلاش میں رہتے ہیں اور وہاں بھیڑ لگا دیتے ہیں (جہاں قرأت قرآن کا مظاہرہ ہوتا ہے)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ ان مساجد میں نماز پڑھنے کیلئے صعوبتوں اور تکالیف کو برداشت کرتے ہیں۔ اور اپنے محلے کی مسجدوں کو خیر آباد کہہ دیتے ہیں، اور پڑوسیوں کے ساتھ اپنے محلوں میں نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں۔

(۴) قرأت قرآن کے وقت گریہ وزاری اور بہ تکلیف گڑگڑاہٹ کا اظہار

اور تعجب ہے کہ بعض مسجدیں امام و مقتدی کی آہ وبکا (جو تلاوت کلام پاک کو پڑھنے کے بعد ہوتی ہے) سے مشہور ہیں۔ بعض صرف امام کی قرأت کی آواز سن کر ہی رونے لگتے ہیں اگرچہ وہ آیات کا مفہوم نہ جانتے ہوں، یہ سب شیطانی کھیل معلوم ہوتا ہے۔

(۵) رمضان میں مساجد کی تلاش

اگر مسلمان اس پر غور کریں کہ دور دراز مساجد کی تلاش میں کتنا نقصان ہے اور وہ اسکی وجہ سے کتنی اچھی مثبت باتوں سے محروم رہ جاتے ہیں تو صرف یہی ایک بات انھیں اس کام سے باز رکھنے کیلئے کافی ہوتی مثلاً،

(۱) کچھ لوگ اپنے گھر سے دور واقع مسجد میں جاتے ہیں جس کیلئے کافی وقت برباد کرتے ہیں اگر وہ یہی وقت اپنے گھر سے قریب کی مسجد میں لگاتے اور جاکر پہلی صف میں بیٹھ جاتے اور انتظار کرتے یہانتک کہ نماز کا وقت ہو جاتا تو وہ اس کے ذریعے گنادر گنا ثواب حاصل کرتے۔

(۲) کبھی آدمی کو ایسی مجبوری آجاتی ہے کہ وہ مسجد جانے کیلئے گاڑی پر سوار ہوتا ہے اور بھیڑ بھاڑ سے بھری سڑکوں سے گذر جاتا اور کبھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ حوادثات سے بھی دوچار ہوتا ہے یا کم از کم مسجد میں تاخیر سے پہونچتا ہے یہانتک کہ نماز ختم ہوچکی ہوتی ہے،

(۳) محلے سے باہر دور کی مسجد میں جانے کی وجہ سے وہ اپنے پڑوسی مصلیوں اور اپنی مسجد کی جماعت سے محروم رہتا ہے،

(۴) کسی خاص مسجد میں دور کے مصلیوں کی بھیڑ سے جہاں اور بہت سے نقصانات ہوتے ہیں وہیں اس مسجد کے امام کے دل میں ایک قسم کا فخر و غرور اور ریاکاری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، جب وہ اپنے پیچھے دور سے آنے والے مصلیوں کا جم غفیر دیکھتا ہے، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۵) اس سے محلے کی مسجد کے امام اور مؤذن اور مسجد کی جماعت والوں کیلئے لاپرواہی اور انکے حقوق سے تغافل ظاہر ہوتا ہے،

اور علامہ ابن القیم الجوزیہؒ نے اس کام کو روکنے کے دلائل میں ذکر کیا ہے جس سے حرام کا ارتکاب ہوتا ہے اگرچہ وہ فی نفسہ جائز ہے۔ چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ چونویں دلیل یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے اس شخص کو منع فرمایا ہے جو اپنے قریب کی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں جاتا ہے جیسا کہ بقیہ نے مجاشع بن عمرو اور انھوں نے عبید اللہ عن نافع عن ابن عمرؓ اور انھوں نے نبی ﷺ سے اسکی روایت کی ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا لیصل أحدکم فی المسجد الذی یلیه ولا یتخطاه الی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیرہ، (۱) چاہئے کہ تم میں سے ہر شخص اسی مسجد میں نماز پڑھے جو اسکے گھر سے قریب ہے اور دوسری مسجد میں نہ جائے علامہ ابن القیمؒ نے فرمایا، اور یہ عمل یعنی قریب کی مسجد کو چھوڑ کر دور کی مسجد میں جانا دراصل اس سے قریب کی مسجد کو چھوڑ دینے اور اسے ویران کرنے کا سبب ہوگا، اور اس سے اس مسجد کے امام کو بھی دلی وحشت اور صدمہ ہوگا، ہاں اگر امام نماز پورے طور پر نہیں پڑھتا، یا کوئی بدعت کرتا ہے، یا کھلم کھلا کسی برائی کا اظہار کرتا ہے تو ایسی صورت میں اسی قریب کی مسجد کو چھوڑ کر دوسری دور کی مسجد میں جانے میں کچھ حرج نہیں، (۲) اور بدائع الفوائد میں بھی ہے، (۳)

محمد بن بحر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ یعنی احمد بن حنبل، کو رمضان کے مہینے میں دیکھا، اور فضل بن زیاد القطان آئے اور ابو عبداللہ کو صلوٰۃ التراویح پڑھائی، اور انکی قرأت بہت اچھی تھی، چنانچہ مشائخ اور کچھ مسجد کے پڑوسی جمع ہوگئے یہانتک کہ مسجد بھر گئی، تو ابو عبداللہ صف سے نکلے اور مسجد کی سیڑھی پر چڑھ گئے اور مجمع کی طرف نظر ڈالی، اور فرمایا، یہ کیسی بات ہے کہ آپ لوگ اپنی مسجدوں کو چھوڑ کر دوسری مسجدوں میں آتے ہیں، پھر آپنے چند راتیں لوگوں کو

---

(۱) (اعلام الموقعین ج ۳ / ۱۶۰ اور الجامع الصغیر بلفظ، لیصل الرجل فی المسجد الذی یلیہ ولا یتبع المساجد، فیض القدیر للمناوی ج ۵ / ۳۹۲ (۲) اعلام الموقعین عن رب العالمین ج ۳ / ۱۶۰ (۳) ص ۱۴۹ ج ۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز پڑھائی پھر چھوڑ دیا کیونکہ ایسا کرنے میں قریبی مسجدوں کو ویران کرنے کی کراہت پائی جاتی تھی، اور مسجد کے پڑوسیوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی ہی مسجد میں نماز پڑھیں۔

میں کہتا ہوں۔۔اور ان سب کا سبب دین کے صحیح علم سے دوری اور دین کی سمجھ نہ ہونا ہے اور غور و فکر سے خالی اندھی تقلید بھی اسکا سبب ہے اور اس امت کے سلف صالح اور ائمہ اسلام کے عمل سے لاپرواہی بھی اسکا سبب ہے۔ پھر مساجد کی تلاش کرنے سے حدیث میں ممانعت بھی آئی ہے اور اکثر اہل علم نے یہی کہا ہے جیسا کہ ابھی امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا گیا ہے اور کسی بھی اہل علم سے خواہ وہ اگلے ہوں یا پچھلے کہ مساجد کا کھوج لگایا جائے اور اچھی قرأت والے امام کو تلاش کیا جائے، اور کم سے کم یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسا کرنا مذکورہ اقوال کی مخالفت کے باوجود محض جائز ہے، پھر یہ بھی ہے کہ اچھی آواز کے امام کے پیچھے نماز پڑھنی شرعاً مقصود بھی نہیں ہے، البتہ ضمناً اسکو اختیار کیا جاسکتا ہے علامہ ابن کثیرؒ نے ان لوگوں کا انکار کرتے ہوئے جواب دیا ہے جو حقائق پر نظر رکھے بغیر صرف قاری کی آواز سے متاثر ہیں، آپ فرماتے ہیں۔

قرآن کی قرأت کا مقصود و مطلوب وہ اچھی آواز ہے جس سے قرآن میں تدبر کرنے اسکو سمجھنے اور خشوع اور خضوع اور فرمانبرداری اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اطاعت کے جذبات پیدا ہوں، لیکن جدید نغموں سے بھری وہ آواز جو وزن اور ترتیب سے بنائے گئے ہوں اور وہ طریقے جو قاری کو تلاوت کی روح سے غافل کر دیں اور موسیقی کے قانون کے مطابق انھیں ادا کیا جائے، تو قرآن مجید اس سے پاک وصاف ہے اور وہ نہایت تعظیم و توقیر کے ساتھ قرأت کی ادائیگی کو اس طریقے پر چلانے کی تاکید کرتا ہے،(۱) اور ہر مسلمان قاری قرآن کو نصیحت کرتا ہوں اور خصوصاً ائمہ مساجد کو کہ وہ رب العالمین کے کلام کی قرأت میں نقل اور تقلید سے بچیں، کیونکہ اللہ رب العٰلمین کا کلام اس بات سے بہت بلند اور عظیم ہے کہ قاری اسکو اس طرح کھینچ تان کر پڑھے جو شرعاً مطلوب نہیں ہے کہ وہ محض نقل و تقلید کی بنیاد پر آواز کی تحسین اپنی گنجائش کے مطابق کرے نہ کہ اپنی طاقت اور قدرت کے مطابق کرے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کی بابت فرمایا، وما أنا من المتكلفين اور نہ بناوٹ کرنے والوں میں ہوں (سورہ ص ۸۶) اور بندۂ مسلم کو چاہیئے کہ حضور قلب اور اصلاح نیت کی پوری کوشش کرے، اسلئے قرآن کی تلاوت بغیر تکلف کے اپنی اچھی آواز سے پڑھے، اور قرأت میں تکلف اور نغمہ سوزی اور گہرائی سے پرہیز کرے اور ایسی ادائیگی سے بچے جو ممنوع ہے، اور جس کو اللہ نے وسعت دی ہے اسے نماز کیلئے ایسے امام کو منتخب کرنے میں کوشش کرنی

(۱) فضائل القرآن ۱۲۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہئے، جو کتاب اللہ کا عالم ہو، متقی ہو خدا ترس ہو، عقیدہ میں ہر قسم کے شبہات سے صاف ستھرا ہو۔ اور عملی طور پر برے خیالات اور امراض سے پاک ہو۔ اور اپنی فطری آواز ہی میں قرأت کرے۔

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ [1] نے فرمایا، آواز اچھی بنانے اور دوسرے پر اپنی اچھی آواز کو پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں [2] اور وہ منکر باتیں جنھیں لوگوں نے نماز تراویح کے ساتھ رمضان میں چپکا دی ہیں۔

(۶) نماز میں دعاء ختم القرآن الکریم کا پڑھنا،

بعض ائمہ مساجد دعاء ختم القرآن پڑھنے میں مبالغہ کرتے ہیں، اور مخصوص نغمات پر دعائیں بناتے ہیں اور مسلسل مسجع جملوں کو ادا کرتے ہیں۔ اور بناوٹی رولائی اور مصنوعی خشوع وخضوع اور ایسی آواز بدل کر نکالنا جو قرآن پڑھنے کیلئے مناسب نہیں ہے، اور ایسی آواز میں کہ اگر اسے پہاڑ پر اتار دیا جائے تو آپ انھیں خوف خدا سے ریزہ ریزہ ہوتے دیکھ لیں۔

نیز نماز کے اندر مروجہ دعاء ختم القرآن پڑھنے پر کوئی صحیح دلیل نہیں جو نبی ﷺ سے ثابت ہو، اور نہ ہی اسے آپنے کیا ہے نہ آپ کے خلفاء راشدین نے، اور سلف صالح کی اقتداء میں جن لوگوں نے اسپر عمل کیا ہے تو نماز سے باہر نماز کے اندر نہیں، اور عام دعاؤں کی دلیل

(۱) فتح الباری شرح صحیح البخاری ج۹ / ۷۲ (۲) بدع القرأة القدیمة والمعاصرة للشیخ بکر بن عبداللہ ابوزید ص ۵۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بنیاد پر بھی لوگ اسے پڑھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔
لیکن یہ ختم القرآن کے وقت نماز کے اندر دعا پڑھنے کی کسی طرح دلیل نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ ان بناوٹی لوگوں کیلئے دلیل بن سکے جو ختم قرآن کے وقت پڑھتے ہیں اور اسے طول طویل انداز میں اسطرح پڑھتے ہیں کہ مصلیان اکتا جاتے ہیں اور اس کیلئے دعا ماثور کے بجائے اپنی طرف سے بناوٹی مسجع و مقفی دعائیں گڑھتے ہیں، ہاں اگر وہ ختم قرآن کے وقت بعض مختصر جامع ماثور دعائیں پڑھتے اور نماز کے بعد سلف صالح کے عمل کے مطابق اس کو پڑھتے تو ایک مناسب بات ہوتی حالانکہ ان دونوں قسم کی دعاؤں کا نہ پڑھنا ہی افضل ہے، اور اس بارے میں سلف صالح صحابہ کرام اور تابعین کی اقتداء کرنی سب سے افضل بات ہوتی، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین،

نماز با جماعت کا انتظار کرنا اول وقت پر اکیلے نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ پانچوں نمازیں مقررہ وقت کے ساتھ فرض ہیں۔ جسے قرآن کریم نے اجماعی طور پر بیان کیا ہے اور سنت مطہرہ نے نہایت دقیق حد بندی کے ساتھ اس کے اول اور آخر وقت کو مقرر کیا ہے اور تمام فقہاء کرام نے اسپر اتفاق کیا ہے کہ افضل وقت ہر نماز کا اول وقت ہے، لیکن بعض علماء نے افراد کیلئے تاخیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مستحب قرار دیا ہے تاکہ نماز کی جماعت پانے کی امید پر جماعت کا انتظار کرنے ، یا مصلیوں کی تعداد بڑھنے کا انتظار بھی مستحب ہے تاکہ نماز کا ثواب حاصل ہو۔ا

بخاری نے اپنی صحیح میں محمد بن عمرو بن الحسن بن علیؓ سے روایت کی ہے کہ حجاج مدینہ آئے تو ہم نے جابر بن عبداللہ سے پوچھا تو انھوں نے کہا نبی ﷺ دوپہر یا میں ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور عصر اس وقت پڑھتے تھے جب سورج چمکتا رہا اور مغرب اس وقت جب آفتاب ڈوب جاتا، اور عشاء جب لوگ زیادہ تعداد میں آجاتے تو جلدی پڑھ لیتے اور جب کم رہتے تو تاخیر کرتے اور صبح رات کے آخری اندھیرے میں۔ ۲

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جب کسی شخص کے سامنے دو باتیں ٹکرا جائیں کہ وہ یا تو اکیلا ہی اول وقت پر نماز پڑھ لے یا جماعت کیلئے اسے مؤخر کرے تو ان میں سے کونسا عمل افضل ہوگا؟ ابن دقیق فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک جماعت کے ساتھ پڑھنے کیلئے تاخیر کرنا افضل ہے، اور اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ عمل تھا کہ آپؐ جب دیکھتے کہ لوگ دیر میں آرہے ہیں تو جماعت کی خاطر نماز تاخیر سے پڑھتے۔ جب اسے اول وقت پر پڑھنے کا امکان موجود ہے، اور اس لئے کہ جماعت کے

(۱) القوانین الفقہیہ لابن جزی المالکی ص ۳۴۔ ۲ فتح الباری ۲/۴۷

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوڑنے میں سختی کرنا اور اول وقت پر پڑھنے کی فضیلت صحیح احادیث میں موجود ہے۔ اور اول وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت اول وقت کی ترغیب کیلئے ہے۔ [۱]

البتہ اول وقت کے بجائے تاخیر سے نماز پڑھنے کی سخت ممانعت آئی ہے تو وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاخیر کیلئے نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع علیہ السلام کا رجحان نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کیلئے ہے، یعنی نماز جماعت کے ساتھ ہی پڑھنی چاہئے خواہ تاخیر سے کیوں نہ ہو وہ زیادہ افضل ہے اس لئے کہ آدمی اول وقت میں اکیلے نماز پڑھے۔ [۲] اور یہ بخاری اور مسلم کی حدیثوں کے خلاف نہیں ہے۔ [۳]

اس مسئلے سے متعلق دلائل کا بیان

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، کونسا عمل اللہ کے نزدیک سب سے پیارا ہے آپ نے فرمایا، "الصلوٰۃ علی وقتہا" نماز اس کے وقت پر پڑھنا میں نے پوچھا، پھر کونسا عمل؟ آپ نے فرمایا، ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا میں نے پوچھا، پھر کونسا عمل؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ان باتوں کو آنحضرت ﷺ نے مجھ سے بیان فرمائی، اگر میں آپ سے کچھ اور پوچھتا تو آپ مزید بیان فرماتے"۔ [۴]

---

[۱] احکام الاحکام ۱/۱۳۴، [۲] العدۃ للصنعانی ۲/۳۲۔ [۳] صحیح مسلم ۱/۸۹ کتاب الایمان۔ [۴] صحیح البخاری ج ۳/۲۰۰ کتاب الجہاد، صحیح مسلم ج ۱ کتاب الایمان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے ثابت ہو کہ اول وقت نماز پڑھنا آخر وقت پڑھنے سے افضل ہے، اور یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اس میں اول وقت کی تاکید ہے یا آخر وقت کی اس لئے کہ آپ کا ارشاد ''علی وقتہا'' سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا وقت وسیع ہے، اول سے آخر تک، سب کو شامل ہے لہٰذا مصلی اوقات نماز کے جس حصے میں پڑھ لے وہ کافی ہوگا خواہ اول ہو یا آخر، اس لئے کہ حرف جر ''علیٰ'' پورے وقت کو شامل ہے۔

اور اس سے وہ بات بھی نہیں ٹکراتی جو دوسری حدیث میں ''الصلوٰۃ لوقتہا'' کیونکہ اس میں قوی ثبوت اس بات کا نہیں ملتا کہ وقتہا سے مراد اول وقت ہے۔[۱]

اور جو حدیث الحاکم[۲] اور ابن خزیمہ[۳] اور دوسروں نے عبداللہ بن مسعود سے مرفوعاً نقل کی ہے ''کہ کونسا عمل افضل ہے تو آپ نے فرمایا، نماز اس کے اول وقت میں پڑھنا، تو وہ روایت علی بن ابی حفصۃ المدائنی سے مروی ہے جس کے بارے میں دار قطنی (۴) فرماتے ہیں'' میں نہیں سمجھتا کہ المدائنی نے اس حدیث کو اچھی طرح محفوظ رکھا کیونکہ وہ بوڑھے ہوگئے تھے اور انکا حافظہ کمزور ہوگیا تھا۔

اور امام نووی نے المجموع شرح المہذب[۵] میں بیان کیا ہے کہ روایت

---

۱ احکام الاحکام لابن دقیق العید ج۱/ ۱۳۴، ۲ المستدرک ج۱/ ۱۸۸، ۳ فی صحیحہ ج۱/ ۱۶۹ رقم ۳۲۷
۴ العدۃ للصنعانی ج۲/ ۱۰ ۵ ۳/ ۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لاول وقتہا" ضعیف ہے اور ابوداؤد اور ترمذی اور حاکم نے بھی اس کو بیان کیا ہے اور ام فروہ کی حدیث سے اس کو صحیح کہا ہے، کہ "افضل الاعمال الصلاۃ لاول وقتہا" اس میں ایک راوی مجہول ہے[1] تو یہ حدیث اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ اول وقت میں تنہا نماز پڑھنا تاخیر سے جماعت کے ساتھ پڑھنے سے افضل۔

اور اول وقت نماز پڑھنے سے جو چیزیں معاف ہیں"۔

اول وقت نماز پڑھنے سے چند حالتوں میں یہ حکم معاف ہے۔ جیسے اس شخص کیلئے جو اپنے پیشاب پاخانہ اور ہوا خارج ہونے سے خود کو روکے ہوئے ہو، یا جس کے پاس کھانا آگیا ہو اور وہ کھانے کیلئے مشتاق ہو، یا تیمم کرنے والا جسے جلد ہی پانی مل جانے کا یقین ہو، یا وہ بیمار آدمی جو اول وقت میں قیام کرنے کے قابل نہ ہو اور اسے معلوم ہو کہ آخر وقت میں وہ عادت کے مطابق کھڑا ہو سکتا ہے، یا وہ تنہا آدمی جو جانتا ہو کہ تاخیر کرنے میں اسے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقعہ مل جائے گا۔

اور اس کی شہادت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے بخاری نے اپنی صحیح میں[2] ابو موسیٰ الاشعری سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔ **اعظم الناس اجرا فی الصلاۃ ابعدھم ممشی والذی ینتظر الصلاۃ حتی یصلیھا مع الامام**" نماز کا سب سے زیادہ اجر

---

[1] (التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی ج ۱/ ۲۴۷) [2] صحیح البخاری مع شرح فتح الباری ۲/ ۱۳۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانے والا وہ شخص ہے جو سب سے دور سے چل کر آنے والا ہے۔ اور وہ شخص جو نماز کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ امام کے ساتھ اس کو باجماعت ادا کرتا ہے۔ اور مسلم میں "جماعت" کا لفظ بھی ہے کہ سب سے زیادہ نماز کا اجر اس کو ملتا ہے جو جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے، بہ نسبت اس کے جو نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔

جماعت کی نماز کیلئے مقتدیوں کے کھڑے ہونے کا صحیح وقت

اس بحث میں تین مسائل ہیں۔

پہلا مسئلہ :- جماعت کیلئے مقتدیوں کے کھڑے ہونے کا وقت۔

دوسرا مسئلہ :- اذان اور اقامت کے درمیان مشروع وقفے کا بیان۔

تیسرا مسئلہ :- بعض مساجد میں اس بارے میں مصلیوں کی غلطیوں پر تنبیہ۔

(۱) جماعت کیلئے مصلیوں کے کھڑے ہونے کا صحیح وقت۔ اس بارے میں فقہاء کرام کی چار رائیں ہیں۔ حنفیہ کا مسلک ہے کہ مقتدی امام کے کھڑے ہونے کے بعد اور حی علی الفلاح سنکر جماعت کیلئے کھڑے ہوں۔

(۲) مالکیہ کہتے ہیں کہ جماعت کیلئے کھڑے ہونا لوگوں کی طاقت پر منحصر ہے خواہ پہلے کھڑے ہوں یا بعد میں اس لئے کہ اس مسئلے میں حضرت ابو قتادہ کی حدیث کے سوا کوئی خاص شرعی روایت سنی نہیں گئی حضرت ابو قتادہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اذا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقیمت الصلوٰۃ فلاتقوموا حتی ترونی[۱] جب نماز کیلئے اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک مجھے آتے ہوئے نہ دیکھ لو۔ علامہ ابن رشد مالکی[۲] فرماتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح[۳] ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے ورنہ یہ مسئلہ اپنی اس اصل پر باقی رکھا جائے گا جس میں مقتدیوں کو چھوٹ دی گئی ہے کہ اس میں شریعت کا کوئی حکم نہیں ہے جب بھی مقتدی اٹھ جائے بہتر ہے۔

(۳) اور شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ جب امام مصلیوں کے ساتھ مسجد میں ہو اور اقامت کہنے والا اقامت پوری کر لے تب مقتدی کھڑے ہوں۔[۴]

(۴) اور حنابلہ کی رائے ہے کہ مستحب ہے کہ جب مؤذن "قد قامت الصلوٰۃ" کہے تب مقتدیوں کو کھڑے ہونا چاہیے۔[۵]

مسلک راجح: اس سلسلے میں راجح مسلک یہ ہے کہ "قد قامت الصلوٰۃ" یعنی نماز کھڑی ہو گئی کے جواب میں مناسب ہے کہ یہ سنتے ہی فوراً مقتدی کھڑے ہو جائیں۔ کیونکہ قیام تو نماز کا رکن ہے۔ اس لئے اس میں تاخیر مناسب نہیں جیسا کہ امام شافعی نے فرمایا ہے۔

دوسرا مسئلہ: اذان اور اقامت کے درمیان مشروع وقفے کا بیان فقہا نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان کسی نماز، یا بیٹھنے یا اتنی دیر جس میں مصلی جمع ہو سکیں انتظار کرنا مستحب ہے

---

[۱] صحیح ابن خزیمہ ج ۳/ ۱۴۔ [۲] بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد ج ۱/ ۱۴۵ [۳] یہ حدیث صحیح ہے رواہ البخاری فی صحیحہ ج ۱/ ۱۵۶ کتاب الاذان باب ۲۲۔ [۴] المجموع شرح المہذب ۳/ ۲۳۷۔ [۵] الانصاف ۲/ ۳۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کے مقررہ مستحب وقت کا خیال کرتے ہوئے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''اپنی اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقفہ رکھو کہ وضو کرنے والا آرام سے اپنا وضو اور دیگر ضروریات پوری کر لے۔ اور کھانے والا آرام سے کھانا کھا لے۔''[1]

اور مملکت سعودیہ عربیہ کی وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ نے نماز کی جماعت کیلئے وقت مقررہ کی تعیین کی بابت مساجد میں نوٹس جاری کر دی ہے تاکہ مؤذن کو معلوم ہو جائے کہ جماعت کیلئے اقامت کب کہی جائے اور مصلیان سمجھ جائیں کہ نماز کیلئے کب کھڑے ہوں، واللہ الموفق۔

تیسرا مسئلہ :- چند غلطیوں پر تنبیہ۔

بعض مساجد میں کچھ مصلیوں کی طرف سے ہونے والی کچھ غلطیوں کو دیکھا گیا ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس پر انہیں خبردار کر دوں، تاکہ اس کی تلافی ہو سکے۔ کچھ مصلی تو اقامت شروع ہونے سے پہلے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں اور کچھ شروع ہوتے ہی کھڑے ہوتے ہیں اور کچھ اتنی دیر کرتے ہیں کہ امام جب نماز شروع کرتا ہے تب کھڑے ہوتے ہیں اور کچھ مصلی ضرورت اور کبھی بلا ضرورت ہی کھڑے ہونے میں جلدی بازی کرتے ہیں۔ تو اگر امام مسجد کے اندر رہتا

---

[1] رواہ الترمذی رقم ۱۹۵ فی الصلاۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تو وہ مؤذن کو اقامت کہنے کیلئے اشارہ کرتا ہے۔ اور کچھ لوگ مسجد میں داہنے اور بائیں جانب دیکھا کرتے ہیں کہ امام کب داخل ہوتا ہے اور امام کو مسجد میں آتے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں چاہے اقامت شروع بھی نہ ہوئی ہو۔ اور کبھی مؤذن کو مجبور کرتے ہیں کہ تنخواہ دار امام مسجد میں آنے سے پہلے وہ اقامت شروع کردے۔

اور میں نے بعض اسلامی ملکوں میں دیکھا ہے کہ مؤذن مسجد کے باہر اذان دیتا ہے اور سارے مصلی مسجد میں کھڑے رہتے ہیں اور جیسے ہی مؤذن اذان ختم کرتا ہے کوئی دوسرا آدمی مسجد کے اندر اقامت کہنا شروع کردیتا ہے۔ اور اسی طرح بہت سی غلطیاں ہیں جن کے بارے میں علماء کی تحقیقات جاننا ضروری ہے تاکہ مقتدیوں کو معلوم ہو سکے کہ نماز کیلئے کب کھڑے ہونا چاہئے۔

مسجد میں متعدد بار نماز باجماعت کا بیان

مسجد میں کئی بار جماعت کرنے کے چھ حالات ہیں

پہلی حالت: جس مسجد میں باتنخواہ امام مقرر نہ ہو اس میں کئی بار جماعت کرنی جائز ہے۔

دوسری حالت: جس مسجد میں تنخواہ دار امام ہو لیکن مسجد تمام مصلیوں کے ایک بار جماعت کے ساتھ پڑھنے سے تنگ پڑتی ہو تو اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کئی بار جماعت کرنی جائز ہے۔

تیسری حالت: جب با تنخواہ امام کی جماعت ہو جائے تو غیر سرکاری امام کی امامت میں متعدد جماعتوں کا قیام جائز ہے۔ اس بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

پہلا قول: ایسی صورت میں کہ جس مسجد میں با تنخواہ امام مقرر ہو اور مسجد بھی شاہراہ عام پر نہ ہو بلکہ محلے کے اندر ہو تو ایسی مسجد میں کئی کئی جماعتوں کا کرنا قطعاً منع ہے تاکہ لوگ با تنخواہ امام کے ساتھ جماعت میں حاضر ہونے سے سستی نہ کریں۔ اور ایسا ہی اکثر اہل علم نے کہا ہے جیسے سفیان ثوری، عبداللہ بن المبارک امام شافعی اور حنفیہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے بھی اس کی تائید کی ہے اور سلف کی ایک جماعت سے اس بارے میں روایت نقل کی ہے جن میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔[1]

دوسرا قول: اگر مسجد میں آنے والی ہر جماعت دوسری جماعت سے علیحدہ ہو تو ایسی صورت میں متعدد جماعت کا قیام مطلقاً جائز ہے۔

جیسا کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ "ایک شخص اس وقت مسجد میں آیا جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھ لی تھی تب آپ نے فرمایا ہے کوئی جو اس آدمی پر صدقہ کرے

(۱) (المبسوط للسرخی ۱۳۰/۱، المدونۃ الکبریٰ ط۱/۸۹، الفروع الابن نعلم ج۱/ ۵۸۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لے۔ تو حاضرین میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نو وارد کے ساتھ نماز پڑھی۔(۱)

اور یہی قول نبی ﷺ کے اصحاب میں سے اہل علم اور تابعین کا ہے سب کا یہی کہنا ہے کہ جس مسجد میں لوگوں نے جماعت سے نماز پڑھ لی ہے اس میں بعد میں آنے والے لوگ جماعت سے نماز پڑھ سکتے ہیں اور یہی امام احمد اور اسحٰق بن راہویہ (۲) اور بعض شوافع اور ظاہریہ (۳) کا مذہب ہے۔

تیسرا قول: لوگوں کا کہنا ہے کہ تنخواہ دار امام کی جماعت کے بعد کے عام امام کی جماعت کے ساتھ دوسری تیسری جماعت ادا کرنا مکروہ نہیں ہے۔ البتہ تین مساجد میں جائز نہیں۔ مکہ، مدینہ، الاقصیٰ، کیونکہ ان تینوں مساجد میں دوبارہ جماعت مکروہ ہے تاکہ پہلی جماعت میں کثیر تعداد کو آنے کی رغبت ہو۔(۴)

دوسرا قول صحیح ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بلا تفریق ان تینوں مذکورہ مساجد اور دنیا کی دوسری عام مساجد میں دوسری جماعت کا ادا کرنا عام طور پر جائز ہے۔ کیونکہ جس کی جماعت چھوٹ جائے اس کے لئے ہے کہ "کون اس پر صدقہ کریگا" اور بظاہر یہ حکم صرف آپ کی مسجد کیلئے تھا اور حدیث کا مفہوم بھی اسی کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ آپ کی مسجد میں جماعت کی

---

(۱) رواہ ابوداؤد ۱/۱۳۵۔ (۲) المنتقی من اخبار مصطفے ﷺ لمجد الدین ابی البرکات ابن تیمیہ ج۱/ ۶۱۴، (۳) المحلی لابن حزم الظاہری ج۴/ ۲۳۶۔ (الانصاف ج۲/ ۲۱۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضلیت بھی ویسی ہی ہے جیسی دوسری مساجد میں ہے۔ واللہ اعلم۔

چوتھی حالت: یعنی ایک ہی مسجد میں ایک ہی وقت میں کئی کئی جماعت کا ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس سے مسجد میں تشویش پھیلے گی۔

پانچویں حالت: عام گذرگاہ کی عوامی مسجد میں یا بازار کی مسجد میں متعدد بار جماعت کا ہونا مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ جس مسجد کی ایسی حالت ہو اس میں کثرت سے مصلیوں کے آنیکی وجہ سے جماعت کی تنظیم بہت مشکل ہے، اور نہ ہی اسمیں وہ ممنوع باتیں پیدا ہو سکتیں جن سے بچنا چاہے یعنی ایک باتنخواہ امام کے ہوتے ہوئے دوسری بہت سی جماعتیں وہاں کی جائیں۔

چھٹی حالت۔ یہ ہے کہ امام ایک ہی نماز کو دو مرتبہ پڑھائے تو یہ حرام ہے حتیٰ کہ اگر پہلی جماعت میں فرض نماز کی نیت کرے اور دوسری جماعت میں قضاء کی، اور تمام ائمہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے، (۲)

نماز کا جماعت کے ساتھ دہرانا

لغت میں اعادت کا معنی، یہ ہے کہ کسی چیز کو اسکی پہلی حالت پر لوٹا دینا، جیسے یہ کہا جائے کہ کسی چیز کو دوبارہ کیا جائے۔

---

(۱) دیکھو بحث، اقامۃ الحجہ علی المصلی جماعۃ قبل الامام الراتب لجمال الدین القاسمی ص ۳۳۔ وحاشیۃ ابن عابدین۔ ج ۱/ ۵۵۳، الانصاف ج ۲/ ۲۱۹ (۲) الفقہ الاسلامی وادلتہ لوہبہ الزحیلی ج ۲/ ۱۶۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شرعی اصطلاح: میں شافعیہ کے نزدیک، اعادۃ کہتے ہیں کہ جو چیز اداء کے وقت کی جائے پہلی بار کسی خلل کی وجہ سے،

اور حنفیہ کے نزدیک، اعادۃ، کی تعریف یہ ہے جیسا کہ ابن عابدین نے کہا اپنے وقت پر کسی واجب کو کرنا کسی خلل کو دور کرنیکی وجہ سے،

اور حنابلہ کے نزدیک، اعادۃ، کہتے ہیں کسی چیز کو دوسری مرتبہ کرنا اور مالکیہ کے نزدیک، اعادۃ کہتے ہیں عبادت کو اسکے وقت میں ادا کرنا پہلی مرتبہ کی ادائیگی میں کسی حصے کی خرابی کیوجہ سے جیسے کسی نے پہلے نماز کسی رکن کو چھوڑ کر پڑھی ہو۔ یا نماز پوری پڑھی ہو لیکن تنہا پڑھی ہو۔

اور سب سے اچھی تعریف یہ ہے کہ اعادۃ کہتے ہیں، کہ کسی عذر کی بنا پر کسی واجب کو پہلے کی طرح وقت پر ادا کرنا (۱)

نماز باجماعت کو دوہرانے کی وجہ

نماز باجماعت کو دہرانے کی وجہ کبھی یہ ہوتی ہے کہ اس میں کوئی خلاف شریعت بات پیدا ہو گئی ہو، یا دوبارہ پڑھنے میں کوئی مصلحت پوشیدہ ہو، نماز باجماعت کو دہرانیکی صورتیں۔

(۱) جس نے نماز پڑھ لی پھر جماعت پائی تو دوبارہ پڑھ لی، اس کی دو صورتیں ہیں

پہلی صورت۔ یہ ہے کہ کسی نے پہلے اکیلے نماز پڑھی تھی پھر جب

(۱) الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ج۵ / ۱۷۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت پائی تو اسی نماز کو دوبارہ پڑھ لے۔

دوسری صورت۔ کہ کسی نے نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تھی پھر دوسری جماعت پائی تو اسی نماز کو دوبارہ پڑھ لے،

دوسرے، مقتدی کی نماز کو دہرانا جب صف میں کھڑے ہونے کی مخالفت کی ہو،

تیسرے۔ جس نے کسی فاسق امام کے پیچھے نماز پڑھی ہو خواہ امام کا فسق اعمال کی وجہ سے ہو یا اعتقاد کی وجہ سے ہو۔

چوتھے۔ کسی قاری نے کسی امی جاہل کے پیچھے نماز پڑھی ہو تو وہ نماز دوبارہ پڑھے۔

پانچویں۔ فرض نماز پڑھنے والا جب نفل پڑھنے والے کے پیچھے پڑھ لے تو اسے نماز لوٹانا ہوگا۔ اب آگے ان مسائل کا تفصیلی بیان ہو رہا ہے،

(۱) جس نے نماز پڑھ لی ہو پھر جماعت پائے تو اسکو دہرانے کا بیان

کبھی کسی وجہ سے جماعت کے ساتھ نماز فوت ہو جاتی ہے اور آدمی اکیلے نماز پڑھ لیتا ہے، یا کبھی جماعت کے ساتھ اسنے پڑھی ہے پھر دوسری جماعت مل جائے تو وہی نماز پھر پڑھ لے تو کیا اسکے لئے اس نماز کا دہرانا مشروع ہے یا نہیں؟ خواہ اس نے پہلے اکیلے پڑھی تھی پھر اس نے سوچا جماعت کے ساتھ بھی پڑھ لوں یا اس نے جماعت کے ساتھ پڑھی تھی پھر اس نے سوچا دوسری جماعت کے ساتھ بھی پڑھ لوں، اس بارے میں ہم کہتے ہیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے نماز اکیلے پڑھی پھر جماعت پالی

جس نے کوئی فرض نماز اکیلے پڑھ لی پھر اسے جماعت مل گئی تو وہی نماز وہ دوبارہ جماعت کے ساتھ پڑھے، کیونکہ جماعت کے ساتھ اس نماز کا دہرانا بالاتفاق مستحب ہے، اس پر نبی ﷺ کا حکم دلیل ہے کہ جس نے کوئی نماز اکیلے پڑھی ہے تو اسی نماز کو جماعت کے ساتھ دوبارہ پڑھنا چاہیئے۔ جیسا کہ جابر بن یزید بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ آپ کے حج میں ساتھ رہا اور میں نے مسجد الخیف میں آپ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، میں اس وقت نوجوان لڑکا تھا، جب آپ نے نماز پڑھ لی تو آپ نے دیکھا کہ دو آدمی ہیں جنھوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی، آپ نے ان سے پوچھا، تم دونوں نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ ان لوگوں نے کہا، یارسول اللہ ہم لوگوں نے اپنے خیمے میں پڑھ لی ہے، تب آپ نے فرمایا، ایسا آئندہ مت کرنا، جب تم اپنے خیمے میں پڑھ لو، پھر تم جماعت والی مسجد میں آؤ تو سب کے ساتھ جماعت میں شامل ہو کر بھی پڑھ لو اسلئے کہ یہ تمہارے لئے نفل ہے، [1] البتہ کسی بھی نماز کے لوٹانے کے بارے میں فقہاء کے کئی اقوال ہیں:

پہلا قول۔ یہ ہے کہ پوری نماز دہرائی جائے، اور یہی مذہب

(۱) سنن الترمذی بشرح عارضۃ الاحوذی ج ۲ / ۱۸ اور سنن ابی داؤد ج ۱ / ۱۳۶ اور مستدرک الحاکم ج ۱ / ۲۴۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شافعیہ ،مالکیہ اور حنابلہ کا بھی ہے،

دوسرا قول۔ مغرب کے علاوہ باقی سب نمازیں دہرائی جائینگی اور یہی مذہب مالکیہ اور حنابلہ کا ہے اور ایک روایت شافعیہ کی بھی ہے۔

تیسرا قول۔ ظہر اور عشاء لوٹائی جائیگی اور صبح، عصر اور مغرب نہیں لوٹائی جائیگی، اور یہ حنفیہ کا مذہب ہے۔[۱] اور جو لوگ تمام نمازوں کے لوٹانے کے قائل ہیں انکی دلیل یہ ہے،وہ حدیث جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپنے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا، جب انھوں نے ان امراء کے بارے میں آپ سے کہاکہ یہ لوگ نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرکے پڑھتے ہیں تو آپ نے ان سے فرمایا،

نماز اپنے وقت پر پڑھو اگر ان امراء کے ساتھ بھی آپ کو نماز مل جائے توان کے ساتھ بھی پڑھ لیں اور یہ نہ کہیں کہ میں تو پڑھ چکا ہوں اب دوبارہ نہیں پڑھوں گا،(۲)

اور اس پہلی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے، جس میں آپنے ان دونوں آدمیوں سے فرمایا جنھوں نے اپنے خیموں میں نماز پڑھ لی تھی اور دوسری جماعت ہوتے ہوئے بھی نہیں پڑھی آپنے فرمایا ”جب تم اپنے خیموں میں پڑھ چکے ہو پھر جماعت والی مسجد میں آؤ تو لوگوں کے ساتھ پڑھ لو کیونکہ یہ تمہارے لئے نفل ہو جائیگی۔

---

[۱] الکافی لابن عبدالبر ج۱/۲۱۸ اور المغنی ج۲/۱۱ [۲] رواہ مسلم فی صحیحہ ج۱/۴۴۹ حدیث نمبر ۶۴۸ کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب ۴۱،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نبی ﷺ نے یزید بن عامر الانصاری سے فرمایا، لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے تمہیں کس چیز نے روکا تو انھوں نے کہا میں اپنے گھر میں پڑھ چکا تھا اور میں سمجھ رہا تھا کہ آپ لوگوں نے نماز بھی پڑھ لیا ہے، تب آپؐ نے فرمایا، جب نماز کیلئے آؤ اور لوگوں کو نماز پڑھتے پاؤ تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لو اگرچہ تم وہ نماز پڑھ چکے ہو پہلی نماز نفل ہو جائیگی اور یہ فرض [1] اور وہ حدیث جو ابو مجن بن ابو مجن الدولی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپؐ نے نماز پڑھی اور ابو مجن آپکی مجلس میں بیٹھے رہے، نبی ﷺ نے ان سے فرمایا تم نے سب لوگوں کے ساتھ کیوں نماز نہیں پڑھی کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ انھوں نے کہا، بیشک یارسول اللہ میں مسلمان ہوں، البتہ میں نے نماز اپنے گھر والوں کے ساتھ پڑھ لی ہے، تبؐ آپنے فرمایا جب تم مسجد میں آؤ تو سب کے ساتھ نماز پڑھ لو اگرچہ تم نے وہ نماز پڑھ لی ہے، [2]

تو یہ تمام احادیث عموماً بیان کرتی ہیں کہ جس نے پہلے نماز پڑھ لی ہے اسکے لئے جماعت کے ساتھ دوبارہ نماز پڑھ لینا مشروع ہے، اور اس نماز اور اس نماز کے درمیان فرق نہیں کیا ہے بلکہ ان تمام نمازوں کو لوٹانا مشروع قرار دیا ہے جنھیں کسی نے پہلے تنہا پڑھی ہے، اور جو

---

[1] سنن ابی داؤد ج۱/ ۳۸۸ [2] سنن ابی داؤد ج۱/ ۳۸۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ اس کے قائل ہیں کہ مغرب کے سوا باقی سب نمازیں لوٹائی جائیں ان کی دلیل یہ ہے،

انھوں نے استدلال کیا ہے کہ تمام نمازیں لوٹائی جائیں گی جیسا کہ پہلے قول کے لوگوں کی دلیلیں ہیں، لیکن انھوں نے کہا کہ مغرب کی نماز نہیں لوٹائی جائیگی کیونکہ اسکو دہرانے سے مغرب کی رکعات جوڑہ ہو جائینگی اور جب کہ مغرب کی رکعات طاق مشروع ہیں۔ اور مغرب میں تین رکعت لوگ نفل پڑھتے ہیں جسکی شریعت اسلامیہ میں کوئی اصل نہیں ہے، لہٰذا مغرب نہیں دہرائی جائیگی، [1]

اور ظہر اور عشاء کی نماز دہرانے کی مشروعیت کے قائلین کی دلیل یہ ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا کہ تمام نمازوں کا دہرانا مشروع ہے تو انھیں بنیادوں پر ظہر اور عشاء کو بھی محمول کیا جائے، لیکن صبح اور عصر کی نماز نہیں دہرائی جائیگی کیونکہ وہ ممنوع وقت ہے اسمیں نفل نہیں پڑھی جاسکتی اسلئے صبح اور عصر کی نماز نہیں لوٹائی جائیگی، اسی طرح مغرب کی نماز بھی نہیں دہرائی جائیگی، جسکے قائلین کی دلیل اوپر گذر چکی [2] راجح مسلک وہی پہلا قول ہے کہ تمام نمازیں دہرائی جائیں ان دلائل پر عمل کرتے ہوئے جنھیں مطلقا تمام نمازوں کے دہرانے کا بیان ہے اور ان میں یہ کہیں ذکر نہیں کہ بعض نمازیں پڑھی جائیں اور بعض نہ پڑھی جائیں۔

---

[1] الکافی لابن عبد البر ۱/۲۱۸ اور المبدع ۲/۳۵۔ [2] المبسوط ۱/۱۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب) ''اس کا بیان کہ جس نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی پھر دوسری جماعت پائی تو وہ اپنی نماز دہرائے''

یعنی جس نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی پھر دوسری جماعت پائی تو کیا وہ اس دوسری جماعت کو بھی پڑھے یا نہیں؟۔

اس میں علماء کے دو قول ہیں،

پہلا قول یہ ہے کہ نماز دوبارہ نہ دہرائے،

اور یہ حنفیہ اور مالکیہ کا قول ہے اور ایک روایت شافعیہ سے بھی منقول ہے [۱]

دوسرا قول۔ یہ ہے کہ دوبارہ نماز کو دہرائے

اور یہ مذہب حنابلہ اور شافعیہ اور ظاہریہ کا بھی ہے خواہ وہ کوئی نماز بھی ہو۔ شرط یہ ہے کہ آدمی مسجد میں موجود ہو یا مسجد میں داخل ہو تو لوگ جماعت سے پڑھ رہے ہوں [۲]

پہلے قول والوں کا استدلال یہ ہے۔ کہ عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے **لا تصلوا صلاۃ فی یوم مرتین** [۳]

اس حدیث یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ نماز دوبارہ دہرائی جائے، اسکا مطلب یہ ہے کہ جس نے

---

(۱) المبسوط ج۱/۱۳۵۔ المدونۃ ج۱/۸۸۔ المغنی ۲/ ۲۲۳ (۲) المغنی ج۲/۵۱۹ (۳) سنن ابی داؤد ۱/۳۹۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت سے نماز پڑھ لی ہے اب اسکو دوبارہ نہ دہرائے، اسی موجودہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے اور تمام احادیث پر بھی عمل کرتے ہوئے جو اس بحث میں گذر چکی ہیں۔

اور حضرت جابر بن یزید الاسود الدولی کہ پہلے گذری حدیث کہ جب تم اپنے خیموں میں نماز پڑھ لو اور پھر جماعت والی مسجد میں آؤ تو سب کے ساتھ نماز پڑھ لو کیونکہ یہ نماز تمہارے لئے نفل ہے، اور یزید بن عامر کی گذری ہوئی حدیث کے مطابق بھی جس میں فرمایا گیا ہے کہ ''جب تم نماز میں آؤ اور لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھو تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لو اگرچہ تم اس نماز کو پہلے پڑھ چکے ہو۔ پہلی تمہارے لئے نفل ہوگی اور یہ فرض۔[1]

اور ان دونوں حدیثوں سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس شخص کو حکم دیا جس نے اپنے گھر میں تنہا نماز پڑھی تھی کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے اس سے معلوم ہوا کہ جس نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی ہو وہ دوبارہ اسے نہیں پڑھیگا اس قول کے قائلین ایک عقلی دلیل بھی پیش کرتے ہیں، کہ تنہا نماز پڑھنے والے کی نماز کو جماعت کے ساتھ لوٹانے کا حکم دینا دراصل اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جماعت کی نماز پڑھ کر جماعت کی فضیلت بھی حاصل

(۱) المغنی لابن قدامہ ج ۲/ ۵۱۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے اور جماعت سے پڑھنے والے کو نماز دہرانے کی اسلئے ضرورت نہیں کہ اس نے جماعت سے پڑھ کر جماعت کی فضیلت حاصل کرلی ہے، اگر اسکے لئے جائز ہو تاکہ وہ دوسری جماعت کے ساتھ بھی دوبارہ پڑھ لے تو اسے تیسری اور چوتھی جماعت اور اس سے زائد جماعت میں بھی شریک ہونا چاہیئے اور ایسا کسی نے نہیں کہا،

دوسرے قول کے قائلین کے دلائل

اور جن کی رائے یہ ہے کہ جس کو جماعت مل جائے وہ ان کے ساتھ نماز پڑھے خواہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ چکا ہو، سنت، اثر، اور معنی اور قیاس کے مطابق

سنت کی دلیل

سنت کی دلیل یہ ہے کہ جابر بن یزید بن الاسود کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

اذا صليتما في رحالكما ثم جب تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو اور پھر أتيتما مسجد جماعة فصليا جماعت والی مسجد میں آؤ تو سب لوگوں کے معهم فانها لكم نافلة، ساتھ دوبارہ نماز پڑھ لو یہ تمہارے لئے نفل ہوگی

اور وہ روایت جو ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابومحجن الدولی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم مسجد میں آؤ تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو اگرچہ تم نماز پڑھ چکے ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ابوذر غفاریؓ کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

فان اقیمت الصلوٰۃ وانت فی المسجد فصل ولاتقل انی قد صلیت فلا اصلی.

جب نماز کی اقامت کہہ دی جائے اور تم مسجد میں رہو تو جماعت کے ساتھ پڑھ لو اور یہ مت کہو کہ میں نے تو پڑھ لی ہے اب نہیں پڑھوں گا۔

اور معاذ بن جبلؓ کے عمل سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے تھے پھر وہ اپنی قوم میں جاتے تھے پھر وہاں بھی یہی نماز پڑھتے تھے۔ اور یہ حدیث اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ حضرت معاذؓ نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور پھر اسی نماز کو جماعت کے ساتھ دوبارہ پڑھا۔ اور نبی ﷺ نے انھیں اس عمل پر کوئی اعتراض نہیں کیا، اس سے ثابت ہوا کہ جس نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی ہو وہی نماز اسے دوبارہ پڑھنی بالکل جائز ہے۔[۱] اور ان تمام احادیث سے استدلال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ تمام احادیث عمومیت کے ساتھ اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ نماز کا دہرانا مطلقا جائز ہے خواہ مصلی نے اکیلے نماز پڑھی ہو یا جماعت کے ساتھ اسی طرح جماعت ثانیہ کے جواز کے قائلین اس عمل سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ سے مروی ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر مسجد میں آکر دوبارہ وہی نماز جماعت کے

---

[۱] المغنی ۲/ ۵۱۹۔۵۲۱ اور المجموع ۴/ ۲۲۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ پڑھا کرتے تھے اسی سلسلے کی ایک روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "ہمیں ابو موسی الاشعریؓ نے مقام المربد میں صبح کی نماز پڑھائی پھر ہم جامع مسجد گئے وہاں نماز کیلئے تکبیر کہی گئی پھر ہم نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے ساتھ نماز پڑھی۔[1]

حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ آدمی جب نماز جماعت کے ساتھ نہ دہرائے تو اس پر شبہ کیا جائیگا کہ اسنے نماز پڑھنے سے منہ موڑا، اور جب نماز دوبارہ پڑھ لی تو اس نے اپنے اوپر سے تہمت دور کر دی۔

اور از روئے قیاس بھی لوگوں نے کہا، کہ جیسے منفرد نماز جماعت کے ساتھ دہراتا ہے اسی طرح اس پر قیاس کر کے جماعت کے ساتھ پڑھا ہوا شخص بھی دہرائے، اور اس باب میں راجح قول، دوسرا قول ہے، یعنی جو شخص مسجد میں ہو اور نماز کی تکبیر کی جائے یا تکبیر کے بعد مسجد میں آیا ہو تو وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ خواہ وہ جماعت کے ساتھ پہلے پڑھ چکا ہو۔ کیونکہ شرعی دلائل عام ہیں وہ اس بارے میں تفریق نہیں کرتیں کہ جس نے اکیلے نماز پڑھی یا جماعت کے ساتھ پڑھی۔ اور اس لئے بھی کہ اس کے اوپر سے نماز نہ پڑھنے کا شبہ دور ہو جائے، واللہ اعلم

[1] المغنی لابن قدامہ ۲/۵۲۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) مقتدی کا نماز دہرانا

جب صف میں کھڑے ہونیکی جگہ میں غلطی کرے

جب مقتدی صف میں اپنی جگہ کھڑے ہونے میں غلطی کرے، مثلاً یا تو صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو جائے، یا امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جائے، مقتدی جب صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو جائے، تو اس نے بالاتفاق ایک ممنوع کام کیا، بلکہ فقہاء نے ایسے شخص کی نماز کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور دو باتیں کہیں، پہلا قول۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ اسکی نماز صحیح ہو جائیگی اسکو لوٹانا نہیں چاہیے۔ یہ حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کا مذہب ہے اور حنابلہ سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے اور یہی حسن بصری، امام الاوزاعی اور ابن المنذر کا بھی قول ہے۔[۱]

دوسرا قول: یہ ہے کہ اگر اس نے ایک رکعت بھی تنہا صف کے پیچھے پڑھی ہے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، اور اسے لوٹانا پڑیگا، اور یہی حنابلہ کا مذہب ہے اور الظاہریہ کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی امام نخعی وغیرہ کا بھی مذہب ہے۔[۲]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا، [۳] یہی امام احمد کے قدیم اصحاب نے کہا اور متاخرین کی ایک جماعت نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور سلف کی ایک جماعت نے بھی اور جو لوگ صف کے پیچھے اکیلے مقتدی کی نماز کی

---

[۱] المبدع ۲/ ۸۷، المغنی ۲/ ۲۱۱۔ [۲] المغنی ج ۲/ ۲۱۱۔ ۲۱۲، الانصاف ج ۲/ ۲۸۹ اور المحلی ۴/ ۵۲۔ [۳] مختصر الفتاویٰ المصریہ ص ۵۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحت کے قائل ہیں ان کی دلیل سنت اور عقل کی بنیاد پر یہ ہے،

(۱) حدیث کی دلیل۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت کے لئے کھڑے ہوئے اور میں نے اور ایک یتیم نے صف لگائی اور ایک بوڑھی عورت ہمارے پیچھے تھی تو آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی (۱)، اور بوڑھی عورت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں۔

اس حدیث سے استدلال کا طریقہ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اکیلی صف سے پیچھے تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنی اقتداء کرنے کو جائز قرار دیا، جس سے ثابت ہوا کہ منفرد کی نماز صف کے پیچھے جائز ہے اور اسے نماز دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے صف کے پیچھے نیت باندھی اور پھر صف کی طرف چلے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **زادك الله حرصا ولا تعد**، اللہ تمہارا شوق بڑھائے آئندہ ایسا مت کرنا امام بغوی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا "ولا تعد" یعنی آئندہ ایسا مت کرنا، یہ ممانعت محض تعلیم و رہنمائی کیلئے ہے حرمت کیلئے نہیں، اگر ممانعت تحریم کیلئے ہوتی تو آپ نماز دہرانے کا بھی حکم فرماتے۔ (۲)

اور اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے، کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کسی نماز کی صف میں شامل ہوئے اور وہ اکیلے تھے، اور انکا صف میں کھڑے

---

۱ صحیح مسلم ج ۱/ ۴۵۸، رقم ۶۶۰ ۲ شرح السنہ امام بغوی، ج ۳/ ۳۷۸، رقم ۸۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا نماز کی کنجی ہے، اسکے باوجود نبی ﷺ نے نماز دہرانے کا انکو حکم نہیں دیا، اس سے معلوم ہوا کہ نماز بالکل صحیح تھی [۱] اور عقلی طور پر بھی بات سمجھ میں آتی ہے کہ صف کے پیچھے تنہا کھڑے ہونا عورت کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جب وہ مردوں کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی ہو۔ تو مردوں کی صف اور انکا قیام انکی جماعت کی طرح ہوگا۔" اور جو لوگ صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونے والے کی نماز کے فاسد ہو جانے کے قائل ہیں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

اول سنت کے ذریعے

(۱) امام بغوی نے اپنی سند سے وابصہ بن معبد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھ رہا ہے تو آپ نے اسکو حکم دیا کہ وہ اپنی نماز دہرائے،

امام بغوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے [۲] اور اسے الفتح میں صحیح کہا ہے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے کہا کہ جس نے نماز دہرانے کو واجب نہیں کہا ہے تو انھوں نے وابصہ کی حدیث میں اس کے اعادہ کو مستحب قرار دیا ہے، [۲]

(۲) اور وہ حدیث جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی اور جب سلام پھیر کر رخ موڑا تو ایک شخص تنہا صف میں تھا، تو

---

[۱] المبسوط ۱/ ۱۹۲ اور فتح القدیر ۱/ ۳۰۹ اور المجموع ۴/ ۲۹۶ [۲] شرح السنۃ للبغوی ۳/ ۳۷۹ رقم ۸۲۳ باب من صلی خلف الصف وحدہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے فرمایا اپنی نماز لوٹاؤ صف میں اکیلئے مرد کی نماز نہیں ہوتی اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اپنی نماز دوبارہ پڑھو کیونکہ کسی اکیلے آدمی کی نماز صف کے پیچھے نہیں ہوتی تو اس حدیث میں صف کے پیچھے منفرد شخص کو اپنی نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم ہے کیونکہ اس کی نماز ہوتی ہی نہیں۔

قول راجح کا بیان:- اور اس مسئلے میں تیسرے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بغیر عذر کے صف کے پیچھے اکیلے شخص کی نماز نہیں ہوتی، اگر اس وقت کوئی خاص عذر ہو مثلاً کوئی شخص مسجد میں آیا ہو اور صفیں بھری ہوئی ہوں اور اس کو کھڑے ہونے کی جگہ نہ ہو یا ایسا ہو کہ صف میں شامل ہونے سے پہلے امام رکوع میں چلا جائے اور وہ صف کے قریب پہونچ گیا ہو اور وہ رکوع کرے تاکہ اسے رکعت کا ثواب مل جائے پھر چل کر صف میں شامل ہو جائے، یہ امام زہری اور اوزاعی کا قول ہے[1] اور اس پر شریعت کے قواعد اور اصول کی بنیاد قائم ہے۔

(۳) مقتدی نماز لوٹائے جب وہ امام کے بائیں کھڑا ہو جائے

احادیث نے امام اور مقتدی کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جماعت کی نماز میں صفوں کے احکام بیان کر دئے ہیں اس لئے امام جب ایک آدمی سے زیادہ نمازیوں کی امامت کر رہا ہو تو وہ صف کے بیچ میں کھڑا ہو۔

[1] شرح السنہ للبغوی جلد ۳/۳۷۹۔۳۸۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اکیلا مقتدی امام کے داہنی جانب کھڑا ہو اس کے برابر جب وہ صرف دو ہوں، امام اور مقتدی، البتہ اگر تین ہوں تو ان میں سے ایک امام بن کر آگے بڑھ جائے اور دو اس کے پیچھے کھڑے رہیں اور بچہ مردوں کے ساتھ کھڑا ہو گا۔ اور اگر بچے اور مرد دونوں زیادہ تعداد میں ہوں تو پہلے مرد کھڑے ہوں گے ان کے بعد بچے، اور اگر صرف مرد اور عورتیں ہوں تو مرد امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے اور عورتیں مردوں کے پیچھے اور احادیث میں اسی طرح وارد ہوا ہے۔

حدیث کے دلائل: ایک طویل حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو میں آیا اور آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے داہنی جانب کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد جبار بن صخر آئے اور وضو کر کے رسول اللہ ﷺ کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے تب آپ نے ہم دونوں کا ہاتھ پکڑ کر ہم کو اپنے پیچھے کھڑا کر دیا۔[۱]

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور ہمارے ایک یتیم بچے نے ہمارے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور ام سلیم ہمارے پیچھے تھیں۔[۲] امام بغوی فرماتے ہیں اس حدیث میں دلیل ہے کہ صف میں مردوں کو عورتوں کے سامنے

---

[۱] صحیح مسلم ۲۳۰۵ ج ۳۰۱۰۔ [۲] صحیح مسلم ۱/۶۶۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھا جائے اور بچے مردوں کے ساتھ کھڑے ہوں، کیونکہ یہ جائز ہے کہ بچے مردوں کی امامت کریں، اگر بچے اور مرد زیادہ تعداد میں ہوں تو مرد آگے کھڑے ہوں گے ان کے پیچھے بچے ان کے پیچھے عورتیں۔[1] اور مرداوی نے انصاف میں کہا ہے اگر مختلف قسم کے لوگ اکٹھے ہو جائیں تو پہلے مرد آگے کھڑے ہوں گے پھر بچے پھر زنخے پھر عورتیں، یہ صرف استحباب کے طور پر ہے اور یہی حق مذہب ہے اور اسی پر اکثر صحابہ کرام کا اتفاق ہے اسی کو ابن عدروس نے اپنے تذکرے میں اختیار کیا ہے۔ اور اسی کو مؤکد کیا ہے۔ الشرح والوجیز والرعایتین والحاوبین اور ابن تمیم نے اور المذہب الاحمد میں اور اسے الفروع والنظم میں مقدم رکھا ہے۔[2]

معلوم ہو کہ نماز اللہ رب العٰلمین سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں پیشی کا نام ہے اس لئے مناسب ہے کہ امام اور مقتدی نماز کے اندر انتہائی آداب بندگی سکون اور وقار اور قیام سب کچھ اللہ رب العزت کے دربار میں اس کی ذات کریم کے لائق ہونا چاہیئے۔ اور ائمہ کرام کو یہ سب باتیں معلوم ہونی چاہئیں اور انہیں نماز کے اندر اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا چاہیئے تاکہ اللہ ان کے قلوب کو حق اور ہدایت پر جمع رکھے۔

لیکن اگر مقتدی اپنے قیام میں حق کی مخالفت کرے اور امام کے

---

[1] شرح السنہ للبغوی جلد ۳۔ [2] ۲/ ۲۸۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

داہنے کھڑے ہونے کے بجائے اس کے بائیں جانب کھڑا ہو جائے تو ایسی صورت میں اس کی نماز کا کیا حکم ہو گا کیا دہرائی جائے گی یا نہیں؟ اس مسئلے کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں۔

اول: مقتدی امام کے بائیں جانب ہو اور امام کے داہنی جانب یا پیچھے کوئی اور شخص ہو۔

دوسری شکل: مقتدی امام کے بائیں جانب ہو اور ان دونوں کے پیچھے صف ہو۔

تیسری شکل: مقتدی امام کے بائیں جانب ہو اور داہنی سمت خالی ہو اور امام کے پیچھے بھی کوئی نہ ہو۔ تو پہلی دو صورتوں میں تو نماز صحیح ہو جائے گی۔ لیکن تیسری صورت میں فقہا نے امام کے بائیں جانب کھڑے ہونے والے کی نماز دہرانے کے بارے میں ان کے دو مختلف قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے اس کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہی جمہور علماء حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کا قول ہے اور حنابلہ کی بھی ایک روایت ہے۔[1]

دوسرا قول: یہ ہے کہ اس کی نماز نہیں صحیح ہو گی۔ بلکہ وہ اسے دہرائے گا۔ جب اس نے امام کے بائیں جانب کھڑے ہو کر ایک رکعت پوری کرلی ہو گی اور یہی حنابلہ کا مذہب ہے۔[2]

---

[1] بدائع الصنائع ج ۱/ ۱۵۹ اور المدونۃ الکبریٰ ج ۱/ ۸۶، اور المجموع ج ۴/ ۱۸۸، اور الانصاف ج ۲/ ۲۸۲ [2] المغنی ۲/ ۲۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے قول کے قائلین کا استدلال: عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گذاری، نبی ﷺ رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے لگے تو میں بھی اٹھ کر آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ نے میرا سر پکڑ کر مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کر دیا۔

استدلال کی وجہ:۔ عبداللہ بن عباسؓ آپ کی نماز کی ابتداء میں تحریمہ کے وقت آنحضرت ﷺ کے بائیں جانب کھڑے ہوئے تھے اور آپ امام تھے اور نبی ﷺ نے اپنے ساتھ ان کی اقتداء کو جائز قرار دیا، اور انہیں تکبیر تحریمہ دوبارہ کہنے کا حکم نہیں دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ اور جابر اور جبار کی سابقہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ نے ان دونوں کو تکبیر تحریمہ دہرانیکا حکم نہیں دیا۔ تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ جو شخص امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جائے اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔

اور اس وجہ سے بھی کہ نماز کی صحت کا تعلق ارکان اور شرائط کے پورے ہونے پر ہے۔ اور یہ سب اس شخص کے اندر پورے ہوتے ہیں جو امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جائے اس لئے اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر یہ تو اس صورت میں ہے جب کوئی شخص امام کے داہنی جانب کھڑا ہو اگر داہنی جانب کوئی کھڑا نہ ہو کیونکہ داہنی سمت بھی ایک جانب ہے تو لہٰذا جب قیام صحیح ہو گیا تو نماز بھی صحیح ہو گئی اب لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

دوسرے قول کے قائلین کا استدلال

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال، وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی خالہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے گھر سویا رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے لگے میں بھی آپ کے ساتھ نماز کیلئے اٹھا اور آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ حضورؐ نے میرا سر پکڑا اور اپنی داہنی جانب مجھے کھڑا کر دیا، اور حضرت جابر کی پہلے گذری ہوئی حدیث سے استدلال اور ان دونوں حدیثوں سے استدلال کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس اور جابر اور جبار رضی اللہ عنہم کو اپنی داہنی جانب لوٹایا جب وہ آپ کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ امام کے بائیں جانب کھڑا ہو، اور اس حدیث کی بنا پر جو شخص امام کے بائیں جانب کھڑا ہو گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ مقتدی کے قیام کی جگہ کی مخالفت کرنے کی بنا پر اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی ﷺ ان کو چھوڑ دیتے۔

راجح قول: اس بارے میں راجح پہلا قول ہے اور وہ یہ کہ جو شخص امام کی بائیں جانب کھڑا ہو جائے اس کی نماز صحیح ہے اور خصوصاً نبی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے عبداللہ بن عباس اور جابر اور جبار رضی اللہ عنہم کو تحریمہ لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا۔ حالانکہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے بائیں جانب کھڑے ہوئے تھے۔ اور کسی وجاہت کی بنا پر لوگوں نے اس سے استدلال کیا اور شیخ عبدالرحمٰن بن سعدی رحمہ اللہ نے اس قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا: ''اور صحیح یہ ہے کہ مقتدی کا امام کے داہنی جانب کھڑا ہونا سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں کہ اس کو چھوڑنے سے نماز باطل ہوجائے۔ تو امام کے بائیں جانب کھڑے ہونے سے نماز صحیح ہوجائے گی داہنی جانب خالی ہونے کے باوجود، اسلئے کہ ممانعت تو اکیلے ہونے کی وجہ سے ہے۔ البتہ نبی ﷺ کا ابن عباس کو اپنی داہنی جانب گھمانا جب وہ آپ کے بائیں جانب کھڑے ہوگئے تھے تو یہ صرف افضلیت کی بنا پر تھا وجوب کی بنیاد پر نہیں۔ کیونکہ آپ نے ان کو صرف گھمادیا ان کو اس سے منع نہیں کیا۔ اور فعل سنت ہونے کی دلیل ہے۔ جیسے آپ نے حضرت جابر اور جبار کو اپنے پیچھے ہٹایا جب وہ دونوں آپ کے دونوں جانب کھڑے ہوگئے تھے۔ تو یہ بھی مثال تھی حضرت عبداللہ بن عباس کو گھمانے کی جو دلیل ہے صرف اس کی افضلیت کی۔[1]

میں کہتا ہوں کہ یہی قول سب سے مناسب ہے جس میں تمام ادلہ جمع ہوجاتے ہیں اس طرح یہ اس مسئلے میں ایک واضح اور مفصل قول ہے۔ اسی

(المختارات الجلیلۃ من المسائل الفقہیہ ص ۶۱ - ۶۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح امام کیلئے بھی ضروری ہے کہ جب کوئی مقتدی اس کے بائیں جانب کھڑا ہو جائے تو نبی ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے وہ اسے داہنی جانب گھما دے جیسا کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو گھما دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

(۴) جس نے کسی فاسق امام کے پیچھے نماز پڑھی ہو اس کی نماز کے دہرانے کا بیان

نمازوں کی امامت کی عظمت شان کا بیان: مسلمانوں کی نمازوں کی امامت کا منصب بڑا عظیم ہے اور یہ بڑا جلیل القدر عمل ہے نبی ﷺ نے اپنی پوری زندگی اس پر گذار دی، اور اسی طرح آپ کے خلفاء کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس پر مداومت کی، اور بلاشبہ اسلامی معاشرے میں امام کا دور بڑا عظیم الشان ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ امام مسلمانوں کی امامت اس نماز میں کرتا ہے جو شہادتین کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ منصب امامت پر فائز رہنے والا شخص ایسی اچھی صفات کا مالک ہو جو اس عظیم منصب کے شایان شان ہو، اور فقہاء اسلام اس پر متفق ہیں کسی عادل عالم متقی صاحب زہد و ورع امام کے پیچھے نماز پڑھنی دوسرے غیر متقی امام کے مقابلے میں زیادہ افضل ہے الحاکم نے اپنی مستدرک میں مرثد بن ابی مرثد الغنوی سے جو بدری تھے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ان سركم ان تقبل صلاتكم فليؤمكم خياركم فانهم وفدكم فيمابينكم وبين ربكم عزوجل"[1]	اگر تمہیں خوشی ہو کہ تمہاری نماز قبول کی جائے تو تمہاری امامت وہ لوگ کریں جو تم میں سب سے اچھے ہوں اس لئے کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان تمہارے نمائندے ہیں۔

اور امام احمد نے کتاب الصلاۃ میں فرمایا۔"اور مسلمانوں پر یہ حق واجب ہے کہ وہ اپنی امامت کیلئے ان کو آگے بڑھائیں جو ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور دیندار اور سب سے افضل اور اہل علم ہوں، جو اللہ سے ڈرنے والے ہوں اور لوگ اپنے ائمہ کی نگرانی کریں، جیسا کہ حدیث میں ہے۔

"ومن ام قوما وفيهم من هو اقرأ منه لكتاب الله واعلم لم يزالوا في ثفال"[2]	جس نے کسی قوم کی امامت کی اور ان میں اس نے اس سے زیادہ اللہ کی کتاب پڑھنے والا اور زیادہ جاننے والا شخص موجود ہو تو وہ مسلسل پستی میں گرتے رہیں گے۔

اور فقہاء میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، کیونکہ نماز کی شروط پوری کرنے میں اس پر اعتماد نہیں اور ایسے شخص کو امامت کیلئے آگے بڑھانے سے جماعت کے کم ہو جانے کا ڈر ہے۔ اور لوگ بہت کم اس کی اقتداء کرنے کو پسند کریں گے۔ (بدائع الصنائع ۵۵٦) لیکن اگر کسی نے کسی فاسق امام کے پیچھے نماز پڑھ لی تو کیا اس کی نماز صحیح ہو گی اور دہرائی نہیں جائے گی یا صحیح نہیں ہے اور دہرائی جائے گی اس مسئلے پر دو جگہ بحث ہے۔

(۱) المستدرک ج ۳/ ۲۲۲، (۲) فیض القدیر للمناوی ج ٦/ ۸۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا مقام:- امام اپنے اعمال کے اعتبار سے فاسق ہو مثلاً کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو، جیسے زنا، چوری، شراب نوشی وغیرہ یا چھوٹے گناہوں پر مصر ہو جیسے داڑھی منڈانا، سگریٹ پینا۔

دوسرا مقام:- یہ ہے کہ امام عقیدے کے اعتبار سے فاسق ہو جیسے معتزلی یا شیعہ اور خصوصاً انتہا پسند شیعہ ہو۔

پہلے مقام کی بابت:- مقتدی کو نماز دہرانی ہوگی جب اس نے اعمال کے اعتبار سے فاسق امام کے پیچھے نماز پڑھی ہو، تو فقہاء ایسے شخص کے بارے میں چار اقوال بیان کرتے ہیں۔

پہلا قول:- ایسے عملی فاسق کے پیچھے نماز صحیح ہو جائے گی اور دہرائی نہیں جائے گی، یہ حنفیہ، شافعیہ اور ایک روایت حنابلہ کی بھی ہے اور ایک مالکیہ کی بھی۔ [۱]

دوسرا قول:- فاسق عملی کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوتی جس نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ اسے دہرائے، یہ حنابلہ کا مذہب ہے اور اس بارے میں ایک روایت مالکیہ کی بھی ہے۔ [۲]

تیسرا قول:- اگر امام کا فسق نماز سے متعلق ہو تو اس کی امامت صحیح نہیں ہوگی، اور جس نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ صحیح نہیں ہوگی استحباباً اس کو چاہیے کہ نماز اسی وقت دہرائے، اور مالکیہ کے

---

۱ (المبسوط) ۲ الانصاف ۲/ ۲۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک یہی مذہب معتمد ہے۔

چوتھا قول:- جو کھلم کھلا فسق کرے اس کی امامت صحیح نہیں ہو گی اس لئے جس نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ دہرائے، البتہ جو اپنا فسق علانیہ نہ کرے تو اس کی نماز نہیں دہرائی جائے گی اور یہ حنابلہ کی روایت ہے۔[1]

ان اقوال کے دلائل

پہلے قول کے دلائل:- جو لوگ عملی فاسق کی نماز کی صحت کے قائل ہیں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث انہوں نے فرمایا، مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كيف انت اذا كان عليك امراء يؤخرون الصلاة عن وقتها؟ قال قلت فما تأمرني؟ قال صل الصلوٰة لوقتها، فان أدركتها معهم فصل فانهالك نافلة[2]

ابوذر تمہارا کیا حال ہو گا جب تم پر وہ امراء مسلط ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے دیر کر کے پڑھیں گے، ابوذر نے جواب دیا یا رسول اللہ آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: نماز تم اپنے صحیح وقت پر پڑھ لو، اور اگر تم وہی نماز ان امراء کے ساتھ بھی پالو تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لو کیونکہ یہ تمہارے لئے نفل ہو گی۔

---

[1] الانصاف ۲/ ۲۵۲ [2] صحیح مسلم ج ۱/ ۴۴۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نماز ان امراء کے پیچھے بھی پڑھنے کا حکم فرمایا، اور اسے نفل قرار دیا۔ کیونکہ امراء نے نماز کو اس کے اصل وقت سے مؤخر کر کے پڑھا، اور ظاہری طور پر یہ ثابت ہو رہا ہے کہ اگر امراء نماز کو وقت پر پڑھتے تو مصلی ان کے ساتھ فرض نماز سمجھ کر پڑھنے کے پابند ہوتے، اور اس میں شک نہیں کہ جس نے نماز مردہ کر کے اسکے صحیح وقت کے خلاف پڑھی اس نے انصاف نہیں کیا۔

(۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ تمہارے لئے نماز پڑھاتے ہیں، اگر صحیح کریں تو تمہارے اور ان کیلئے بہتر ہے۔ اگر وہ غلطی کریں تو تمہارے حق میں ہے اور ان کے خلاف ہے یعنی تمہارے لئے اجر ہے اور ان پر گناہ۔ (اخرجہ البخاری ج ۱ ر ۱۷۰)

وجہ استدلال:۔ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے امراء کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے اور بتادیا کہ انہوں نے اگر صحیح کیا تو سب کو اجر ملے گا۔ اور اگر انہوں نے غلطی کی تو خطاء صرف امراء کی ہوگی اور مقتدیوں پر کچھ نہیں، یعنی نبی ﷺ نے فاسق کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے۔

(۳) ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصلوٰة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم، براكان او فاجرا، وان عمل الكبائر [1]
فرض نماز ہر مسلمان کے پیچھے واجب ہے نیک ہو یا بد کار اور خواہ وہ کبیرہ گناہیں کرتا ہو۔

(۴)اور وہ روایت جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ حجاج بن یوسف [2] کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جبکہ حجاج فاسق تھا اور کسی روایت سے ثابت نہیں کہ عبداللہ بن عمر نے اپنی نماز دہرائی ہو۔ اور نہ ان صحابہ کرام میں سے کسی نے اپنی نماز دہرائی جنہوں نے حجاج کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔ تو اب اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ عملی فاسق کے پیچھے نماز درست ہو جاتی ہے۔

دوسرے قول کے دلائل

جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ عملی فاسق کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوتی ان کی دلیل حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا:

یاایها الناس توبوا الی الله قبل ان تموتوا،....... (الحدیث)
اے لوگو اپنے مرنے سے پہلے اللہ سے توبہ کرو،

اور آخر میں فرمایا:

---

[1] رواہ ابوداؤد (۵۹۴) اور ۲۵۳۳ وفی سندہ انقطاع [2] صحیح البخاری ۲/۴/۱۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا لاتؤمن إمرأة رجلا ولايؤم اعرابی مهاجرا، ولايؤمن فاجر مومنا الا ان يقهره بسلطان يخاف سيفه اوسوطه [1]

سنو ہرگز کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرے اور نہ دیہاتی کسی مہاجر کی امامت کرے اور نہ کوئی فاجر کسی مومن کی امامت کرے۔ بجز اس کے کہ وہ کسی بادشاہ کے ظلم سے یا اس کے کوڑے سے ڈرتا ہو، اور اس سے دب جائے۔

تو فاجر کی امامت صحیح نہیں ہے، اور نہ اس کی اقتداء صحیح ہے، لہٰذا جس نے کسی کافر کے پیچھے نماز پڑھی وہ اس کو دہرائے۔

اور لوگوں نے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ امامت امانت اور ذمہ داری ہے تو امام مقتدیوں کی طرف سے قرأت کرنے کا ذمہ دار ہے اور فاسق پر تو تہمت لگائی گئی ہے، اس پر ایسی ذمہ داری کا چھوڑنا قابل اطمنان نہیں اسی طرح وہ نماز کی بعض شرطوں کو بھی پوری نہیں کرتا۔ جیسے طہارت اور یہ ایسی چیز ہے جس کے کرنے پر کوئی ظاہری علامت بھی نہیں، اور جب امام عملی فسق کے بارے میں متہم ہے تو امامت کے قابل بھی نہیں، لہٰذا جس نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی ہے اسے نماز دہرانی ہوگی۔

(۳) تیسرے قول کے دلائل

جو لوگ عملی فاسق امام کی امامت کی صحت کے قائل ہیں بشرطیکہ

---

[1] رواہ ابن ماجہ ج ۱/ ۱۲۸۔ ۱۲۹، رقم (۱۰۸۱) فی کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب فی فرض الجمعہ وفی سندہ عبد اللہ بن محمد العدوی وہو متروک وعلی بن زید بن جدعان وھو ضعیف۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا فسق نماز کے ساتھ تعلق نہ رکھتا ہو تو ان کی دلیل یہ ہے۔ جب امام کا فسق کسی ایسے کام سے متعلق ہو جس کا تعلق نماز کے ساتھ نہ ہو اور وہ نماز بھی پوری اچھی پڑھاتا ہو اور اس کا فسق نماز کی صحت پر اثر انداز نہ ہو کیونکہ نماز کی صحت تو اسکے شروط اور ارکان اور واجبات کو پورے کرنے سے تعلق رکھتا ہے اور وہ نماز کی شرائط کی ادائیگی پر پوری طرح قدرت بھی رکھتا ہو، اس لئے اس کا فسق نماز پر متاثر ہو، لیکن اگر اس کا فسق نماز اعمال وافعال سے تعلق رکھتا ہو تو اس کی امامت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ نماز کے ارکان وشرائط کے عدم قیام کی بنا پر اس کی نماز کے باطل ہونے کے بارے میں ظن غالب ہے اس لئے اس کی امامت صحیح نہیں ہے۔

(۴) چوتھے قول کے دلائل

جو لوگ فاسق کی امامت کے صحیح نہ ہونے کے قائل ہیں بشرطیکہ اس کا فسق کھلا ہوا ہو، تو جو لوگ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے انہیں اپنی نماز دہرانی پڑیگی۔ لیکن جو امام کھلم کھلا فسق نہ کرتا ہو اس کے پیچھے نماز صحیح ہوگی۔ تو جو لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھیں انہیں نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ جو شخص اپنے فسق کا اعلان کرتا ہے وہ امامت کا اہل نہیں وہ اس کے قابل نہیں لہٰذا جس نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے اس کی نماز فاسد ہے۔ اور اس لئے بھی کہ جب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا فسق ظاہر ہو گیا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے کسی مصلی کو کوئی عذر باقی نہ رہا۔ البتہ جس نے اپنا فسق ظاہر نہیں کیا تو مصلی اس کے پیچھے معذور ہے۔ اس لئے اس کو لوٹانا ضروری ہے۔

اور قول راجح:۔ عملی فاسق کے پیچھے نماز صحیح ہے اسے لوٹانا نہیں چاہئے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ فاسق کو امامت کیلئے مقرر نہ کیا جائے ہو سکتا ہے وہ فسق سے باز آجائے۔ لیکن اگر اس کا تقرر ضروری ہو اور اسے امام مقرر کر دیا گیا تو اس کے پیچھے نماز صحیح ہو جائے گی۔ اور امت کی تکلیف دور کرنے کے خیال سے وہ نماز دہرائی بھی نہیں جائے گی۔

دوسرا موضوع:۔ مقتدی کا نماز دہرانا جب اس نے فاسق بالعقیدہ کے پیچھے نماز پڑھی ہو، تو جس نے پانچوں نمازیں کسی فاسق فی العقیدہ امام کے پیچھے پڑھی ہو تو فقہاء کے اس بارے میں چار اقوال ہیں:

پہلا قول: یہ ہے کہ اس کے پیچھے کراہیت کے ساتھ نماز صحیح ہو جائے گی اور اس کو دہرانا ضروری نہیں ہو گا۔ اور یہ شافعیہ اور حنفیہ کا مذہب ہے اور حنابلہ کی بھی ایک روایت ہے، (فتح القدیر ۱/ ۳۰۴)

دوسرا قول: ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح ہو جائے گی اور استحباباً نماز دہرائی جائے گی یہ مالکیہ کا مذہب ہے۔

تیسرا قول: اسکے پیچھے مطلقاً نماز صحیح نہیں ہو گی اور جس نے اس کے پیچھے پڑھی ہو گی وہ اپنی نماز دہرائے گا، اور یہ حنابلہ کا مذہب ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک روایت حنفیہ کی بھی ہے۔[1]

چوتھا قول: اگر امام بدعت کا مبلغ ہو اور کھلم کھلا اپنی بدعت کا اعلان کرتا ہو، اپنا فسق ظاہر کرتا ہو، تو اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوگی، اور لوٹائی جائے گی۔ اگر اپنی بدعت کا مبلغ نہ ہو اپنے فسق کو ظاہر نہ کرتا ہو تو نماز دہرائی نہیں جائے گی اور وہ صحیح ہوگی، اور یہ حنابلہ کی ایک روایت ہے۔[2]

ان مذاہب کے دلائل

پہلے قول کے دلائل جو لوگ فاسق فی العقیدہ امام کے پیچھے نماز صحیح ہونے کے قائل ہیں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) نبی ﷺ سے وارد ہے کہ آپ نے فرمایا،

صلوا خلف من قال لااله الا الله[3] جس نے لاالہ الااللہ کہا اسکے پیچھے نماز پڑھو۔

(۲) جیسا کہ نبی ﷺ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

صلوا خلف کل بر و فاجر[4] ہر نیک اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھو

(۳) اور نبی ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

فان ادرکتك الصلوٰۃ فصل اگر تم کو نماز مل جائے تو ان کے **معھم، ولاتقل انی صلیت** ساتھ پڑھ لو اور یہ مت کہو کہ میں

---

[1] الکافی لابن قدامہ ج ۱/ ۱۸۲، بدائع الصنائع ج ۱/ ۱۵۷، [2] الکافی لابن قدامہ ج ۱/ ۱۸۲، ۱۸۳، [3] سنن الدار قطنی ج ۲/ ۵۶، ۵۷ و قال لایثبت فیہ شی، انظر نصب الرایہ ۲/ ۲۷۔۲۹۔ [4] سنن الدار قطنی ج ۲/ ۵۶،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلا اصلی[۱] نے پڑھ لیا ہے اب نہیں پڑھوں گا۔

(۴) نماز کا جواز اور اس کی صحت ارکان صلاۃ کی ادائیگی سے تعلق رکھتی ہے اور آدمی ان ارکان کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہے، لہٰذا اس کے پیچھے نماز صحیح ہوگی، اور اگرچہ مکروہ ہو کیونکہ کراہیت فاسق امام کے پیچھے نماز کی صحت کیلئے مانع نہیں ہے، اور جب ایسے شخص کے پیچھے نماز صحیح ہے تو دہرائی نہیں جائے گی۔

(۵) از روئے قیاس، جب فاسق عملی امام کی نماز خود اس کے لئے صحیح ہے تو اس پر قیاس کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب امام کیلئے اس کی نماز اپنے لئے صحیح ہے تو دوسروں کے لئے بھی صحیح ہونی چاہئے، یعنی امامت جب وہ اپنی کر سکتا ہے اور وہ صحیح ہے تو دوسروں کیلئے اگر کرے تو بھی صحیح ہونی چاہئے۔

دوسرے قول کے قائلین کی دلیلیں

جو لوگ فاسق امام کے پیچھے پڑھنے والوں کیلئے نماز دہرانے کے قائل ہیں بشرطیکہ وقت میں گنجائش ہو، اس طرح کہ اس کے پیچھے نماز صحیح ہے لیکن مکروہ ہے۔ اس لئے وقت کے اندر پڑھنی چاہئے تاکہ بلا کراہیت پورے طور پر ادا ہو جائے، اور یہ ایسی ہوگی جیسے اس نے امام کے پیچھے پڑھی ہے۔

---

[۱] رواہ مسلم فی صحیحہ ج۱/۴۴۹، حدیث رقم ۶۴۸ کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب ۴۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرے قول کے قائلین کے دلائل

اعتقادی فاسق امام کے پیچھے نماز کے صحیح نہ ہونے کے قائل حضرات کہتے ہیں کہ جس نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ مطلقاً اپنی نماز دہرائے۔ جس کی دلیل یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لایستؤن، (السجدۃ آیت ۱۸) بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو، دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

آیت کریمہ سے استدلال کی وجہ: اللہ تعالیٰ نے مومن کو فاسق کے برابر ہونے سے انکار کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ مومن کا حال فاسق سے بہتر ہے، تو جب مومن کا حال فاسق سے بہتر ہے تو فاسق مومن کی امامت کیلئے کیسے مناسب ہوگا اور جب وہ امامت کیلئے مناسب نہیں ہے تو فاسق کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوگی۔ لہٰذا اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کو دہرانا ہوگا۔

اور اس روایت سے بھی لوگ استدلال کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اجعلوا أئمتكم خياركم فانهم وفدكم بينكم وبين ربكم، [1] اپنے ائمہ اپنے پسندیدہ لوگوں کو بناؤ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان نمائندہ ہیں۔

جب کہ فاسق امام ہمارے پسندیدہ لوگوں میں سے نہیں ہے، اور یہ وجہ بھی ہے کہ فاسق آدمی بدنام اور اپنے بارے میں مطعون ہے، اور

---

[1] سنن البیہقی، ج ۳ / ۹۰،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امامت ایک امانت ہے لہٰذا کسی فاسق پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کے ذریعہ نماز کے شرائط کے پوری کرنے کے بارے میں اطمینان کیا جاسکتا، اس لئے کہ فاسق تو کافر کی طرح ہوتا ہے، اور جب اس کی امامت صحیح نہیں تو اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں لہٰذا اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کو دہرانا ہوگا، کیونکہ مقتدی نے ایسے شخص کی امامت کی جس کی امامت صحیح نہیں ہے جیسے کسی نے عورت کی اقتداء کی ہو، [۱]

(۴) چوتھے قول کے قائلین کے دلائل

جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ اعلانیہ بدعت کرنے والے کی امامت صحیح نہیں اور جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ اپنی نماز دہرائیں۔ اس لئے کہ بدعتی امامت کا اہل نہیں اور نہ ہی وہ امامت کے قابل ہے، اور جو لوگ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھیں گے ان کو اپنی نماز دہرانی پڑیگی۔ بخلاف اس بدعتی کے جو اپنی بدعت کو چھپاتا ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز پڑھنے والا معذور ہے، لہٰذا اس کو لوٹانا ضروری نہیں۔ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کسی نے کسی بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی اور مقتدی کو اس کا بدعتی ہونا معلوم نہیں تو اس کو نماز نہیں لوٹانا ہوگا، لیکن اگر کسی نے کسی کافر یا کسی ان پڑھ کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کو نماز دہرانا ضروری ہوگا کیونکہ کافر یا امی کا حال سب پر عیاں ہے، [۲]

---

[۱] المبدع ج ۲، ۶۵ [۲] (الاختیارات الجلیہ ص ۴۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور راجح یہ ہے کہ اگر فاسق کے سوا دوسرا امام نہ ملتا ہو، خواہ اعتقادی فاسق کیوں نہ ہو جو لوگوں کو نماز پنجگانہ پڑھائے تو ایسے فاسق امام کے پیچھے نماز صحیح ہو جائے گی۔ اور جس نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے اس کو لوٹانا ضروری نہیں، امت کے اوپر مشقت اور تنگی دور کرنے کیلئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جب ان پڑھ اور غلط پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو دہرانے کا بیان

اُمی، وہ شخص ہے جو مطلقاً نماز میں صحیح قرأت کرنا نہ جانتا ہو [۱] اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اُمی اسکو کہتے ہیں جو پوری سورہ فاتحہ صحیح طور پر نہ پڑھ سکتا ہو، یا حرف بگاڑ کر پڑھتا ہو یا قرأت میں ایسی غلطی کرتا ہو جس سے معنی بدل جائے۔ [۲]

اور اس میں شک نہیں کہ اُمی پر پڑھے لکھے کو فضیلت حاصل ہے خاص طور پر نماز کی امامت میں، اس لئے کہ یہ ضروری ہے کہ لوگوں کی امامت وہی آدمی کرائے جو اچھی قرأت کر سکتا ہو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

یؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله، [۳] لوگوں کی امامت وہ شخص کرائے جو ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہو۔

لیکن جب کوئی اُمی امامت کیلئے آگے بڑھ جائے اور نماز میں جتنا

---

[۱] المطلع ص۱۰ (الشرح الصغیر) ۱/۲۳۷۔ [۲] المغنی، ج۲/۱۹۵ [۳] صحیح مسلم ج۱/۴۶۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن پڑھنا فرض ہے اسے غلط پڑھے تو جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے ان کی نماز کے دہرانے یا نہ دہرانے کا کیا حکم ہے؟

اس بارے میں علماء کے چار اختلافی قول ہیں۔

پہلا قول:- امی اور ان پڑھ کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوگی اور جس نے اس کی اقتداء کی اس کو نماز دہرانی چاہئے اور ایسا ہی ائمہ اربعہ نے کہا ہے۔[۱] اور سب نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے۔

لاصلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب،[۲] اس کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔

یہ حدیث سورہ فاتحہ پڑھنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے، اور جس نے نماز کی قرأت میں خلل پیدا کیا تو اسے اچھی طرح پڑھنے والا نہیں مانا جائے گا۔ اور جس نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے اس کو دہرانا چاہئے۔

دوسرا قول:- یہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز جائز ہے اور جب جائز ہے تو مقتدی پر نماز کا دہرانا بھی ضروری نہیں ہے۔ اور ایسا ہی عطاء بن ابی رباح اور قتادہ اور مزنی اور ابو ثور اور ابن المنذر نے کہا ہے۔

اور اس کی دلیل انہوں نے یہ دی ہے کہ نماز میں قرأت صحیح نہ پڑھنے والا نماز کے ایک رکن کی ادائیگی میں عاجز رہا، تو جو شخص اس پر قادر تھا وہ عاجز کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔[۳]

---

[۱] البحر الرائق ج۱/ ۳۸۲، الانصاف ج۲/ ۲۶۸، [۲] صحیح البخاری ج۱/ ۱۸۴، و صحیح مسلم رقم ۳۹۴، [۳] المجموع ۴/ ۱۶۷۔۱۶۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا قول:- اور شافعیہ اور حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق یہ جائز ہے کہ عالم اور قاری اُمی کے پیچھے سری نماز تو پڑھ سکتا ہے لیکن جہری نہیں۔ اس کی دلیل ان لوگوں نے یہ دی ہے کہ نماز میں تمام مقتدیوں کیلئے قرأت واجب ہے اس اعتبار سے اس کے پیچھے قاری کی نماز صحیح ہے۔[1]

چوتھا قول:- جب اُمی کسی اُمی کی امامت کرے تو دونوں کی نماز حنابلہ کے نزدیک صحیح ہے، اور اگر کسی اُمی نے اُمی اور قاری دونوں کی امامت کی تو اُمی کی نماز صحیح ہو جائے گی اور قاری کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر کسی اُمی نے ایک قاری کی امامت کی تو دونوں کی نماز باطل ہو جائے گی اور ان دونوں پر نماز کا دہرانا واجب ہو گا۔ کیونکہ اُمی نے امامت کی نیت کی تھی جب کہ وہ اکیلا ہو گیا۔[2]

اور راجح قول چوتھا ہے البتہ اس میں بعض پابندیوں کا اضافہ ضروری ہے۔

(۱) یہ جائز نہیں کہ تنخواہ دار امام اُمی ہو اور اسکے پیچھے پڑھنے والے مصلی قاری ہوں۔

(۲) کسی قاری کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنی نماز کسی اُمی کے پیچھے مقتدی ہو کر شروع کرے۔

(۳) جب کوئی قاری کسی اُمی کے پیچھے نماز پڑھے اور اسے امام کا

---

[1] المجموع ج ۴/ ۱۶۷، المغنی ج ۲/ ۳۰ ط جدید۔ [2] الانصاف ج ۲/ ۲۶۸، المغنی ج ۳/ ۳۰۔ ط ہجر القاہرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حال معلوم نہ ہو تو اسکی نماز صحیح ہے رسول اللہ ﷺ کے اس عام ارشاد کے مطابق، **صلوا خلف من قال لا اله الا الله**، یعنی لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھو۔

(۶) فرض پڑھنے والا جب نفل پڑھنے والے کی اقتداء کرے تو اپنی نماز دہرائے

اس مسئلے میں مقتدی کے امام کے ساتھ تین حالات ممکن ہو سکتے ہیں۔

(۱) یہ کہ مقتدی امام کے ساتھ ظاہراً یا باطناً اتفاق کرے کہ وہ دونوں ظہر یا عصر پڑھیں گے۔

(۲) دوسری صورت یہ کہ مقتدی امام کے ساتھ صرف ظاہری طور پر اتفاق کرے جیسے کوئی فرض نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے پڑھے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ مقتدی امام کی ظاہری اور باطنی دونوں حالتوں میں مخالفت کرے جیسے کوئی ظہر کی نماز مغرب پڑھنے والے کے پیچھے پڑھے۔

اور اہل علم کے خیالات ان مسائل میں مختلف ہیں، اور ان سب کا دارومدار امام اور مقتدی کے درمیان ظاہری اور باطنی باتوں میں اتحاد یا عدم اتحاد کی شرطوں پر ہے۔ یا صرف ظاہری باتوں میں اتحاد ہو باطنی امور میں نہیں، یا اس کے برعکس، اور اس اختلاف کا دارومدار،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث کے ظاہر پر ہے۔ جیسے نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔

انما جعل الامام لیؤتم به [۱] امام اس لئے مقرر کیا گیا کہ اس کی اقتداء کی جائے۔

اور اس کے علاوہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جب یہ معلوم ہوا کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں پھر جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے ہیں۔ [۲]

اور ان تمام حالات کی تفصیلات کے بارے میں اقوال یہ ہیں: [۳]

پہلا قول:- حنفیہ اور مالکیہ کی مشہور روایت یہ ہے کہ ان کے نزدیک مقتدی اور امام کا ظاہری اور باطنی دونوں اعتبار سے باہم متحد رہنا ضروری ہے، اس لئے کسی فرض پڑھنے والے کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے، اور یہ حنابلہ کی دو روایتوں میں سے ایک ہے اور یہی اس کا مذہب ہے [۴]، اس بنیاد پر کہ مقتدی جب کسی نفل پڑھنے والے کے پیچھے پڑھ لے تو وہ اپنی نماز دہرائے۔ [۳]

دوسرا قول:- شافعیہ کے نزدیک امام اور مقتدی کے درمیان ظاہری اور باطنی طور پر اختلاف جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کو نماز پڑھا سکتا ہے، یا اس کے برعکس اور یہ قول

---

[۱] صحیح البخاری ج۱/۱۷۹، اور صحیح مسلم رقم ۴۱۴، [۲] صحیح البخاری ج۱/۱۷۲۔ [۳] الفیۃ واثرہا فی الاحکام الشرعیہ صالح السدلان ۱/۴۶۳۔ [۴] تبیین الحقائق ج۱/۱۴۱، ۱۴۲۔ ومواہب الجلیل ج۲/۱۲۶، المغنی ج۲/۱۲۶،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق ہے، اور یہی ظاہریہ کا بھی مذہب ہے، کیونکہ مقتدی اور امام کے درمیان اختلاف صرف باطنی امور میں وہ جائز سمجھتے ہیں[1]

پہلے قول کی دلیل: پہلے قول کے قائلین نبی ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں آپ نے فرمایا:

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[2] اعمال کی صحت اور قبولیت کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کو وہی ملے گا جو اس نے نیت کی ہے

اور اس حدیث سے بھی، نبی ﷺ نے فرمایا:

انما جعل الأمام لیؤتم به فلاتختلفوا علیه[3] امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، تو امام سے اختلاف مت کرو۔

اور لوگوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے فعل کا یہ جواب دیا ہے کہ یا تو وہ انہیں کے ساتھ خاص تھا یا حضرت معاذؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے، لہٰذا اس قول کے قائلین نے یہ جائز قرار دیا ہے کہ نفل پڑھنے والے کی نماز فرض پڑھنے والے کے پیچھے جائز اور درست ہے، حضرت معاذؓ کے اس عمل پر تاویل کرتے ہوئے اسی طرح اس قول کے قائلین نے یہ دلیل بھی دی ہے کہ مقتدی کی نماز امام کی نیت سے ادا نہیں ہوتی، لہٰذا امام مقتدی کی نیت کا ذمہ دار نہیں،

---

[1] فتح الباری ۲/ ۱۹۵، تبیین الحقائق ۱/ ۱۴۱، المحلی شرح المجلی لابن حزم الظاہری ۳/ ۲۱۱۔ [2] رواہ البخاری (۱)، (۵۴) (۲۹۲۵) ومسلم ۱۹۰۷۔ [3] صحیح البخاری ج ۱/ ۹۷ او صحیح مسلم ۳۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے اختلاف نیت کے ساتھ اقتداء صحیح نہیں ہوگی جیسے مثلاً کوئی شخص جمعہ کی نماز ظہر پڑھنے والے کے پیچھے پڑھے۔[1]

دوسرے قول کے دلائل

یعنی فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت جابرؓ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے قصے میں بیان کیا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے تھے پھر لوٹ کر اپنی قوم میں جاتے اور ان کو یہی نماز پڑھاتے۔ اور بعض دوسری روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت معاذ کیلئے ان کی یہ نماز نفل ہوتی اور دوسرے مصلیوں کیلئے فرض ہوتی۔

اور لوگوں نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ مقتدی اور امام کی نیت کا مختلف ہونا جائز ہے اور اس کے برعکس بھی، اس لئے اقتداء کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑیگا۔ اور اس بارے میں ظاہری اختلاف بھی جائز ہے۔

اولاً: دونوں نمازیں فرض اور نفل اپنی صفت میں ایک ہیں خواہ عدد مختلف ہو۔

ثانیاً: مقتدی کیلئے یہ جائز نہیں کہ امام کی نیت کے خلاف نماز میں داخل ہو، کیونکہ حدیث میں ہے۔

انما جعل الأمام لیؤتم به، یعنی امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی عام حالات میں اقتداء کی جائے۔

---

[1] فتح الباری ج ۲/ ۱۹۵، المغنیۃ ج ۱/ ۴۶۵ [2] المرجع السابق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلک راجح: اس بارے میں راجح مسلک وہی ہے جسے ظاہر یہ نے اختیار کیا ہے، اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق امام احمد نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے، اور وہ یہ ہے کہ تمام ظاہری امور میں مقتدی کا امام کے ساتھ متفق ہونا واجب ہے۔ البتہ باطنی امور میں نہیں، لہٰذا اس بنیاد پر جائز نہیں کہ مقتدی عصر کی نماز، ظہر پڑھانے والے امام کے پیچھے پڑھے، یا گہن کی نماز عید کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے پڑھے۔ یا اس کے برعکس، اسی طرح باطنی امور میں بھی مقتدی کا امام کے ساتھ اختلاف کرنا جائز ہے، اس طرح مقتدی کیلئے جائز ہے کہ ظہر کی نماز اس شخص کے پیچھے پڑھنی جائز ہے جو عصر پڑھ رہا ہو، اور جو فرض نماز ادا کرے قضاء پڑھنے والے کے ساتھ، اور فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے پڑھ سکتا ہے۔ اور اسی طرح کی دوسری ملتی جلتی صورتوں میں اور لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ممکن ہے کہ حدیث " انما جعل الامام لیؤتم بہ" اور حضرت معاذ بن جبل کے قصے کو ایک ساتھ کر دیا جائے کہ ظاہری امور میں امام کے ساتھ اختلاف کرنا جائز نہیں۔ البتہ باطنی امور میں امام سے اختلاف کرنا تو ہم نے اس کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث سے سمجھا ہے۔ اور ایک بات یہ بھی ہے کہ نیت کی حقیقت کو جانچنے کا تو کوئی راستہ نہیں، کیونکہ نیت تو ایک پوشیدہ چیز ہے۔ لہٰذا آدمی سے اتنی ہی بات کہی جاسکتی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جتنی وہ سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے ظاہری امور میں امام سے اختلاف کرنا منع کیا گیا ہے۔ اور اس لئے نبی ﷺ نے تاکید فرمائی ہے۔

اذا کبر الامام فکبروا واذا رکع فارکعوا. جب امام اللہ اکبر کہے تو بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔

اور آپ نے یہاں کوئی باطنی بات نہیں فرمائی۔[1]

وقت گذر جانے کے بعد نماز باجماعت کا بیان

(۱) نبی ﷺ کی یہ دائمی عادت رہی کہ نمازیں ان کے اول اوقات میں ادا فرماتے تھے، اور زندگی بھر آپ کا یہی عمل رہا، اور جس کو حدیث کا علم ہے وہ اس بارے میں مخالفت نہیں کر سکتا، اور آپ کے اقوال میں ایسی حدیثیں ہیں جو اس بارے میں وضاحت کرتی ہیں جیسے یہ حدیث:

افضل الاعمال الصلوٰۃ لوقتھا[2] سب سے افضل عمل نماز کا اپنے وقت پر ادا کرنا ہے۔

لیکن کبھی کچھ ایسے حالات پیش آتے ہیں اور فرد اور جماعت کو ایسے عذر پیش آتے ہیں کہ نماز کا وقت نکل جاتا ہے، کبھی ایک جماعت کا کبھی دو کبھی اس سے بھی زائد چھوٹ جاتی ہیں، اور کبھی آدمی سستی سے اور کبھی قصداً بھی نماز چھوڑ دیتا ہے، تو کیا ان نمازوں کو قضاء کیا جائے گا یا نہیں؟ اگر قضاء کرنی ہے، تو قضاء کی کیا شکل ہوگی، اب آئندہ اس کا بیان پڑھئے۔

---

[1] المحلی ۳/۱۱۴ والمدینۃ ۱/۶۳۴، ۶۶۵۔ [2] حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا واجب ہونا

ائمہ اربعہ کے فقہاء فوت شدہ فرض نمازوں کی قضاء کے وجوب پر متفق ہیں۔ خواہ یہ نمازیں کسی عذر یا بھول چوک یا نیند یا خوامخواہ ٹال مٹول یا سستی کی بنا پر فوت ہوئی ہوں (۱) البتہ وہ سنتیں جو کسی قدرتی اسباب کی بنا پر مشروع ہیں جیسے استسقاء کی نماز یا گہن کی نماز تو بالاتفاق انکا قضاء کرنا مشروع نہیں (۲)

(۱) فوت شدہ نمازوں کی ادائیگی کی کیفیت

فوت شدہ نمازوں کی قضاء جماعت کے ساتھ کرنی مستحب ہے، اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے، سوائے لیث بن سعد کے، پھر بھی انھوں نے جمعہ کی فوت شدہ نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور فوت شدہ نمازوں کی اقامت کو بھی جائز کہا ہے۔ اور صحیح احادیث اور علماء کے اجماع سے ثابت ہے، (۳)

مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ خیبر سے واپس لوٹے تو رات بھر چلتے رہے اور جب آپکو نیند لگنے لگی تو ٹھہر کر آرام کی غرض سے سو گئے، اور حضرت بلالؓ سے فرمایا، رات کو ہماری پہرہ داری کرنا، حضرت بلال سے جتنا

۱؎ الاستذکار المذاہب فقہاء الامصار وعلماء الاقطار لابن عبدالبر القرطبی ج۱/۱۰۷ ومابعدھا

۲؎ بدایۃ المجتہد ج۱/۷۵ او مسلم بشرح النووی ج۵/۱۸۱ ۳؎ فتح الباری ج۲/۷۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو سکارات کی نمازیں پڑھیں، اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام سوگئے، فجر کا وقت قریب ہوا تو حضرت بلال اپنے کجاوے سے ٹیک لگا کر صبح کے طلوع ہونے کی طرف رخ کر کے ٹیک لگالی، تو بلال کی آنکھیں بھی نیند سے بوجھل ہوگئیں اور وہ اپنے کجاوے سے ٹیک لگائے سوتے ہی رہ گئے، اسطرح نہ تو رسول اللہ ﷺ اٹھ سکے نہ ہی حضرت بلالؓ یہانتک کہ سورج کی دھوپ ان پر پڑنے لگی تب سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور آپ بیدار ہو کر گھبرا اٹھے، اور بول پڑے، ارے بلال، تب حضرت بلالؓ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا، یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جس نیند اور تکان نے آپکو پکڑ لیا اسی نے مجھ کو بھی سلادیا، آپنے فرمایا، سفر کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تب لوگوں نے سواریوں کو سفر کیلئے تیار کرلیا۔ اسکے بعد رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال کو حکم فرمایا تو انھوں نے نماز کی تکبیر کہی، اور آپ نے سب کو فجر کی نماز پڑھائی، نماز پڑھانے کے بعد آپنے فرمایا۔

من نسی الصلاۃ فلیصلها اذا ذکرها فان الله قال، واقم الصلوٰۃ لذکری،

جو شخص نماز بھول جائے تو جب اسے یاد آئے تو پڑھ لے اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا نماز ادا کرو میری یاد کیلئے۔

اور یونس کہتے ہیں کہ ابن شہاب اس آیت کو للذکریٰ پڑھا کرتے تھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام نووی نے شرح صحیح مسلم سے (۱) لکھا ہے، اس حدیث میں دلیل ہے کہ فوت شدہ فرض نماز کی قضاء واجب ہے، خواہ اسے کسی عذر کی وجہ سے چھوڑا ہو، جیسے نیند، بھول چوک، یا بغیر عذر کے چھوڑا ہو، اور حدیث میں ''نسیان'' کے لفظ کی قید لگائی گئی ہے تاکہ اسکے لیے کوئی حقیقی عذر ثابت ہو، کیونکہ نسیان کے سبب معذور آدمی پر نماز کی قضاء واجب قرار پائی تو، جب نسیان سے قضاء واجب ہوتی ہے تو دوسرے اسباب سے تو بدرجہ اولی واجب ہو گی، اور یہ دراصل چھوٹے عذر کے ذریعے بڑے عذر پر تنبیہ کی گئی ہے، اور بخاری نے اپنی صحیح میں عمران بن حصینؓ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں چلے تو ہم کو نسیم صبح کے جھونکوں نے سلادیا اور ہمکو سورج کی دھوپ ہی نے جگایا، لوگ گھبرائے ہوئے جلدی جلدی اٹھے کیونکہ انکی نماز فوت ہو گئی تھی، نبی ﷺ نے فرمایا، سوار ہو جاؤ، ہم سوار ہو گئے اور چلتے رہے یہانتک کہ سورج اچھی طرح نکل آیا، پھر آپ سواری سے اترے ہم سب بھی اترے، اور لوگوں نے حوائج ضروریہ سے فراغت حاصل کی اور وضو کر لیا، تب آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال کو حکم فرمایا تو انھوں نے اذان دی اور آپنے اور تمام اصحاب کرام نے فجر کی سنتیں پڑھیں پھر آپنے حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا اور انھوں نے اقامت کہی اور

---

۱ ج ۵/ ۱۸۱۔ ۱۸۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپنے ہمیں نماز پڑھائی۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم ان نمازوں کو اپنے وقت پر نہ پڑھیں تو آپنے فرمایا "لاینھاکم اللہ عن الربا ویقبلہ منکم" اور صاحب المغنی نے اس قصے میں وارد تمام روایات کو ذکر کر کے فرمایا ان تمام روایتوں میں یہ ہے کہ آپنے فجر کی دو رکعتیں پڑھیں اور اپنے اصحاب کرام کو جماعت سے پڑھائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قضاء نماز جماعت سے پڑھنی مستحب ہے،

اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ غزوۂ خندق کے دن دن ڈوبنے کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے اور رسول اللہ ﷺ سے کہا، میں نے عصر دن ڈوبنے کے قریب پڑھی تو نبی ﷺ نے فرمایا میں نے ابھی تک نہیں پڑھی پھر ہم بطحان تک گئے پھر ہم نے اور رسول اللہ ﷺ نے نماز کیلئے وضو فرمایا اور دن ڈوب جانے کے بعد آپنے عصر پڑھی اسکے بعد مغرب پڑھی۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں، الکرمانی کا بیان ہے، اگر تم یہ کہو کہ یہ حدیث کیسے جماعت پر دلالت کرتی ہے، تو میں نے کہا اس میں احتمال ہے کہ حدیث کے سیاق میں اختصار ہے یا پھر راوی کے بیان میں، الغائبہ سے مراد عصر ہے اور الحاضرہ سے مراد مغرب دونوں ایک ساتھ بیان کر دیا ہے، اور یہ تو بلاشبہ معلوم ہے کہ مغرب کی نماز تو جماعت کے ساتھ ہوئی جیسا کہ آپ کی عادت تھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پہلے احتمال کی بنا پر ابن المنیر بن زین الدین نے اس کو یقین کے ساتھ کہا ہے، چنانچہ انھوں نے کہا اگر کوئی کہے کہ حدیث میں اس کی صراحت کہیں ہے کہ نبی ﷺ نے جماعت کے ساتھ پڑھی تھی تو اسکا جواب دیا جائیگا کہ ترجمۃ الباب کا مقصود دراصل راوی کے اس قول سے حاصل کیا گیا ہے کہ **"فقام وتوضأ وتوضأنا"** یعنی آپ نے وضو کیا اور ہم سب نے وضو کیا، تو میں کہوں گا کہ پہلا احتمال ہی دراصل اس معاملے میں حقیقت ہے، کیونکہ الاسماعیلی کی ایک روایت میں ایسی بات ہے جس سے ثابت ہے کہ **انه صلیٰ بهم** کہ نبی ﷺ نے لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھائی۔ جسکو یزید بن زریع کے طریق سے ہشام نے اس لفظ کے ساتھ روایت کی ہے **"فصلى بنا العصر"** ہم کو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ (۱)

میں کہتا ہوں اسی طرح ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں عمران بن حصین سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے پھر انھوں نے نماز سے سو جانے کا ذکر کیا یہانتکہ سورج نکل آیا، پھر آپ نے لوگوں کو نماز کیلئے آواز دی تب لوگوں نے نماز پڑھی۔

ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ ہر حدیث ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو سمجھتے ہیں کہ جب نمازوں کا وقت فوت ہو جائے تب وہ جماعت کے

---

۱ فتح الباری المرجع السابق ج ۲/ ۶۸۔ ۷۰،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ نہیں پڑھی جائیگی بلکہ فرداً فرداً پڑھی جائے گی۔ [۱]

اور جماعت کے ساتھ اداشدہ نماز کا کسی اچھے مقصد کی خاطر مؤخر کرنا جائز ہے۔ [۲]

(۲) جماعت کے ساتھ قضاء کی گئی نمازوں میں سِر اور جہر کا حکم

اگر قضاء شدہ نماز کی جماعت سری نماز کی ہے یعنی ظہر اور عصر کی ہے تو امام ان میں جہر نہیں کریگا۔ خواہ نماز کی قضاء دن میں کی ہو یا رات میں "الانصاف" میں کہا کہ میں اس مسئلے میں کوئی اختلاف کو نہیں جانتا [۳] اور نماز جہری رہی ہو اور رات کو پڑھی گئی ہو تو اسمیں جہر نہیں کرنا ہوگا۔ حنابلہ کے مذہب صحیح کے مطابق۔ [۴]

میں کہتا ہوں کہ یہ تفصیل نماز فجر کے علاوہ نمازوں کیلئے ہے کیونکہ فجر کی نماز دن کی نماز ہے کیونکہ وہ طلوع فجر کے بعد پڑھی جاتی ہے لیکن قرأت میں اسکا حکم رات کی نماز کا ہے اس لئے اس میں جہر کیا جاتا ہے جب فجر کو رات کی نماز سمجھ کر کیا گیا ہے تو جب اس کی قضاء کی جائے تو قرأت اس میں جہر کرنا چاہیے۔ اس کو ترجیح دیتی ہے وہ روایت جو مسلم وغیرہ نے ابو قتادہ سے اپنے فجر کی نماز میں سو جانے کے قصے میں روایت کی ہے۔ [۵] کہ پھر بلال نے نماز کیلئے اذان دی تو رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر فجر کی نماز پڑھی اور جیسے روزانہ

---

[۱] صحیح ابن خزیمہ ج ۲/ ۹۸ ح رقم ۹۸۷ [۲] الزوائد ۱/ ۱۱۶ [۳] الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف للمرداوی ج ۲/ ۷۶، [۴] الانصاف ج ۲/ ۷۵، [۵] صحیح مسلم ج ۱/ ۲۷۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے اس دن بھی کیا۔ المنتقی ۱/۳۷ میں لابن تیمیۃ الجد رحمہ اللہ نے کہا ''اس حدیث میں دلیل ہے کہ جب فجر کی نماز کی قضا دن میں کی جائے تو قرأت جہری کی جائے۔

(۳) فوت شدہ نمازوں کی قضاء میں ترتیب کا حکم جماعت چھوٹ جانے کے ڈر کے ساتھ

فرض نمازوں کے ادا کرنے میں بلا اختلاف فقہاء[۱] ترتیب فرض ہے لہٰذا فجر سے پہلے ظہر کا ادا کرنا اور ظہر سے پہلے عصر کا ادا کرنا جائز نہیں کیونکہ ان اوقات کے موجود ہونے سے پہلے نماز واجب ہی نہیں ہوتی لیکن جب اوقات موجود ہوں اور نماز بھی واجب ہو جائے تب بھی اس کو ادا نہیں کریگا جب تک دوسری نماز کا وقت نہ آجائے تو کیا ترتیب واجب ہوگی یہاں تک کہ وقتی نماز کا ادا کرنا بھی جائز نہ ہو جب تک کہ فوت شدہ نمازیں ادا نہ کرلی جائیں یا ایسا نہیں۔

فقہاء نے اس مسئلے میں کئی اقوال کے ساتھ اختلاف کیا ہے جن کو درج ذیل صورتوں میں سمیٹا جا سکتا ہے۔

(۱) فوت شدہ نمازوں کی ادائیگی میں ترتیب واجب ہے، اور ترتیب بھول جانے سے ساقط ہو جاتی ہے اور موجودہ نماز کے وقت کے نکل جانے کے خوف سے بھی، اور جماعت کے فوت ہو جانے کے خوف

---

۱ صحیح مسلم ج۱/ ۲۳۷ رقم ۶۱۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بھی مذہب صحیح کے مطابق اور یہ سعید بن المسیب، حسن بصری، سفیان ثوری اور اسحاق بن راہویہ اور امام الاوزاعی اور اصحاب الرائ کا قول ہے۔ اور مذہب حنابلہ کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ اگر موجودہ حاضر نماز شروع کرلے اور چھوٹی ہوئی نماز یاد آجائے اور وقت بھی تنگ ہو، یا وہ نماز میں نہ ہو، اور موجودہ نماز کا وقت بھی اتنا باقی نہ رہے جو موجودہ اور فوت شدہ نماز کیلئے کافی ہو تو ایسی صورت میں موجودہ نماز کو مقدم کریگا۔ اسی طرح اگر فوت شدہ نمازیں بھول جائے تو اس کے بعد والی نمازیں صحیح ہوجائیں گی۔ [۱]

(۲) ترتیب ہر حال میں واجب ہے۔ فوت شدہ نمازیں کم ہوں یا زیادہ اور یہی امام احمدؒ سے بھی مروی ہے۔ [۲] اور حنفیہ میں سے امام زُفر سے بھی۔ [۳]

(۳) ترتیب واجب ہے جب تک کہ فوت شدہ نماز میں ایک دن ایک رات سے زیادہ کی نہ ہوں، اسی کے مطابق ابوحنیفہ [۴] اور مالکؒ [۵] نے بھی کہا ہے اس لئے کہ ترتیب کا اعتبار ایک دن ایک رات سے زیادہ ہو تو گراں گزرے گی اور اس سے تکرار کی نوبت آئے گی اس لئے ایسی صورت میں ترتیب ساقط ہوجائے گی جیسے رمضان کے روزوں کی قضاء کی ترتیب۔ [۶]

---

[۱] الانصاف ج ۱/ ۴۴۴، المغنی ج ۲/ ۳۴۴ اور الصلوٰۃ و حکم تارکھا لابن القیم۔ [۲] الانصاف ج ۱/ ۴۴۴، [۳] المبسوط ۱/ ۱۸۸۔ [۴] المبسوط ۱/ ۱۸۸۔ [۵] بدایۃ المجتہد ج ۱/ ۱۸۷۔ [۶] المجموع ج ۳/ ۷۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) ترتیب مستحب ہے اور یہی طاؤس اور حسن بصری اور شریح اور محمد بن الحسن اور ابوثور اور داؤد نے بھی کہا ہے اور یہی شافعیہ [۱] کا بھی مذہب ہے سب کہتے ہیں کہ فوت شدہ نماز مصلی پر قرض ہے اس لئے اس کی ترتیب کسی ظاہری دلیل ہی سے ہوسکتی ہے اور اس مسئلے میں کوئی ظاہری دلیل نہیں ہے، اور یہ بھی ہے کہ اگر سب چھوٹی ہوئی نمازوں کو بغیر ترتیب کے ادا کیں تو اس نے وہی سب نمازیں پڑھیں جن کے پڑھنے کا اس کو حکم دیا گیا تھا لہٰذا اب بغیر کسی ظاہری دلیل کے کوئی دوسری نئی بات پیدا کرنی اس کے لئے ضروری نہیں ہے، واللہ اعلم۔ [۲]

مسلک راجح: اس مسئلے میں راجح مسلک یہ ہے کہ قضاء نمازوں کی ادائیگی میں ترتیب واجب ہے اس پر اتفاق ہے۔ خواہ یہ نمازیں اکیلی پڑھی جائیں یا جماعت کے ساتھ، اور ان کی ترتیب ساقط نہیں ہوگی سوائے بھول جانے یا اس وقت کی موجودہ نماز کے وقت کی تنگی کے خوف سے یا جماعت کے فوت ہو جانے کا ڈر ہو۔ اور اگر وقت میں گنجائش ہو، لیکن دوسری جماعت کی لالچ نہ کرے علماء کا یہی صحیح مسلک ہے۔ [۳] اس لئے کہ خندق کے دن نبی ﷺ کی چار نمازیں فوت ہوگئی تھیں اور آپ نے ان سب کو ترتیب کے ساتھ ادا کیا۔

---

[۱] المجموع ۳/۷۵۔ [۲] (المرجع السابق) [۳] المسائل الفقہیہ من کتاب الروایتین والوجہین للقاضی ابو یعلی ج۱/۱۳۳، والانصاف ج۱/۴۴۴، مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج۲۲/۱۰۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ترمذی نے اپنی سنن میں اپنی سند سے روایت کی ہے نافع بن جبیر بن مطعم عن ابی عبیدہ بن عبداللہ کی روایت سے کہ مشرکین نے خندق کے دن رسول اللہ ﷺ کو چار نمازوں کے پڑھنے سے روک دیا یہاں تک کہ رات کا بڑا حصہ گذر گیا تب آپ نے حضرت بلال کو حکم فرمایا انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی تب آپ نے پہلے ظہر پڑھی پھر اقامت کہی اور تب آپ نے عصر پڑھی پھر اقامت کہی تب آپ نے مغرب پڑھی پھر اقامت کہی تب آپ نے عشاء پڑھی۔[1]

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس باب میں ابوسعید اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے۔

امام ابن العربی فرماتے ہیں: [2]

علماء نے اس حدیث کے معنی میں اختلاف کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی مسلمان پر چھوٹی ہوئی بہت سی نمازیں جمع ہو جائیں تو کیا وہ اس کو ترتیب کے ساتھ جیسے کہ اس پر واجب ہیں انہیں پڑھیگا یا نہیں؟ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں کبھی ترتیب چھوٹ جائے اور وہ انہیں جیسے چاہے ادا کرے، اس بارے میں امام مالک اور ابو حنیفہ اور امام احمد اور اسحٰق نے یہ کہا ہے کہ جب تک یاد رہے ترتیب واجب ہے اگر بھول جائے تو ترتیب ساقط ہو جائے گی بشرطیکہ اسے بار بار نہ دہرائے اور

[1] رواہ الترمذی (۱۷۹) ج ۱/ ۲۹۱ مع عارضۃ الاحوذی باب ما جاء فی الرجل تفوتہ الصلوٰۃ بأیتھن یبدأ [2] المرجع السابق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعداد سے زیادہ نہ پڑھے۔

اور امام شافعی اور ابو ثور کا کہنا ہے کہ ان میں ترتیب نہیں ہے اور ایسے ہی حسن بصری اور طاووس وشریح سے بھی مروی ہے۔ اور ابن قدامہ نے المغنی[1] میں کہا ہے کہ یہ سب نمازیں فرض ہیں انہیں وسیع وقت میں ادا کیا جائے اور ان میں ترتیب واجب ہے جیسے پانچوں نمازیں، اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔ **صلوا كما رأيتموني اصلي**[2] ایسی نماز پڑھو جیسی مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا: جمہور کے نزدیک فوت شدہ نمازوں کی قضاء میں ترتیب واجب ہے جب وہ کم ہوں، اور یہی ابو حنیفہ مالک اور احمد کے نزدیک بھی ہے۔ بلکہ امام احمد کے نزدیک ان کی ایک روایت کے مطابق قلیل اور کثیرہ دونوں میں واجب ہے البتہ قلیل کی حد میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔[3]

تنبیہ: اس مسئلے سے ایک اور مسئلہ لگا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی جب وقتی نماز میں مشغول ہو اور نماز ہی کے درمیان اسے یاد آئے کہ اس کے ذمہ چھوٹی ہوئی نمازیں باقی ہیں تو اس صورت میں دو میں سے کوئی ایک بات کرنی ہوگی۔ دیکھنا ہوگا کہ وقت میں گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر وقت میں گنجائش ہے تو اپنی وقتی نماز کو نفل کی نیت سے پوری

---

[1] ج ۲/ ۳۳۷، [2] رواہ البخاری ج ۱/ ۱۶۲، ورواہ مسلم (۶۷۴) [3] فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۲/ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے اور چھوٹی ہوئی نماز کو اس کے بعد ادا کرے پھر اپنی وہ نماز پوری کرے جسے وہ پڑھ رہا تھا۔ خواہ وہ امام ہو، یا مقتدی یا منفرد، یہی علماء کے قول کے مطابق راجح مسلک ہے۔[1]

اور اگر اس نے اپنی فوت شدہ نماز کو بالکل تنگ وقت میں یاد کرے تو کیا اپنی فوت شدہ نماز کو ادا کرنا شروع کرے اگرچہ وقتی نماز کا وقت تنگ ہو جائے یا پھر کیا کرے؟ اس بارے میں علماء کی مختلف رائیں ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اپنی فوت شدہ نماز کو پہلے شروع کرے، اور امام شافعی اور اصحاب الرائے اور حنابلہ کے صحیح مذہب کے مطابق یہ ہے کہ وہ اپنی وقتی نماز کو پہلے پڑھے اور اشہب فرماتے ہیں کہ یہی سب سے بہتر ہے[2] اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے۔ کہ عیاض نے کہا اختلاف کا مقام اس وقت ہے جب فوت شدہ نمازیں زیادہ ہوں جب زیادہ ہوں تو اس وقت وقتی نماز شروع کرے اس میں کسی کا اختلاف نہیں، البتہ قلیل کی حد اور مقدار میں اختلاف ہے، کچھ لوگوں نے کہا پورے ایک دن کی نماز، اور کچھ لوگوں نے چار نمازیں۔

---

[1] المغنی ج ۲/ ۳۳۸ و عارضۃ الاحوذی ج ۱/ ۲۹۲، [2] فتح الباری ج ۲/ ۷۰ و المغنی ج ۲/ ۳۴۰ - ۳۴۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) فوت شدہ نمازوں کیلئے اذان اور اقامت کا حکم

اذان اور اقامت کی کئی قسمیں ہیں۔[۱]

(۱) وہ قسم جس کے لئے اذان اور اقامت کہی جاتی ہے اور یہ پانچوں فرض نمازیں ہیں۔

(۲) وہ قسم جس کے لئے نہ اذان کہی جاتی ہے نہ اذان دی جاتی ہے اور نذر مانی ہوئی نمازیں ہیں، اور نوافل اور جنازہ۔

(۳) جس کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ نماز کھڑی کی جارہی ہے، جیسے گہن، استسقاء اور عیدین۔[۲]

(۴) ایک قسم وہ ہے جو مختلف فیہ ہے اور وہ ہے فوت شدہ فرض نمازیں، آگے تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔

فوت شدہ نمازوں کی قضاء کیلئے اذان اور اقامت کے بارے میں فقہاء کے پانچ اقوال ہیں:

پہلا قول:- ایک فوت شدہ نماز کیلئے اذان اور اقامت مسنون ہے۔ یہ ابو حنیفہ اور حنابلہ کا مسلک ہے، اور یہی شافعیہ کا معتمد مذہب ہے، یہ سب اس صورت میں ہے جب اس فوت شدہ نماز کیلئے جماعت قائم کی جائے،[۳] لیکن جب آدمی وہ نماز اکیلئے پڑھتا ہو تو اس کا استحباب اس کے حق میں کم سے کم ہے، اور اس لئے بھی کہ اذان اور اقامت تو

---

[۱] الاشباہ والنظائر للسیوطی ص ۴۳۴۔ [۲] اور یہ سیوطی نے صرف لکھا ہے کہ استسقاء اور عیدین کیلئے نداء دی جائے لیکن اس بارے میں کوئی صحیح چیز مروی نہیں ہے ہم نے صرف امانۃ نقل کردیا ہے اس کی تفصیل نیل الاوطار ۲۹۵/۳ میں دیکھی جائے۔

[۳] المغنی ج ۲/ ۷۶ اور الموسوعۃ الفقہیہ ۳۶۹/۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعلان کیلئے ہے اور تنہا ایک آدمی کیلئے اعلان کی ضرورت نہیں۔ [۱]

دوسرا قول:۔ جب متعدد نمازیں فوت ہوئی ہوں تو حنفیہ کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ ہر نماز کیلئے اذان اور اقامت کہی جائے اور حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ صرف پہلی نماز کیلئے اذان کہی جائے۔ اور اس کے بعد کی نمازوں کیلئے اقامت کہی جائے، اور حنفیہ کے نزدیک بھی یہ جائز ہے۔ [۲]

تیسرا قول:۔ جس کی ایک یا کئی نمازیں فوت ہوئی ہوں اور ان کا وقت بھی نکل گیا ہو تو ہر نماز کیلئے ایک اقامت کہنی چاہیئے۔ اور یہ مالکیہ اور ایک قول اس کے بارے میں شافعیہ کا بھی ہے۔ [۳]

چوتھا قول:۔ اگر لوگوں کے جمع ہونے کی امید ہو تو اذان اور اقامت کہی جائے۔ اگر امید نہ ہو تو صرف اقامت کہی جائے۔ کیونکہ اذان سے مقصود لوگوں کا جمع کرنا ہے جب لوگ جمع ہی نہ ہوں تو اذان کہنے کی ضرورت کیا ہے۔ اور یہ مذہب شافعی کا ایک قول ہے۔ [۴]

پانچواں قول:۔ فوت شدہ نمازوں کیلئے نہ اذان ہے نہ اقامت اور یہ سفیان ثوری کا قول ہے۔ [۵]

قول راجح:۔ جس کی ایک نماز فوت ہوئی ہو تو اس کے لئے

---

[۱] بدائع الصنائع ج ۱/ ۱۵۴ اور المہذب ۱/ ۱۶۲ المجموع ج ۳/ ۹۱۔ [۲] الموسوعۃ الفقہیہ ج ۲/ ۳۰۷۔ [۳] الاستذکار ج ۱/ ۱۱۱، [۴] المجموع ج ۳/ ۹۰، المغنی ج ۲/ ۷۶۔ [۵] الاستذکار ج ۱/ ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستحب یہ ہے کہ وہ اسے اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھ لے اگر ایسا نہ کرے تب بھی اس کی نماز پوری ہو گئی۔ یہ اس صورت میں ہے جب مصلی اکیلا ہو، اگر متعدد نمازیں فوت ہوئی ہوں۔ تو صرف پہلی نماز کیلئے اذان دی جائے۔ اور بعد والی نمازوں کیلئے صرف استحباباً اقامت کہی جائے، اس صورت میں اذان تو ایک ہوگی اور اقامت متعدد ہوں گی فوت شدہ نمازوں کی تعداد کے اعتبار سے اور اذان کا ترک کر دینا بھی مباح ہے اور صرف اقامت کافی ہوگی خواہ جماعت سے نماز پڑھی گئی ہو۔[1]

تنبیہ:۔ جیسا کہ واضح ہوا کہ مناسب ہے کہ جس کی ایک بار متعدد نمازیں فوت ہوئی ہوں تو وہ صرف پہلی نماز کیلئے اذان دے اور ہر نماز کیلئے اقامت کہے۔ کیونکہ اسے لوگوں کی تشویش کا خیال رکھنا چاہئے۔ جیسے وہ شخص جو اپنی فوت شدہ نماز کو صبح کے وقت یا عصر کے بعد ادا کرے تو اس کو اذان کہنی چاہئے تاکہ سنت پر عمل ہو اور لوگوں کو شبہ میں نہ ڈالے۔

مقررہ امام کا انتظار کرنا اور اس کی آمد سے پہلے اس کے احترام میں جماعت کیلئے اقامت کہنے سے منع کرنا

تمہید:۔ نماز کی امامت ان بہترین اعمال میں شمار کی جاتی ہے جسے جماعت میں سب سے بہتر آدمی انجام دیتا ہے جس کی علم اور پرہیزگاری اور قرأت اور انصاف پسندی وغیرہ کی صفات سب سے بلند

[1] صحیح ابن خزیمہ ۲/۷۸ ح ۹۷۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں جن کی بنا پر اس امام کے بغیر کسی اور کیلئے جماعت کرانا تصور نہیں کیا جاسکتا ہو اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مسجد کیلئے مقررہ امام ہی امامت کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ خواہ اس مسجد کے مصلیوں میں اس سے زیادہ علم اور قرأت پرہیزگاری اور بزرگی میں بہتر لوگ موجود ہوں اور اس امام کے احترام میں اس سے پہلے کسی اور کو کھڑا ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اور مسجد میں وہ امامت کرتا ہے اس میں اس امام کے سوا کسی اور کیلئے اس کی اجازت کے بغیر آگے مصلی کی طرف بڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور اس سلسلے کی بعض دلیلوں کو ملاحظہ کرنا چاہئے۔ امام الحصکفی الدر المختار میں کہتے ہیں، معلوم ہونا چاہیئے کہ گھر کا مالک یا اسی طرح مسجد کا امام مطلقاً دوسروں کے مقابلے میں امامت کے مستحق ہیں، ہاں اگر وہاں حاکم ہو یا قاضی تو اس کو آگے بڑھلیا جاسکتا ہے، یہاں مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ اگر حاضر مصلیوں میں کوئی مقرر امام سے عالم اور قاری ہو تو اس کو محض جماعت میں پھوٹ پڑجانے اور اختلاف اور جھگڑا روکنے کیلئے ایسا کرنا جائز ہے۔

امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے فرمایا شارع علیہ السلام نے ایک امام کے اوپر اتفاق کرنے کا حکم دیا ہے، بڑی امامت میں جیسے جمعہ، عیدین، استسقاء صلاۃ الخوف وغیرہ میں، حالانکہ صلوٰۃ الخوف میں دو ائمہ کو مقرر کرنا امن کو حاصل کرنے میں مؤثر ہے اور یہ جماعت میں تفریق، اختلاف اور نزاع کو روکنے کیلئے ہے، اور لوگوں کو متحد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے اور سب کی بات متحد کرنے کیلئے اور ایسا کرنا شریعت کے عظیم مقاصد میں شامل ہے۔

اور شریعت نے جماعت توڑنے والے تمام اسباب وذرائع ہر ممکن طریقے سے بند کردیا ہے، حتیٰ کہ صفوں کو برابر کرانے میں بھی اسکا لحاظ رکھا گیا ہے تاکہ لوگوں کے دل الگ الگ نہ ہو جائیں اور اس کے شواہد بہت ہیں۔[۱]

اور امام ابن فرحون مالکی نے اپنی کتاب "التبصرہ" میں لکھا ہے جب مسجد کیلئے امام مقرر ہو تو اس کے سوا جماعت کیلئے دوسرے کو آگے بڑھانا جائز نہیں۔[۲]

اور امام ابن ابوزید القیروانی نے اپنے رسالے میں لکھا ہے اور ہر مسجد میں جس میں امام مقرر ہو اس میں نماز دوبار جمع کرانی مکروہ ہے۔[۳]

اور رسالے کے شارح، التوفی نے کہا۔ مقررہ امام کے پہلے یا اس کے ہوتے ہوئے یا اس کے بعد کسی اور کو مقرر کرنا مکروہ ہے کیونکہ ایسا کرنے سے آپس میں بغض اختلاف ائمہ میں پیدا ہوگا اور ان کو تکلیف پہونچے گی۔ اور اس بنیاد پر اس کو حرام سمجھنا چاہیے۔

اور شافعیہ کی کتاب "منہاج الطالبین" میں ہے، کہ امامت کیلئے سب سے اچھے عالم اور قاری کو آگے بڑھایا جائے۔

---

[۱] اعلام الموقعین ج ۲/ ۱۵۷) [۲] تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیہ ومناہج الاحکام، [۳] رسالۃ فی اقامۃ الحجہ علی المصلی جماعۃ قبل الامام الراتب من الکتاب والسنہ، واقوال سائر ائمۃ المذاہب للقاسمی۔ ص ۲۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حافظ ابن حجر نے "التحفہ فی شرح المنہاج" میں کہا ہے یہ اس وقت ہے جب وظیفہ نہ ہو، ورنہ مقررہ امام کو سب پر مقدم کیا جائے گا اور وہی حقدار ہے جسے ناظر مسجد نے صحیح ولایت بخشی ہے،[۱]

اور "مطالب اولی النہی شرح غایۃ المنتہی" للرحیبانی الحنبلی میں ہے، یہ حرام ہے کہ جس مسجد میں کوئی امام مقرر ہو اور وہ امامت کا اہل ہو تو اس کے ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا امامت کرے، کیونکہ مقرر امام مسجد میں گھر کے مالک کی طرح ہوتا ہے اور وہی امامت کا حقدار ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لایؤمن الرجل الرجل فی بیته الا باذنه. کوئی شخص کسی کے گھر اس کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے،

اس لئے کہ اس امام سے لوگوں میں نفرت دلا کر اسے تکلیف پہونچائی ہے۔

اور کسی اور کو امامت کیلئے آگے بڑھانے کا فائدہ ہی ختم ہو جائے گا اور جب اجازت مل جائے تو وہ امام مسجد کا نائب بن جاتا ہے اس لئے مسجد میں مقررہ امام سے پہلے کوئی دوسرا شخص امامت نہ کرے، امام مسجد کی اجازت کے بغیر، اسے "الفروع" اور "المبدع" میں کیا ہے اور "المنتہی" میں اس کو قطعی بنادیا ہے، یعنی دوسرے امام کیلئے مناسب

---

[۱] رسالۃ فی اقامۃ الحجۃ علی المصلی جماعۃ قبل الامام (الراتب ص ۲۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ امام کی اجازت کے بغیر اس کی مسجد میں امامت کرائے، سوائے اسکی اجازت کے، تب دوسرے امام کی امامت صحیح ہو گی۔

اور ''الرعایۃ'' میں ہے کہ کراہیت کے ساتھ دوسرے کی امامت صحیح ہو گی، اور امام راتب کے بعد دوسرے کی امامت حرام نہیں ہو گی، کیونکہ پہلے امام کا حق پورا کر دیا ہے لہٰذا اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

اور ''الاقناع'' میں ہے البتہ اس کے لئے جائز نہیں جو امام راتب کی دشمنی کرتا ہو، یعنی دوسرے کو امامت کا حق نہیں تاکہ وہ پہلے امام کو ایذاء پہونچائے۔

پچھلی بحث کا حاصل:- پچھلی بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ امام کا درجہ کتنا بڑا ہے اور اسلام کا جو پیغام وہ پہونچا رہا ہے اس کی کتنی عظمت ہے، اور جو کچھ بعض فتنہ انگیز لوگ بعض ائمہ کے بارے میں بکواس کر رہے ہیں اور ان کی کچھ لغزشوں کو تلاش کر کے پھیلا رہے ہیں اور اسلام کی اس عظیم خدمت کو انجام دہی میں ان کے خلاف تشویش پھیلا رہے ہیں یہ بدترین غلطی اور امام کے حق پر ظلم ہے، اس ظلم کی خبر ہر انسان کو ہونی چاہئے ایسے لوگ نماز کی صرف ظاہری شکل ہی کو جانتے ہیں۔ ایسوں کو نماز کی حقیقت، اسکا راز، خشوع اور حضور قلب اور جماعت کی متفرق بھیڑ کو اس عظیم عبادت کے ذریعے متحد کرنے کی حقیقت کیا معلوم؟

بہر حال ایسے لوگ خواہ کسی فرقے کے ہوں یا کسی مذہب کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیروکار ہوں مغلوب ہو چکے ہیں ایسے لوگ اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت پر غور کرتے اور اس امت کے سلف صالح صحابہ کی سیرت پر غور کرتے تو انہیں مساجد میں تفریق پیدا کرنے اور مقررہ امام کی جماعت چھوڑنے اور جماعت تقسیم کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔ ابوداوٗد نے اپنی سنن میں نبی ﷺ کے اصحاب سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

لقد اعجبنی ان تکون صلوٰۃ المسلمین أو قال المومنین واحدۃ[1] مجھے یہ پسند ہے کہ اہل ایمان کی نماز ایک ہو۔

تو ائمہ پر زبان درازی کرنے والوں کو سمجھنا چاہئے کہ نبی ﷺ نے یہ پسند فرمایا ہے کہ اہل اسلام کی نماز ایک ہونی چاہئے۔ ان کے درمیان کوئی پھوٹ اور اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ اور نبی ﷺ اس بات سے کتنے خوش تھے، تب ایسوں کو معلوم ہوتا کہ مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے میں رسول اللہ ﷺ کی کتنی مخالفت ہے اور آپ کی خوشی کو مٹانا ہے۔ اور آپ کی بدخواہی کی کوشش کرنا ہے، اس سے اللہ کی پناہ، اور عبدالرزاق نے اپنی "مصنف" میں نافع سے روایت کی ہے مدینہ کے ایک گروہ نے ایک مسجد میں نماز باجماعت قائم کی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی وہاں کچھ زمین تھی اور اس مسجد کا امام ایک غلام تھا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس مسجد میں آ کھڑے تھے تو امام مسجد نے جو غلام تھا عبداللہ بن عمرؓ سے

---

[1] سنن ابی داوٗد ج ۱/ ۳۴۵ ج رقم ۵۰۶ کتاب الصلوٰۃ باب ۲۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا، آگے بڑھیئے اور ہمیں نماز پڑھایئے تو عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا آپ ہی اپنی مسجد میں نماز پڑھانے کے حقدار ہیں تب اس غلام نے نماز پڑھائی۔

تو سوچئے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا علم و فضل و عبادت میں کتنا بلند مقام تھا انہوں نے غلام کا کتنا احترام کیا، کیونکہ وہ اس مسجد کا مقرر امام تھا۔ آپ اس کے ہوتے ہوئے امامت کیلئے آگے نہیں بڑھے حالانکہ ان دونوں کے درمیان علم و فضل کا فرق اتنا بڑا تھا جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ فاللہ المستعان۔

ہاں بیشک اسکا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ زندگی انسانوں کے درمیان معرکہ خیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا بھی ہے کہ لوگوں کی رائیں ایک دوسرے سے مختلف ہوں خواہ لوگ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ خواہ معاملہ دنیا کا ہو یا دین کا، اس لئے کہ لوگ علم اور فضل میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اسی طرح مزاج، رجحانات اور خواہشات میں بھی ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں۔

اور صحابہ کرام جو علم و فضل اور مرتبے میں لوگوں سے بلند تھے پھر بھی وہ مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے تھے لوگ اپنی رائے میں دوسروں کی مخالفت کرتے تھے اس کے باوجود ہر فریق دوسرے کی رائے حاصل کرتا تھا اور اس کو اس کی پروا نہیں ہوتی تھی کہ اسکا فریق مخالف اس کی رائے سے اختلاف رکھتا ہے۔ پھر بھی ان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد ایک ہوتی تھی ان کا امام ایک ہوتا تھا ان کا خطیب ایک ہوتا تھا۔

کیا یہ مصیبت نہیں ہے کہ بعض فتنہ پرور لوگ علماء کے حالات کو گرانے اور ائمہ کی عیب جوئی میں اپنا وقت برباد کرتے ہیں اور ان کو محسوس نہیں ہوتا کہ وہ کتنے بیوقوف اور احمق اور فالتو ہو گئے ہیں اور انہیں اس کی پروا بھی نہیں کہ وہ ایسی باتوں میں الجھے ہوئے ہیں جنہیں وہ خود برا سمجھتے ہیں ان کا ایمان انہیں ان چھچھوری باتوں سے نہیں روکتا اور ان کی عقل انہیں مکارم اخلاق کا پابند نہیں کرتی۔

ایسے لوگوں کے بارے میں ہم کہتے ہیں ”ایسی باتوں سے اپنے ہاتھوں کو روکو جو تمہارے لائق نہیں اور اپنے کو ایسی چیزوں میں مت ڈالو جس کا تم سے کچھ مطلب نہیں۔ اور نہ ہی ان باتوں کی بابت پوچھ گچھ کرو اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

من حسن اسلام المرء ترکه مالایعنیه [1] آدمی کے اچھے مسلمان ہونے کی پہچان یہ ہے کہ وہ بیکار باتیں چھوڑ دے۔

ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ ائمہ مساجد میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو اس حق کو ادا نہیں کرتے اور اسے غلط مقام پر چھوڑتے ہیں اور امامت کے فرائض میں تساہلی سے کام لیتے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں میں سستی برتتے ہیں آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ مسجد کو بیکار چھوڑ

---

[1] رواہ الترمذی ۲۳۱۷۔ وابن ماجہ (۳۹۷۶) وھو حدیث حسن۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہیں اور اپنی ڈیوٹی ہمیشہ پوری نہیں کرتے اگر کبھی انہیں کوئی ضرورت پیش آجائے تو اپنی جگہ کسی کو نائب بھی نہیں بناتے اور نماز کی اقامت کے وقت کی پابندی نہیں کرتے اور مقتدیوں کے حق کی ادائیگی میں سستی کرتے ہیں اور ان کے مشوروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور ان کی نصیحتوں اور مقصدی رایوں کو قبول نہیں کرتے یہ سراسر غلطی ہے جس کا ازالہ ضروری ہے اور ہر شخص کو اپنے برے بھلے کا احساس ہونا چاہئے۔ اللہ ہمارے ارادوں کو پورا کرے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

امام کی اقتداء میں جلدی کرنا

مقتدی کو چاہئے کہ امام کی اقتداء میں جلدی کرے خواہ نماز کے شروع میں ہو یا آخر میں جیسا کہ ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابوہریرہؓ کی حدیث سے روایت کی ہے، کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔

اذا جئتم الی الصلوٰۃ ونحن سجود فاسجدوا ولاتعدوھا شیئا، ومن ادرک الرکعۃ فقد ادرک الصلاۃ[1]

جب نماز میں آؤ اور ہم سجدے میں ہوں تو تم سجدے میں چلے جاؤ، اور اس سجدے کو کچھ شمار مت کرو اور جس نے رکعت پالی اس نے نماز پالی

اور وہ حدیث جسے سعید بن منصور نے اپنی سنن[2] میں اہل مدینہ کی

---

[1] ابوداؤد ج ۱/ ۵۵۳ ج رقم ۸۹۳ باب ۱۵۶ کتاب الصلوٰۃ، [2] نیل الاوطار للشوکانی ۳/ ۷۳ ۱ اور السیل الجرار ج ۱/ ۲۶۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

من وجدنی قائما اوراکعا اوساجدا فلیکن معی علی الحال التی أنا علیها — جس نے مجھے کھڑے ہوئے یا رکوع کرتے ہوئے یا سجدہ کرتے ہوئے پایا تو اسے اسی حالت میں ہو جانا چاہئے جس پر میں ہوں۔

اور جماعت کی نماز میں امام کی اقتداء کیلئے جلدی کرنا ہر شخص کے حق میں ہے جو مسجد میں آئے اور تکبیر کہی جا چکی ہو، اس وقت نہ کسی فرض نماز کی قضاء میں مشغول ہو، یا تحیۃ المسجد یا گھر میں نفل نماز میں مشغول ہو یا مسجد یا اس کے صحن میں، کیونکہ مؤذن کا فرض نماز کیلئے اقامت کہنا کسی نفل عبادت کو منع کرنے کا ایک سبب ہے[۱]

مسلم نے اپنی صحیح میں ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اذا اقیمت الصلوٰۃ فلاصلوٰۃ الاالمکتوبة — جب نماز کی اقامت کہہ دی جائے تو فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں۔

اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت میں ہے۔

اذا اقیمت الصلوٰۃ فلاصلاۃ الا التی اقیمت[۲] — جب نماز کی اقامت کہہ دی جائے تو کوئی نماز نہیں سوائے اس نماز کے جس کے لئے اقامت کہی گئی

اور اس مسئلے کی بحث میں تین نکتے شامل ہیں:

(۱) اس کا حکم کہ جب آدمی مسجد میں آئے اور نماز کھڑی ہو۔

---

[۱] الموسوعۃ الفقہیہ ج ۱۲/ ۱۶۸، ۱۶۹، الکرہیۃ [۲] المسند ج ۲/ ۳۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) جب تکبیر کہہ دی جائے اور آدمی نفل پڑھ رہا ہو۔

(۳) آدمی جب کوئی فرض نماز شروع کر دے خواہ فرض قضاء ہو یا ادا اور مصلی اکیلا ہو یا جماعت میں اور اقامت کہہ دی جائے۔

اور ان تمام نکات کی علماء کے پاس تفصیلی بیانات ہیں جنہیں میں اختصار سے بیان کر رہا ہوں اور اس میں مذہب مختار کو ترجیح دیتے ہوئے۔

(۱) **مذہب مالکیہ**: [1] بعد میں آنے والے نمازی کیلئے کوئی فرض یا نفل نماز جماعت کے ساتھ مقررہ امام کے پیچھے تکبیر ہو جانے کے بعد پڑھنی حرام ہے، اور جب اس نماز کی اقامت مسجد میں اس وقت کہی جائے جب نمازی فرض نماز میں یا نفل میں مشغول ہو یا مسجد کے صحن میں ہو ایسی صورت میں اگر اس کو اس کا خوف ہو کہ امام کے ساتھ رکعت فوت ہو جائے گی تو اپنی نماز توڑ دے اور سیدھے امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ خواہ مقتدی کی نماز نفل ہو یا فرض البتہ وہ نماز نہ ہو جس کی اقامت کہی گئی ہے اور خواہ ایک رکعت پڑھ چکا ہو یا نہیں۔ اور نماز سلام کر کے توڑے۔ یا نماز کے مخالف کوئی کام کرے جیسے کسی سے بات چیت کرے، اور نیت بھی باطل کر دے۔

لیکن اگر رکعت کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو اس کو دو رکعت پڑھ کر پوری کر لے، اور یہ بھی جائز ہے کہ اس کو بیٹھ کر پوری کرے، خواہ وہ وہی نماز ہو جسے وہ پڑھ رہا تھا اور اسی کی اقامت کہی گئی ہے۔ مثلاً

---

[1] الشرح الصغیر ۱/۴۳۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عصر کی نماز رہی ہو۔ اور امام کیلئے تکبیر کہی گئی ہو تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور اس کو پوری نہ کرے، اور اگر اس نے ایک رکعت پڑھی ہو تو اس کے ساتھ دوسری ملا لے، اور اگر دوسری رکعت میں ہو تو اس کو پوری کر لے، اور اگر تیسری رکعت میں ہو اس کے سجدے پورے کرنے سے پہلے تو بیٹھ جائے اور تشہد پڑھ لے اور سلام پھیر دے۔ یہ اس صورت میں ہے جب نماز چار رکعت والی ہو، لیکن فجر یا مغرب کی نماز میں ہو۔ اور تکبیر کہہ دی جائے تو اپنی نماز توڑ دے اور امام کے ساتھ مل جائے۔ تاکہ ممنوع وقت نفل نہ پڑھنی پڑے، اور اگر مغرب کی دوسری رکعت یا تیسری پوری کر چکا ہو یا فجر کی دوسری تو اسے فرض کی نیت سے پوری کر لے۔

(۲) دوسرا شافعیہ کا مذہب [۱] شافعیہ نے کہا اگر نمازی نفل پڑھ رہا ہو پھر فرض جماعت کی تکبیر کہہ دی جائے تو ایسی صورت میں اگر جماعت چھوٹ جانے کا خوف نہ ہو تو نفل پوری کر لے اور اس کے بعد جماعت میں شامل ہو جائے۔ اور اگر جماعت کے چھوٹ جانے کا ڈر ہو تو نفل توڑ دے کیونکہ جماعت افضل ہے، اور اس کے لئے جائز ہے کہ نماز توڑے بغیر جماعت میں شامل ہونے کی نیت کر لے، اور اگر وہ مسجد میں آئے اور تکبیر ہو چکی ہو تو اس وقت صرف فرض ہی نماز پڑھیگا۔

---

[۱] المہذب ۱/ ۱۹۴ المجموع ج ۴/ ۱۰۵۔ ۱۱۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) حنابلہ کا مذہب [۱] حنابلہ نے کہا کہ جب مؤذن اس نماز کی اقامت شروع کردے جو امام کے ساتھ پڑھنا چاہتا ہے تو اس وقت اس فرض نماز کے سوا کوئی دوسری نماز نہیں پڑھ سکتا، اور اس وقت نہ کوئی نفل پڑھے اور نہ مقررہ سنت خواہ فجر کی سنت ہو یا دوسری نماز کی مسجد میں ہو یا اور کہیں خواہ اپنے گھر میں ہو کیونکہ اس سے متعلق حدیث میں عام ہے "**اذا اقیمت الصلاۃ**" جب نماز کی تکبیر کہی جائے یہاں کسی خاص نماز کا ذکر نہیں۔

اگر تکبیر شروع ہو گئی تو نفل نہ شروع کرے کیونکہ پھر نفل نہیں ہو گی کیونکہ حدیث میں ہے "**فلاصلوٰۃ الاالمکتوبہ**" اس وقت سوائے فرض کے کوئی نماز جائز نہیں۔

اور جیسا کہ بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کی ہے حضرت عمر بن الخطاب اقامت ہو جانے کے بعد لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھتے تو مارتے تھے۔ [۲] اور اگر تکبیر ہو گئی ہو اور نمازی مسجد کے باہر ہو تو اس نفل کو پوری کرے خواہ ایک رکعت چھوٹ جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولاتبطلوا اعمالکم (محمد: ۳۳)** یعنی اپنے اعمال ضائع مت کرو۔ لیکن مصلی دو رکعت سے زیادہ نہ پڑھے۔ ہاں اگر تین رکعت پڑھ چکا ہو تو چوتھی رکعت پوری کرلے لیکن یہ تین رکعت سے افضل ہے،

---

[۱] کشاف القناع ج۱/ ۵۳۹ وما بعدھا [۲] المحلی ۲/ ۸۳ ۴ لابن حزم الظاہری ج۳/ ۱۵۱ ام ۳۰۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر تیسری رکعت میں سلام پھیر دے تب بھی جائز ہوگا دونوں مسئلوں میں دلیل موجود ہونے کی بنا پر البتہ اگر نفل پڑھنے والا جماعت کے فوت ہو جانے سے ڈر رہا ہو تو نفل توڑ دے گا۔ کیونکہ فرض اہم ہے۔

(۴) **حنفیہ کا مذہب:** [۱] حنفیہ نے کہا، جب مصلی فرض نماز یا اس کی قضاء اکیلے پڑھنا شروع کرے، پھر جماعت کیلئے اقامت کہہ دی جائے تو اگر فجر یا مغرب کی نماز میں شروع کیا ہے تو اگر پہلی رکعت میں ہو خواہ سجدہ کر چکا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی نماز ایک سلام کے ساتھ توڑ دے، اور جماعت میں شامل ہو جائے۔ اور اگر دوسری رکعت میں ہو تب بھی نماز ختم کر دے اگر سجدہ سے پہلے ہو اور اگر سجدہ کے بعد ہو تو اسے اکیلے پوری کرے، اور اگر چار رکعت والی نماز ہو جیسے ظہر یا عصر، اگر منفرد پہلی رکعت میں سجدے سے پہلے ہو تو اپنی نماز توڑ دیگا اور امام کے ساتھ مل جائے گا اور اگر سجدوں کے بعد ہو تو دونوں رکعتیں پوری کریگا یعنی جوڑا نماز پڑھ کر سلام پھیر دیگا اور جماعت میں شامل ہو جائے گا، جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کیلئے اور جو کچھ پڑھ چکا ہے وہ نفل ہو جائے گی نماز باطل کرنے سے بچنے کیلئے اور اگر تیسری رکعت میں ہو اور تکبیر سجدوں سے پہلے کہہ دی جائے تو کھڑے ہونے کی حالت ہی میں ایک طرف سلام کر کے نماز توڑ دیگا۔ لیکن اگر چار

---

[۱] فتح القدیر ج ۱/ ۳۴۵، ۳۴۲۔ تبیین الحقائق ۱/ ۱۸۰۔ ۱۸۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکعت والی نماز میں سے تین رکعت پڑھ لی ہے یا مغرب کی نماز میں تین پوری کرلی ہے تو اپنی طرف اکیلے ہی پوری کریگا کیونکہ اکثر کیلئے کُل کا حکم ہے، اس کے بعد وہ جماعت کے ساتھ اس نماز کو نفل کی طرح پڑھیگا کیونکہ فرض ایک ہی وقت میں دو مرتبہ نہیں پڑھیگا یزید بن الاسود کی دلیل کے مطابق وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے حج میں شریک سفر تھا تو میں نے مسجد الخیف میں آپ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی تو جب آپ نے نماز پوری کرلی اور سلام پھیرا تو آپ نے دو آدمیوں کو لوگوں کے پیچھے دیکھا جو نماز نہیں پڑھے تھے تو آپ نے فرمایا ان دونوں کو میرے پاس لاؤ دونوں لائے گئے ان کے بدن کانپ رہے تھے، آپ نے ان سے پوچھا ہمارے ساتھ تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی تو ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم نے اپنے خیموں میں پڑھ لی ہے، آپ نے فرمایا ایسا مت کرنا، جب تم نے اپنے خیموں میں نماز پڑھ لی ہو تو اس کے بعد جماعت والی مسجد میں آؤ تو جماعت کے ساتھ بھی وہی نماز پڑھ لو کیونکہ یہ جماعت والی نماز تمہارے لئے نفل ہوگی۔[1] اور جب آدمی مسجد میں داخل ہو اور نماز کھڑی ہو تو جماعت میں شامل ہو جائے، اور سوائے فجر کی سنت کے کچھ نہ پڑھے، کیونکہ اس کو مسجد کے دروازے پر پڑھ لے پھر مسجد میں آئے، بشرطیکہ جماعت

---

[1] رواہ الخمسہ الا ابن ماجہ، نیل الاوطار ج ۳/ ۹۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوٹ جانے کا ڈر نہ ہو، اگر جماعت چھوٹ جانے کا ڈر ہو تو امام کے ساتھ فرض نماز میں شامل ہو جائے، کیونکہ جماعت کا ثواب سب سے زیادہ ہے اور جماعت چھوڑنے کا گناہ لازم ہے۔

اور حق مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص اقامت سن لے تو نہ وہ قرآن پڑھے نہ کوئی ذکر کرے نہ کوئی نماز شروع کرے، اور نہ ہی فجر کی سنت پڑھے نہ گھر میں نہ گھر کے علاوہ بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہونے کیلئے جلدی کرے۔

علامہ ابن حزمؒ نے "المحلی" میں فرمایا:

مسئلہ: جس نے فجر کی اقامت سن لی اور اس کو یقین ہو کہ اگر فجر کی سنت پڑھیگا تو فجر کی نماز میں سے کچھ چھوٹ جائے گا خواہ تکبیر ہی سہی، تو اس کے لئے حلال نہیں کہ وہ ان دونوں سنتوں کو اس وقت پڑھے، اگر اس نے پڑھی تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی، جب امام کے ساتھ فجر کی نماز پوری کر لے تو جی چاہے تو اس کے بعد دونوں سنتیں پڑھ لے نہ جی چاہے تو نہ پڑھے۔ اور ایسا ہی ہر وہ شخص کرے جو سنت پڑھنے لگا ہو اور فرض نماز کی تکبیر کہہ دی جائے تو وہ سنت ترک کر کے فرض میں شامل ہو جائے۔

پھر علامہ ابن حزم فرماتے ہیں ہمیں ابو حنیفہ اور مالک کے قول کی کوئی دلیل نہ قرآن میں ملی نہ سنت صحیحہ اور سقیمہ میں ملی، اور نہ ہی اجماع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ملی نہ ہی قیاس سے نہ کسی صاحب کے قول سے، تو جب ان لوگوں کے قول کو ہر قسم کی حجت اور دلیل سے ہم نے خالی پایا تو ہم نے اپنے قول کی طرف رجوع کیا تو ہم نے اس کے وجوب اور صحت کی پوری دلیل پائی، اس کے بعد انہوں نے اس بارے میں بہت سی احادیث اور آثار نقل فرمائے ہیں جن میں ایک وہ حدیث بھی ہے جو اس بحث میں گذر چکی ہے، کہ "اذا اقیمت الصلوٰۃ فلاصلوٰۃ الاالمکتوبہ" جب تکبیر کہہ دی جائے تو اس وقت کی فرض نماز کے سوا کوئی دوسری نماز پڑھنی جائز نہیں"

اور انہیں میں سے وہ حدیث بھی ہے جو عبداللہ بن بحینہ بن مالک نے روایت کی ہے۔

اقیمت صلاۃ الصبح فرای رسول اللہ ﷺ رجلا یصلی والمؤذن یقیم فقال، اتصلی الصبح اربعا [1]

فجر کی نماز کیلئے تکبیر کہہ دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سنت پڑھ رہا ہے اور مؤذن اقامت کہہ رہا ہے تو آپ نے فرمایا کیا فجر چار رکعت پڑھو گے؟

اور ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جو شخص امام کو نماز پڑھاتے پائے اور اس نے فجر کی سنت نہیں پڑھی ہے تو وہ پہلے فرض نماز پڑھے" اور سعید ابن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں اقطع صلاتك عند الاقامة اقامت کے وقت اپنی نماز توڑ دو، اور

[1] رواہ البخاری رقم ۶۶۳ مسلم ۷۱۱، اعلام الموقعین ج ۲/ ۵۳۶_۳۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث اور آثار ہیں جو اس بارے میں سلف صالح کی جماعت سے موجود ہیں، اور اسی مسلک کو امام ابن تیمیہؒ[1] نے بھی ترجیح دی ہے، اور ان کے شاگرد رشید العلامہ ابن القیم الجوزیہ[2] اور ان کے علاوہ بہت سے علماء نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

امام کے پیچھے نماز باجماعت میں تکبیرات کو پہونچانا

اولاً:- نماز کی مسنون باتوں میں سے یہ ہے کہ امام تکبیر اور سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام سب ضرورت کے مطابق زور سے کہے، تاکہ مقتدی سن لیں، لیکن اگر ضرورت سے زیادہ زور سے کہے تو یہ مکروہ ہے اور اللہ اکبر کہنا، اور نماز میں شامل ہونے کا اعلان کرنا اور نماز کے درمیان نقل و حرکت کرنا، جیسے رکوع سجدہ وغیرہ یہ سب امام کے ذمہ ہے، لیکن اگر امام کی آواز پیچھے والوں کو نہیں پہونچ رہی ہے تو جائز ہے کہ مقتدیوں میں سے کوئی امام کی طرف سے ان کو مقتدیوں تک پہونچائے، اور تکبیر سے یہاں تکبیر تحریمہ اور رکوع اور سجود کی تکبیرات مراد ہیں۔

ثانیاً:- تبلیغ کا معنی لغت میں پہونچانا ہے،[3] کہا جاتا ہے بلغ الشیٔ إلیہ یعنی فلاں نے یہ بات فلاں کو پہونچادی، اور کہا جاتا ہے "بلغ السلام" یعنی فلاں نے سلام پہونچایا، وبلغ الکتاب بلوغا یہ کتاب فلاں کو پہونچادی۔

---

[1] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۳/۲۶۳۔ [2] اعلام الموقعین ج ۲/۳۵۶۔۳۵۷ [3] المصباح المنیر مادہ بلغ و معجم لغۃ الفقہاء ۱/۱۲۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شرعی اصطلاح میں تبلیغ کا معنی[۱] ہے خبر دینا، یعنی تبلیغ کا شرعی معنی یہ ہے یعنی امام کی آواز کو بڑی کرنا تاکہ مقتدی اس کو سن لیں۔[۲]

تبلیغ کی مشروعیت کی دلیل: نماز باجماعت میں امام کی طرف سے دوسروں تک تکبیرات پہونچانے کا جواز وہ حدیث ہے جو امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں: ”جب نبی ﷺ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ نے وفات پائی، تو آپ کے پاس بلالؓ آئے آپ کو نماز کی اطلاع دے رہے تھے، تو آپ نے فرمایا، ابو بکرؓ کو کہو وہ نماز پڑھادیں، میں نے کہا ابو بکر غمگین آدمی ہیں اگر آپ کی جگہ پر کھڑے ہونگے تو رونے لگیں گے، اور قرأت نہیں کر سکیں گے۔ آپ نے فرمایا ”ابو بکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں، میں نے ایسے ہی تین یا چار مرتبہ کہا کہ ابو بکر غمگین آدمی“ تب آپ نے فرمایا تم لوگ یوسف کی ساتھ والی عورتیں ہوں، ابو بکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں، تب ابو بکرؓ نماز پڑھانے لگے، اور نبی ﷺ دو آدمیوں کے کندھوں کے درمیان ٹیک لگا کر نکلے، گویا ابھی میں آپ کو دیکھ رہی ہوں کہ آپ زمین پر قدم کھینچتے ہوئے چل رہے تھے، جب ابو بکرؓ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے تو آپ نے اشارے سے فرمایا کہ نماز پڑھاؤ، لیکن ابو بکر پیچھے چلے آئے اور نبی ﷺ ابو بکر کے پہلو

---

[۱] ردالمحتار علی الدر المختار ۱/۲۱۹۔ [۲] معجم لغۃ الفقہاء ص ۱۲۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آگے بڑھ گئے اور ابو بکرؓ لوگوں کو نبی ﷺ کی تکبیر سناتے رہے"

تبلیغ کے حکم کے بارے میں فقہا کی رائیں: ۱ے شافعیہ اور حنفیہ ۲ے کی رائے ہے کہ واجب ہے کہ تکبیر پہونچانے والے کو مقصود بنایا جائے خواہ وہ امام ہو یا مقتدی، تکبیر تحریمہ کے ذریعے نماز کیلئے اشیاء کا حرام کرنا، اس لئے اگر تبلیغ سے صرف خبر کرنا مقصود ہو تو ایسا سمجھنے والے کی نماز ہی نہیں ہوگی، لیکن اگر تبلیغ واعلام سے تکبیر تحریمہ بھی مقصود ہو تو نماز صحیح ہوگی اور مالکیہ ۳ے کی رائے ہے، کہ کسی مخصوص آدمی کو مقرر کرنا جائز ہے جو لوگوں کو امام کی آواز پہونچائے، تو پہونچانے والے کی نماز بھی صحیح ہوگی خواہ وہ اپنی تکبیر اور تمہید سے صرف مقتدیوں کو خبر دینے کا ارادہ رکھتا ہو۔

اور ۴ے حنابلہ کی رائے ہے، کہ امام کیلئے مستحب ہے کہ وہ آواز بلند کرے تاکہ وہ اپنی نماز کو پوری طرح مقتدیوں تک منتقل کرسکے، جیسے تکبیر تحریمہ کا جہر کرنا، لیکن اگر امام اپنی آواز اتنی بلند نہ کرسکے کہ تمام مقتدی سن سکیں تو مستحب ہے کہ مقتدیوں میں سے کوئی اپنی آواز بلند کردیں تاکہ لوگوں کو اپنے ذریعے امام کی آواز سنا سکے۔

ابن قدامہؒ نے کہا: امام کیلئے مستحب ہے کہ وہ تکبیر کو بلند آواز سے کہے اس طرح کہ تمام مقتدی سن سکیں اور وہ بھی تکبیر کہیں کیونکہ

۱ے المجموع ج ۳/ ۳۹۸، رسائل ابن عابدین ج ۱/ ۳۱۸، حاشیہ الدسوقی ج ۱/ ۳۱۷، ۴ے ج ۲/ ۱۲۸، ۱۲۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقتدیوں کیلئے تکبیر کہنا امام کی تکبیر کے بعد ہی جائز ہے، لیکن اگر مقتدیوں کو سننا ممکن نہ ہو تو مقتدیوں میں سے کچھ لوگ بلند آواز سے دیگر مقتدیوں کو سنائیں یا ان کو جن تک امام کی آواز نہیں پہونچتی، پچھلی بحث کی روشنی میں ہم درج ذیل احکام مقرر کر سکتے ہیں۔

اول: سنت یہ ہے کہ امام تکبیر، یعنی اللہ اکبر، تحمید یعنی سمع اللہ لمن حمدہ، اور سلام یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ اتنی زور سے کہے کہ سب مصلی سن لیں۔

دوم: اگر نمازیوں کی بھیڑ یا امام کی کسی مجبوری کی وجہ سے یا کسی ایسی وجہ سے جس کے سبب امام کی آواز مقتدیوں تک نہ پہونچ سکتی ہو تو کیا یہ جائز ہے کہ مقتدیوں میں سے کوئی امام کی آواز سب کو پہونچائے؟ ظاہری سنت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے، جیسا کہ اس بارے میں دلائل پہلے گذر چکے ہیں۔

اور جب کہ ہم نے اکثر مساجد میں مسلمانوں کی موجودہ صورت حال پر نظر ڈالی تو ہم نے پایا کہ تبلیغ کا استعمال بے محل ہو رہا ہے، اور شریعت کی تعلیمات کے برخلاف ہو رہا ہے، کیونکہ اکثر اسلامی ملکوں میں اب تکبیر شریعت کی حکمت اور اس کے اسباب کے بغیر ایک لازمی چیز بن چکی ہے، اور اب یہ ایک رسم اور عادت بن چکی ہے اور اس کا تعلق اس سنت سے نہیں رہا جو کسی سبب کی بنا پر مقرر کی گئی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرمین شریفین میں امام کے پیچھے تبلیغ کا بیان

اور بہتر ہے کہ ہم اس طرف بھی اشارہ کریں کہ حرمین شریفین مکی اور مدنی میں امام کے پیچھے تبلیغ تکبیر کہنی بند کردی جائے، کیونکہ وہاں اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہاں طاقتور لاؤڈ اسپیکر لگے ہوئے ہیں جو امام کی آواز کو ہر طرف پہونچانے کا کام پورا کررہے ہیں بلکہ زبانی تکبیر سے بہتر طور پر کررہے ہیں۔

اس تبلیغ کے بارے میں اہل علم کے کلام اور ان کی مخالفت پر غور کرنے کے بعد ہم نے جو مختصراً ذکر کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء نے تبلیغ کی اجازت محدود طریقے پر اور بہت ہی تنگ حالات میں دی ہے بلکہ بعض لوگوں نے تو اس کو مطلقاً منع ہی کردیا ہے، اور میں نے محض اس بنا پر اس مسئلے پر خبردار کیا ہے تاکہ ہم اپنے اقوال اور افعال میں تمیز کریں کہ انہیں کتنے افعال محض عادت کی بنا پر ہیں اور کتنے عبادت کی نیت سے ہیں۔ اور وہ ایسے مخصوص اسلامی رکن کے بارے میں جو شہادتین کے بعد اسلام کا سب سے اہم رکن ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ[1] نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور نہ ہی آپ کے خلفاء راشدین نہ ان کے بعد ایک لمبے زمانے تک نہ تبلیغ تھی، نہ تکبیر اور نہ تحمید اور نہ تسلیم

---

[1] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۲۳/ ۴۰۰، ۴۰۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیلئے آواز بلند کی جاتی تھی، البتہ صرف دو مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس کی ضرورت پڑی۔

ایک مرتبہ جب آپ ﷺ گھوڑے سے گر گئے تھے اور آپ کے پاؤں میں موچ آگئی تھی تو آپ نے اپنے گھر ہی میں بیٹھ کر نماز پڑھی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف سے تکبیر کہی، رواہ مسلم فی صحیحہ۔

اور دوسری مرتبہ اپنے مرض الموت میں اس وقت بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف سے تکبیر پکاری، اور یہ مشہور قصہ ہے، اور اس مسئلے میں علماء کے اندر کوئی اختلاف نہیں کہ یہ تبلیغ (امام کی آواز مصلیوں تک پہونچانا) بلا ضرورت مستحب نہیں ہے، بلکہ اکثر علماء نے تو صراحت سے لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ بلکہ ان میں ایسے علماء بھی ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اور یہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے مذہب میں موجود ہے۔ لیکن کسی ضرورت کی بنا پر جیسے امام دور ہو یا وہ کمزور ہو یا اس قسم کے اسباب کے وقت تو اس صورت میں علماء نے اختلاف کیا ہے، اور امام احمد اور ان کے اصحاب کے نزدیک اس حالت میں یہ جائز ہے، اور یہی امام کے اصحاب کا اصح قول ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام احمد نے اس بارے میں خاموشی اختیار کی اور جب اگلوں نے اسے جائز کہا اور نماز باطل نہیں قرار دی بشرطیکہ اس کی وجہ سے نماز کے ارکان میں کوئی خلل نہ پڑے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر "مکبّر" اس سے مطمئن نہ ہو تو عام علماء کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی، جیسا کہ اس پر سنت دلالت کرتی ہے، اور اگر مکبّر مطمئن ہو لیکن امام سے مسابقت کرتا ہو تب بھی امام احمد کے ظاہری مذہب کے مطابق اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اور اسی پر سنت اور اقوال صحابہ بھی دلالت کرتے ہیں۔

اور اگر "مکبّر" کی تکبیر سے رکوع، سجود، اور تسبیح وغیرہ میں اس سے خلل پڑتا ہے تو نماز کے باطل ہونے میں اختلاف ہے، اور امام احمد کے ظاہری مذہب کے مطابق اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

اور اس میں شک نہیں کہ بلا ضرورت "مکبّر" کا استعمال بدعت ہے اور جو شخص اس کو مطلقاً قابل ثواب کام سمجھتا ہے تو بلا شبہ ایسا شخص یا تو جاہل ہے یا دشمن ورنہ تمام مذاہب کے علماء نے اس کا ذکر اپنی کتابوں میں کیا ہے حتیٰ کہ مختصر رسالوں میں بھی انہوں نے کہا ہے، کہ تکبیر کا استعمال امام ہی کر سکتا ہے، اور جس کو اس بات پر اصرار ہو کہ یہ کار ثواب ہے تو اس کو ایسا کہنے پر سزا دی جاسکتی ہے کیونکہ اس نے اجماع کی مخالفت کی ہے اس بارے میں یہ سب سے کم بات کہی گئی ہے، واللہ اعلم۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز با جماعت میں امام کے پیچھے قرأت کا بیان

پانچوں فرض نمازوں کی جماعت میں کچھ ایسی ہیں جو سری ہیں جیسے ظہر اور عصر اور کچھ ایسی ہیں جن میں قرأت جہری ہیں جیسے فجر اور مغرب اور عشاء، اور ان تینوں جہری قرأت والی نمازیں ایسی ہیں جن میں امام سورہ فاتحہ کی قرأت جہری کرتا ہے اور ان کی پہلی دو رکعتوں میں بھی کچھ پڑھتا ہے اور ان کے علاوہ فجر کی نماز اور مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں کے سوا سورہ جہری نہیں پڑھتا لیکن یہ مسئلہ امام کیلئے ہے لیکن مقتدی کیا جماعت کی نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھیگا اور کب پڑھیگا اور فقہاء کے نزدیک قرأت فاتحہ خلف الامام کا کیا حکم ہے؟ اس عنوان کے تحت یہ ہماری بحث کا موضوع ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جب نماز سری ہو: سری نماز کیلئے عام اہل علم کا یہ مسلک ہے کہ مقتدی سورہ فاتحہ چپکے چپکے پڑھیگا، ظہر اور عصر اور مغرب کی تیسری رکعت اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں البتہ اس بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے یا مستحب۔

عام دلائل سے تاکید ہوتی ہے کہ مقتدی کیلئے سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے اور اس کے پڑھنے میں سستی نہ کی جائے، اور خصوصاً سورہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاتحہ جیسا کہ ابن ماجہ نے اپنی سنن میں جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں۔

كنا نقرأ في الظهر والعصر خلف الامام في الركعتين الاولیین بفاتحة الكتاب وسورة، وفي الاخريين بفاتحة الكتاب [۱]

ہم امام کے پیچھے ظہر اور عصر میں پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور کوئی اور سورہ اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ

اور سری نمازوں میں چپکے سے پڑھنا مسنون ہے اور زور سے پڑھنا مکروہ ہے۔ [۲]

اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جو عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی تو ایک شخص آپ کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنے لگا جب آپ نے سلام پھیرا، تو فرمایا تم میں سے کون پڑھ رہا تھا تو ایک شخص نے کہا میں پڑھ رہا تھا تو آپ نے فرمایا میں نے سمجھا تم میں سے کسی نے مجھ سے جھگڑا کیا۔

---

[۱] سنن ابن ماجہ ج۱/۱۵۱ح رقم ۸۲۷، [۲] الموسوعۃ الفقہیہ ج۱۶/ ۱۸۳، [۳] صحیح مسلم ج۱/۲۹۹ح رقم ۳۹۸ کتاب الصلوٰۃ باب نہی الماموم عن جہرہ بالقرأۃ خلف الامام۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہری نماز میں قرأت کا بیان

اس مسئلے میں علماء نے اختلاف کیا ہے،[1] چنانچہ صحابہ کی ایک جماعت نے امام کے پیچھے قرأت کو واجب قرار دیا ہے اور دوسرے اصحاب سے روایت ہے کہ وہ حضرات امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے اس طرح اس مسئلے میں علماء تین اقوال پر مختلف ہو گئے ہیں۔

پہلا قول: امام کے پیچھے قرأت واجب ہے جہری نماز ہو یا سری،

دوسرا قول: مقتدی کسی میں بھی قرأت نہیں کریگا نہ سری میں نہ جہری میں۔

تیسرا قول: جس میں امام چپکے سے قرأت کریگا اس میں مقتدی جہر سے کریگا خواہ امام اسے سنے یا نہ سنے۔

اب ہر قول کی تفصیل اور جس نے جو کہا اور اس کے دلائل۔

پہلا قول: امام کے پیچھے قرأت واجب ہے خواہ اس میں امام جہر سے پڑھے یا چپکے سے، اور یہ شافعیہ کا قول ہے اور ایک روایت امام احمد بن حنبل کی بھی ہے، اور اسی کو امام بخاری اور امام شوکانی وغیرہم نے اختیار کیا ہے۔

اور حسب ذیل احادیث اور آثار سے استدلال کیا ہے۔

ا: حدیث عبادہ بن الصامت جس کو مرفوع کہا ہے

---

[1] معالم السنن للخطابی وبہامشہ (تہذیب السنن) لابن قیم الجوزیہ ۱ر ۳۹۴ مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ۲۲ر ۲۹۴، ۲۹۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاصلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب[1]

اس کی نماز نہیں جس نے فاتحہ الکتاب نہیں پڑھی۔

ب: حدیث ابوہریرۃ مرفوعاً:

من صلى صلاة لم يقرأ فيها بأم القرآن فهي خداج، ثلاثاً غير تمام وهو عام في الامام والماموم والمنفرد[2]

جس نے کوئی نماز پڑھی جس میں اس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو وہ نماز ناقص ہے، تین مرتبہ کہا نماز پوری نہیں اور امام مقتدی اور منفرد سب کو عام ہے۔

ج: حضرت اُنس کی مرفوع حدیث۔

اتقرؤن في صلاتكم والامام يقرأ فسكتوا فقالها ثلث مرات فقال قائل اوقائلون، انا لنفعل، قال فلاتفعلوا ويقرأ احدكم بفاتحة الكتاب في نفسه،[3] وآحاديث كثيرة.

کیا تم اپنی نماز میں پڑھتے ہو اور امام بھی پڑھتا ہے تب لوگ چپ رہے آپ نے یہ بات تین مرتبہ کہی پھر کسی ایک یا کئی آدمیوں نے کہا ہم ایسا کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایسا مت کرو، اور تم میں سے ہر شخص سورہ فاتحہ اپنے دل میں پڑھے، اس مضمون کی بہت سی احادیث ہیں۔

اور آثار: اور بعض صحابۂ کرام کے آثار صحیحہ ثابتہ سے وارد ہے جو اس کی تاکید کرتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے،

---

[1] رواہ البخاری (۷۵٦) ج ۲/ ۲۳٦ مع الفتح، رواہ مسلم (۳۹۴) ابوداؤد (۸۲۲) الترمذی (۲۴۷) النسائی ۲/ ۱۳۷، الحاکم فی المستدرک ۱/ ۲۳۸۔ [2] صحیح مسلم ۱/ ۲۹٦ ج رقم ۳۹۵ کتاب الصلاۃ۔ [3] مجمع الزوائد ۲/ ۱۱۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے بعض یہ ہیں:

(ا) یزید بن شریک التیمی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا، امیر المؤمنین کیا میں امام کے پیچھے پڑھوں؟ آپ نے فرمایا "ہاں" انہوں نے کہا اگر آپ نے بھی پڑھا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگرچہ میں نے بھی پڑھا؟ [1]

(ب) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

لاتزکوا صلاة مسلم الابطهور وركوع وفاتحة الكتاب وراء الامام وغير الامام [2] کسی مسلمان کی نماز کو صحیح مت کہو مگر وضو، رکوع اور سورہ فاتحہ کے ساتھ امام کے پیچھے ہو یا امام کے پیچھے نہ ہو۔

(ج) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لاتترك قراءة فاتحة الكتاب خلف الامام جهر او لم يجهر، وعن ابن عباس مثله [3] امام کے پیچھے سورہ فاتحہ مت چھوڑو وہ زور سے پڑھے یا نہ پڑھے، اور ابن عباس سے بھی ایسا ہی ہے۔

دوسرا قول: مقتدی بالکل قرأت نہیں کریگا نہ سری نماز میں نہ جہری میں اور اس کے قائل حنفیہ ہیں اور حنابلہ میں بھی ایک مذہب ہے۔ [4]

ان کے دلائل: (ا) عبداللہ بن شداد کی مرسلا روایت ہے کی نبی

---

[1] التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی ج۱/ ۳۱۷، [2] القراۃ خلف الامام للبیہقی ص۶ ط احیاء السنہ پاکستان [3] السنن الکبری للبیہقی ج۲/ ۱۶۹۔ [4] فتح القدیر ۱/ ۲۹۴، الانصاف للمرداوی ۲/ ۵۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے فرمایا:

من کان له امام فقراء ة الامام له قرأة [۱] جس کا امام ہے تو امام کی قرأت مقتدی کیلئے قرأت ہے۔

اور یہ حدیث ان لوگوں کی سب سے عمدہ دلیل ہے جو کسی حال میں قرأت کے قائل نہیں ہیں۔

(ب) اور آثار سے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کیا مصلی امام کے پیچھے قرأت کرے تو انہوں نے فرمایا جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے، اور جب وہ تنہا پڑھے تو خود قرأت کرے، اور عبداللہ بن عمر امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ [۲]

اور کثیر بن مرہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابوالدرداء سے پوچھا گیا کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ تو انہوں نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ جب امام نے لوگوں کی امامت کرادی تو وہ ان کیلئے کافی ہو گیا۔ [۳]

تیسرا قول: تیسرا قول یہ ہے کہ جس نماز میں امام قرأت چپکے سے

---

[۳] التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی بذیل سنن الدار قطنی ج۱/۳۳۲، [۲] السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲/۱۶۱۔

[۱] رواہ ابن ماجہ ۱/۱۰۵-۱۰۶ وہو ضعیف قال فی مصباح الزجاجہ فی اسنادہ جابر کذاب، والحدیث مخالف لما رواہ الستة من حدیث عبادہ ابن الصامت مصباح الزجاجہ فی زوائد ابن ماجہ ج۱/۱۰۵، اور تلخیص الجیر میں ہے یہ جابر کی حدیث میں مشہور ہے اور اس حدیث کے اور بھی طرق ہیں صحابہ کی جماعت سے لیکن سب کے سب معلول ہیں، تلخیص الجیر ج۱/۲۳۲، اور دار قطنی نے کہا کہ "جابر اور لیث ضعیف ہیں. سنن الدار قطنی ج۱/۳۳۱، اور علامہ ابن القیم نے تہذیب السنن میں کہا ہے "احناف کو اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں، کیونکہ یہ حدیث مرسل ہے، اور مرسل ضعیف ہوتی ہے جو حدیث متصل صحیح (باقی صفحہ دیگر)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے اس میں مقتدی قرأت کرے اور جس میں جہر سے پڑھائے اس میں قرأت نہ کرے، خواہ امام اس کو سنے یا نہ سنے، اور یہ امام مالک اور آپ کے اکثر اصحاب کا قول ہے اور اسحاق بن راہویہ وغیرہم نے بھی یہی کہا ہے۔[1]

ان کے دلائل: تیسرے قول کے قائلین کے دلائل یہ ہیں:

(ا) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون (الاعراف: ۲۰۴)[2] اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(اگلے صفحہ کا بقیہ) کے مقابل نہیں ہوسکتی۔ اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ امام کی قرأت مقتدیوں کیلئے کافی نہیں ہوسکتی جب تک کہ مقتدی امام کی قرأت نہ سن سکے تب تک اس کی قرأت مقتدی کی قرأت نہیں ہوسکتی، لہٰذا جب مقتدی نے امام کی قرأت نہیں سنی ہے تو امام کی قرأت مقتدی کیلئے کافی نہیں ہوگی اس لئے مقتدی کو لازماً قرأت کرنی نہیں ہوگی، یہ ان احادیث کی بنیاد پر ہے جو مقتدی کی امام کے پیچھے لازمی قرأت کے بارے میں تواتر کے ساتھ موجود ہیں، اور نماز میں جہاں قرأت کرنا ضروری ہے وہاں چپ رہنا کسی طرح جائز نہیں۔ اور اہل الرای کی یہ عجیب منطق ہے کہ وہ مقتدی کو نماز کی ابتداء میں استفتاح کی دعاؤں اور رکوع اور سجود میں تسبیحات پڑھنے کا حکم دیتے ہیں لیکن قرآن پڑھنے سے منع کرتے ہیں اس خیال سے کہ امام تو ان کی طرف سے قرأت کرتا ہی ہے، تو پھر یہی ذمہ داری امام ان کی طرف سے استفتاح صلوٰۃ کی دعاؤں اور رکوع و سجود میں تکبیر و تسبیح کیلئے کیونکر نہیں اٹھا سکتا یہ تقلید کے عجائبات میں سے ہے، اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھائے، (تہذیب السنن بذیل معالم السنن للخطابی) ج ۱/ ۳۴۹۔

[1] نیل الاوطار للشوکانی ج ۲/ ۲۴۱ (۲) اس بارے میں وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت فاتحہ اور اسکے علاوہ سب کیلئے عام ہے اور سورہ فاتحہ پڑھنے کو واجب کہنے والے کہتے ہیں کہ عام کی تخصیص کی جاتی ہے جو عبادہ بن صامت کی حدیث سے خاص ہے اور علم اصول میں عام کی بنیاد خاص پر رکھی جاتی ہے نیل الاوطار للشوکانی ۲/ ۲۴۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب)اور ابو موسیٰ الاشعریؓ کی حدیث کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”واذاقرأ فانصتوا“ جب امام قرأت کرے تو تم چپ رہو۔

اور بھی دوسری احادیث ان لوگوں نے پیش کی ہے جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

بحث اور ترجیح: [1] پچھلی بحث سے واضح ہوا کہ اس مسئلے میں اختلاف کا سبب ان احادیث کو جمع کرنے میں علماء کے اختلافات ہیں، چنانچہ شافعیہ نے جہری نماز میں امام کی جہری قرأت کے وقت مقتدی کو قرأت کرنے کی ممانعت سے صرف سورہ فاتحہ کو مستثنیٰ کیا ہے عبادہ بن الصامتؓ کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے، اور مالکیہ اور حنابلہ نے عموم حدیث، لاصلاۃ الابفاتحۃ الکتاب، میں سے صرف مقتدی کو جہری نماز میں مستثنیٰ کیا ہے، ابو ہریرہؓ کی حدیث واذ اقرأ فانصتوا، میں وارد امام کی جہری نماز میں قرأت سے ممانعت کی بنیاد پر، اور اسکو مزید مؤکد کیا اللہ کے اس ظاہری فرمان سے۔

واذاقرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون، (الاعراف ۲۰۴) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسکو توجہ سے سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور امام ابو حنیفہ نے مقتدی مصلی پر صرف واجب قرأت کو مستثنیٰ کیا

---

[1] بدایۃ المجتہد لابن رشد ج۱/۱۴۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ خواہ نماز سری ہو یا جہری اور قرأت میں واجبی احکام کو صرف امام اور منفرد کے حق میں جائز رکھا ہے۔ حضرت جابرؓ[1] کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس طرح حضرت جابر کی حدیث نبی ﷺ کے اس قول "واقرأ ماتيسر معك" یعنی جو کچھ تمہیں قرآن میں سے آسان معلوم ہو اسے پڑھو، کیونکہ حنفیہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں سمجھتے، بلکہ وہ مطلقا قرأت کو واجب سمجھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "فاقرءوا ماتيسر من القرآن" پڑھو جو کچھ قرآن میں سے آسان معلوم ہو۔

ترجیح: جب تمھیں اختلاف کا سبب اور ہر قول کا نقطۂ نظر اور اسکا مأخذ معلوم ہو گیا تو کچھ حرج نہیں کہ مسلمان ہر اس قول کو اختیار کرے جسکی دلیل ثابت ہے، اور دلائل کے درمیان جمع و ترتیب کرنا اور ان پر عمل کرنا بعض پر عمل کرنے اور بعض کو چھوڑنے سے زیادہ بہتر ہے، اور شارع علیہ السلام کا کلام باہم ٹکراتا ہے نہ ایک دوسرے کے خلاف ہوتا ہے، بلکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ جمع اور متحد ہوتا ہے۔

اور یہ کہنا کہ مقتدی کو چاہئے کہ جب امام قرأت میں جہر کر رہا ہو تو وہ چپ رہے، اور جب امام چپ رہے تو وہ پڑھنا شروع کرے یہی وہ مسلک ہے جس پر سب دلائل اکٹھا ہو جاتے ہیں، تو جن نصوص میں چپ رہنے کا

---

[1] رواہ مسلم ج ۱/ ۳۴۰ ح رقم ۳۹۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم ہے اسے حالت جہر میں محمول کہا جائیگا۔ اور جن نصوص سے مقتدی پر قرأت کرنا واجب ہوتا ہے اسے سر کی حالت میں محمول کہا جائے گا۔

اور اس مسئلے میں حکم دو حالتوں سے خالی نہیں

پہلی حالت: یہ ہے کہ امام قرأت کے درمیان سکتہ (وقفہ) کرتا ہو، جو ضروری (۱) نہیں ہے، تو اسی سکتے کے درمیان مقتدی قرأت کرے۔

مقتدی سورہ فاتحہ پڑھنے میں سستی نہ کرے۔ الانصاف میں ہے،

(۲) اور مستحب ہے کہ مقتدی امام کے سکتوں کے درمیان سورہ فاتحہ پڑھ لے یہی صحیح مذہب ہے اور اسی پر جمہور علماء کا اتفاق ہے، اور اکثر نے اسی کو قطعیت دی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سکتات کے درمیان قرأت کرنا واجب ہے۔

دوسری حالت: امام سکتہ ہی نہ کرے، کیونکہ درست یہ ہے کہ مقتدی پر واجب ہے کہ امام کی قرأت کے وقت چپ رہے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق۔

واذ قرأ القرآن فاستمعوا له اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسکو وانصتو لعلكم ترحمون، توجہ سے سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الاعراف ۲۰۴)

صرف سننے ہی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے چپ رہنے کا حکم بھی دنیا

---

۱ مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ ج۲۳/۲۷۶۔ ۲ الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف للمرداوی ج۲/۲۲۸، ۲۲۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غور سے قرأت سننے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے ورنہ امام آخر کس کو سنائے گا؟ پھر امام کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ اپنے لیے قرأت کرے، اور مقتدی اپنی قرأتوں میں مشغول رہیں تو اسکا مطلب ہے کہ ایسی حالت میں مقتدی امام کی اقتداء ہی نہ کرے۔ اور یہ ایک غیر معقول بات ہے، کیونکہ وہ اسی لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اسکی اقتداء کی جائے۔

لیکن کبھی ایسے حالات بھی پیش آتے ہیں کہ ان میں مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھ لینا مستحب ہوتا ہے۔ جیسے کبھی مقتدی امام سے دور ہونے کی وجہ سے امام کی قرأت سن ہی نہ سکے یا صرف امام کی آواز اور گنگناہٹ سنائی دے اور یہ نہ سن سکے کہ امام کیا پڑھ رہا ہے یہ امام احمد کی ایک روایت ہے۔

(۱) امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں علماء کے درمیان نزاع اور اضطراب ہے سورہ فاتحہ پڑھنے کی عام ضرورت کے باوجود، ان اقوال کی تین بنیادیں ہیں دو الگ الگ اور ایک وسط۔

دو حصوں میں سے ایک یہ ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں بھی سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔ اور دوسرا حصہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے ہر حال میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔

اور تیسرا حصہ جو اکثر سلف صالح کا قول ہے، کہ جب امام کی قرأت سنے تو چپ ہو جائے اور نہ پڑھے، کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی

۱؎ الانصاف ج ۲/ ۲۲۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرأت سے بہتر ہے۔ اور جب امام کی قرأت نہ سنے تو اپنے دل میں چپکے سے پڑھے۔ کیونکہ مقتدی کا پڑھ لینا اسکے چپ رہنے سے بہتر ہے۔ یہ جمہور علماء کا قول ہے جیسے امام مالک امام احمد اور ان دونوں کے اصحاب اور امام شافعی اور ابو حنیفہ کے اصحاب کی ایک جماعت کا بھی اور یہی امام شافعی کا قدیم قول ہے اور محمد بن الحسن کا بھی، پھر علامہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا۔

اور کیا مقتدی کا سورہ فاتحہ کا جہر سے پڑھنا واجب ہے یا مستحب اس میں دو قول ہیں:

پہلا قول: یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کا جہر سے پڑھنا واجب ہے اور یہ امام شافعی کا جدید قول ہے اور ابن حزم کا بھی یہی قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کا جہر سے پڑھنا مستحب ہے اور یہ امام اوزاعی اور لیث بن سعد کا قول ہے اور میرے دادا ابوالبرکات رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا تھا۔ پھر آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: جب امام قرأت جہر سے کریگا تو مقتدی سنے گا۔ لیکن اگر دور ہونے کی وجہ سے نہ سن سکے تو اپنے دل میں پڑھ لے یہی سب سے صحیح قول ہے اور یہی امام احمد اور دوسروں کا بھی قول ہے، لیکن اگر بہرے ہونے کی بنا پر نہ سن سکتا ہو یا صرف امام کی آواز کی گنگناہٹ ہی سن سکتا ہو لیکن سمجھ نہ پاتا ہو کہ امام کیا پڑھ رہا ہے تو ایسی حالت میں امام احمد اور ان کے علاوہ لوگوں کے دو قول ہیں: اور ظاہر یہ ہے کہ ایسی حالت میں مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لینا چاہئے۔ اس لئے کہ افضل یہ ہے کہ مقتدی یا تو سننے والا ہو یا پڑھنے والا ہو، لیکن اس صورت میں سن نہیں سکتا ہے اور نہ ہی اسے سننے کا مقصد حاصل ہوا ہے لہٰذا اس کا پڑھنا چپ رہنے سے بہتر ہے۔[1]

جماعت کی نماز میں امام کے ساتھ مقتدی کے حالات

امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے اور متابعت اور پیروی کی جائے۔ اس طرح کہ مقتدی امام کی تمام حرکات واعمال کے بعد حرکت وعمل کرے، اور نماز کے کسی عمل میں امام سے اختلاف نہ کرے، اور امام کے تمام حرکات واعمال کی نہایت پابندی اور باریکی کے ساتھ رعایت کرے، کیونکہ مقتدی امام کے تابع ہے اور تابع کی شان یہ ہے کہ متبوع سے آگے نہ بڑھے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مقتدی کی تمام نماز امام کی نماز کے تمام ظاہری اعمال کے ساتھ پوری طرح مربوط رہے۔[2]

تو جب مقتدی اپنے امام سے سبقت کرے یا اسی کے ساتھ ساتھ رہے یا اس کی مخالفت کرے یا اس کی متابعت میں تاخیر کرے تو اس نے امام کی اقتداء کی متابعت چھوڑ دی۔

تو مقتدی کے امام کے ساتھ یہ چار حالات ہیں۔

---

[1] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ج ۲۳ ص ۲۶۵ سے ۲۸۸ تک [2] نیل الاوطار ج ۳/ ۵۸۱ اور النیۃ واثرہا فی الاحکام الشرعیۃ ج ۱/ ۲۶۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسابقت (امام سے پہلے ارکان ادا کرنا) موافقت (ساتھ ساتھ ادا کرنا) متابعت (امام کے بعد اعمال کی ابتداء کرنا) تاخیر (امام کے اعمال کے بعد تاخیر سے عمل کرنا، اگلی سطور میں ان میں سے ہر حالت کا بیان کیا جارہا ہے اور ساتھ ہی ان حالات میں مقتدی کی نماز کا حکم۔

پہلی حالت مسابقت: مسابقت کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی اپنے امام سے تکبیر، یا رکوع، یا رکوع سے اٹھنے، یا سجدے، یا سلام میں سبقت کرے یعنی امام سے پہلے یہ ارکان ادا کرے، اور علماء نے امام کی مسابقت کو حرام قرار دیا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا، امام کی مسابقت تمام ائمہ کرام کے اتفاق سے حرام ہے کسی کیلئے بھی جائز نہیں کہ امام سے پہلے رکوع کرے اور نہ اس سے پہلے سجدہ کرے، اور نبی ﷺ کی احادیث سے ان امور کی ممانعت ثابت ہوئی ہے، اور ممانعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے، اور ان احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے مسلم نے اپنی صحیح میں [1] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ نے نماز پوری کی تو ہماری طرف رخ پھیرا اور فرمایا:

یاایھا الناس انی امامکم لوگو میں تمہارا امام ہوں تم مجھ سے نہ **فلاتسبقونی بالرکوع ولا** رکوع میں نہ سجود میں نہ قیام اور نہ

---

[1] ۱/۳۲۰، کتاب الصلوٰۃ باب تحریم سبق الامام برکوع أو سجود ونحوھما

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالسجود ولابالقیام ولا بالا نصراف سلام میں سبقت کرو میں تمہیں اپنے
انی أراکم امامی وخلفی آگے اور پیچھے سے دیکھتا ہوں

اور بخاری نے اپنی صحیح [1] میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا:

اما یخشی احدکم اذا رفع رأسه قبل الامام ان یجعل الله رأسه رأس حمار، اویجعل الله صورته صورة حمار
کیا تم میں سے کوئی اس بات سے ڈرتا نہیں کہ جب وہ اپنا سر امام سے پہلے اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر جیسا بنادے یا یوں فرمایا کہ اس کی صورت کو گدھے جیسی صورت بنادے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

حدیث کے ظاہری الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام سے پہلے سر اٹھانا حرام ہے، کیونکہ اس فعل پر شکل وصورت کے مسخ ہوجانے کی وعید آئی ہے جو بہت ہی بدترین عذاب ہے۔ اور امام نووی نے "شرح المہذب میں اسکا اثبات کیا ہے یعنی اس کو یقینی بتایا ہے اور چونکہ اسے حرام کہا گیا ہے اس لئے جمہور نے اس کے مرتکب کو گنہگار ٹھہرایا ہے اور اس کی نماز ہوجائے گی، اور عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ان کے نزدیک نماز باطل ہوجائے گی، اور ایسا ہی امام احمد بن حنبلؒ نے بھی ایک روایت میں کہا ہے، اور اہل

[1] بخاری ج ۱/ ۱۸۲۔ ۱۸۳، مع الفتح ب ۵۳ ک الاذان ح رقم ۶۹۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر نے بھی ایسا ہی کہا ہے اس بنیاد پر کہ حدیث میں ’’نہی‘‘ ممانعت سے نماز کا فاسد ہونا ثابت ہوتا ہے اور المغنی میں امام احمدؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے رسالے میں کہا، کہ اس حدیث کے مطابق جس نے امام سے سبقت کی اس کی نماز نہیں ہوئی، نیز فرمایا، اگر اس کی نماز صحیح ہوتی تو اس کے لئے ثواب کی امید ہوتی اور اس کے بارے میں عذاب کا خوف نہ ہوتا۔[1] اور جان بوجھ کر مسابقت کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، تو جب مقتدی نے اپنے امام سے نماز کے کسی رکن میں مسئلہ جانتے ہوئے مسابقت کی جیسے قصداً جان کر امام سے پہلے رکوع کر لیا یا اس سے پہلے رکوع سے سر اٹھا لیا، یا اس سے پہلے سجدہ کر لیا، تو اس کی نماز باطل ہو گئی، اور یہ علماء کا راجح قول ہے، اور اسی کی امام احمد رحمہ اللہ نے اپنے نماز کے مشہور، رسالے میں اس کی تصریح کی ہے۔[2]

اور اسی کو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے ترجیح دی ہے۔[3] لیکن جس نے کسی رکن میں اپنے امام سے سبقت کی ہے بھول چوک میں یا حکم نہ جاننے کی وجہ سے تو اس پر واجب ہے کہ رجوع کر لے تاکہ اس کو بعد میں ادا کرے، اگر اس نے جانتے ہوئے قصداً نہیں کیا ہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، لیکن امام احمدؒ نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ ان

---

[1] فتح الباری ج ۲/ ۱۸۲، ۱۸۳۔ [2] رسالے کا نام ہے الرسالۃ السنیۃ فی الصلاۃ وما یلزم فیھا ص ۳ [3] مجموع الفتاوی ۲۲/ ۳۳۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک مطلقاً مسابقت سے نماز باطل ہو جاتی ہے خواہ بھول میں کیا ہو یا جان بوجھ کر یا مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے کیونکہ حدیث عام ہے۔

راجح حکم: بیشک مصلی اگر بھول گیا یا حکم نہیں جانتا تھا تو اس کی نماز صحیح ہو گی، اور اسی کے مطابق **اللجنة الدائمه للبحوث العلميه والافتاء الرياض** سے فتویٰ صادر ہوا ہے۔ [1]

لیکن جب مقتدی نے تکبیر تحریمہ میں اپنے امام سے سبقت کی ہے تو اس کی نماز ہی نہیں ہو گی اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

اور الکاسانی نے کہا، اور اسی بنیاد پر مقتدی کے مسائل حل ہوں گے جب مقتدی امام کے افتتاح میں سبقت کر جائے تو اس کی اقتداء صحیح نہیں ہو گی، کیونکہ افتتاح بنیاد ہے جب بنیاد ہی معدوم ہے تو معدوم پر تعمیر محال ہے۔ [2]

اور خلیل نے اپنی "مختصر" میں کہا ہے کہ مقتدی کو تکبیر تحریمہ اور سلام میں امام کی متابعت ضروری ہے۔ [3]

اور امام شافعیؒ نے فرمایا جس نے امام سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ دی اس کی نماز باطل ہے۔ [4]

اور عبدالرحمٰن بن عمر بن قدامہ نے "الشرح الکبیر [5] میں کہا" اگر

---

[1] فتوی رقم ۳۶ بتاریخ ۲/۳/۹۲ ۱۳ھ المجلد الثانی العدد الاول عام ۱۴۰۰ھ ص ۲۸۸ مجلة البحوث الاسلامیه السعودیه، [2] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۱/ ۱۳۸، [3] مختصر خلیل ص ۳۳، [4] الام ج ۱/ ۱۵۶ [5] ۱/ ۲۶۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقتدی نے اپنے امام سے پہلے تکبیر کہہ دی تو اس کی نماز نہیں ہو گی، اور اسے امام کی تکبیر کے بعد اپنی تکبیر دہرانی پڑیگی۔

دوسری حالت: "موافقت یا مقارنت"

اس کی حقیقت یہ ہے کہ نماز میں ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت امام اور مقتدی کی حرکت میں توافق ہو، جیسے دونوں کا رکوع اور دونوں کا سجدہ برابر ایک ساتھ ہو جیسے امام اور مقتدی تکبیر تحریمہ میں دونوں ساتھ ساتھ ہوں اور یہ بھی خطاء ہے۔ کیونکہ اس صورت میں جس طرح شریعت میں اقتداء کا حکم دیا گیا ہے وہ پوری نہیں ہوتی، نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

انما جعل الإمام ليؤتم به، فاذاكبر فكبروا، واذا سجد فاسجدوا، واذا رفع فارفعوا، واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا، اللهم ربنا ولك الحمد، واذا صلى قاعدا فصلوا قعودا أجمعون[1]

امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے تو جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو، اور جب وہ سجدے سے سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم کہو اللهم ربنا ولك الحمد اور جب وہ بیٹھ کر پڑھے تو تم بھی سب بیٹھ کر پڑھو۔

اور موافقت یا مقارنت قول یا فعل میں ہوتی ہے۔

---

[1] رواہ مسلم فی صحیحہ ج ۱/ ۳۰۸ ح رقم ۴۱۱ کتاب الصلوٰۃ باب ۱۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول میں موافقت اس طرح ہوتی ہے کہ جب مقتدی امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہے اور امام سے پہلے ہی تکبیر ختم کر دے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، اس پر تمام فقہا مذاہب اربعہ نے اتفاق کیا ہے۔

"الرحیبانی" نے "مطالب اولی النہی" میں کہا ہے[1]

نماز کے اقوال میں مقتدی امام کے ساتھ اس طرح اقتداء کریگا کہ وہ امام کے ساتھ تکبیر کہے، یا اس کے تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے تکبیر کہہ دے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی ایسا وہ خواہ قصداً کہے یا سہواً، کیونکہ اس میں یہ شرط ہے کہ مقتدی امام کے تکبیر کہنے کے بعد کہے۔ جب اس نے ایسا نہیں کیا۔

اور مقارنت یا موافقت فعل کے اندر ایسے ہے کہ وہ امام کے ساتھ ہی رکوع کرے یا اس کے ساتھ سجدہ کرے، تو علماء کے راجح قول کے مطابق ایسا کرنا مکروہ ہے۔

بیہقی نے اپنی سنن میں [2] حطان بن عبداللہ الرقاشی سے روایت کی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور ہمیں ہماری نماز سکھائی اور ہماری سنتیں بیان کیں اور فرمایا "جب تم نماز پڑھو تو اپنی صفیں سیدھی کرو اور تم میں سے کوئی تمہاری امامت کرائے تو جب امام تکبیر کہہ چکے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" کہے تب تم آمین کہو۔ اللہ تم

[1] ۱/ ۶۲۷۔ [2] السنن الکبریٰ ۲/ ۹۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے محبت کریگا، اور جب وہ اللہ اکبر کہے تب تم اللہ اکبر کہو اور رکوع کرو۔

ابن عبداللہ القرطبیؒ نے اس حدیث کو بیان کر کے کہا یہ حدیث بیان کرتی ہے کہ مقتدی کا عمل امام کے عمل کے پیچھے اس کے بعد ہوتا ہے، یعنی دونوں کے درمیان بہت جدائی نہ ہو کیونکہ آپ کے ارشاد، فکبروا میں فاء تعقیب اور استعجال کو واجب کرتا ہے، یعنی تکبیر کے فوراً بعد ہو، اور اثر اور نظر کے طریقے سے ثابت ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ میں فاذا کبر فکبروا میں ایسا ہونا چاہئے کہ امام کے تکبیر سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی کو اپنی تکبیر سے فارغ ہونا چاہئے۔ اور تکبیر کی شروعات امام کی شروعات کے بعد ہونی چاہئے، اور اگر دونوں ایک ساتھ ہو جائے تو قیاس کہتا ہے کہ رکوع اور سجدہ اور تمام اعمال بھی ایسے ہوں۔[1]

تیسری حالت: امام کی متابعت سے تاخیر کرنا[2]

اس کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی کسی عذر کی بنا پر امام کی متابعت سے ایک رکعت یا دو رکعت پیچھے رہ جائے یا اس سے زیادہ یا اس سے کم خواہ کسی عذر کی بنا پر ہو یا بغیر عذر کے۔ تو جب مقتدی پیچھے رہ جائے کسی عذر کی بنا پر اور اس سے ایک پوری رکعت آگے ہو جائے یا اس سے زیادہ تو مقتدی امام کی متابعت کریگا اور امام جتنا آگے ہو گیا ہے اتنا ادا کریگا۔ اور اس سے کم سبقت کی ہو تو اس کو کر کے امام کو پالے گا اور اس پر کچھ جرح نہیں،

---

[1] التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید ج ۶/ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ [2] المغنی ۲/ ۲۱۱۔ ۲۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عذر، جیسے اونگھ یا غفلت یا امام کی عجلت اور اگر بغیر کسی عذر کے مقتدی امام کی متابعت سے پیچھے ہو جائے مثلاً قصداً چھوڑ دے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، کیونکہ اس نے قصداً اپنے امام کی اقتداء ترک کر دی۔

چوتھی حالت: متابعت:

متابعت ہی وہ امر ہے جو مقتدی سے مطلوب ہے اور اسی متابعت ہی سے نماز میں مطلوبہ اقتداء اور نماز کی حقیقت حاصل ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ مقتدی امام کے پیچھے چلے اور اس کے ہر عمل کی ابتداء امام کی ابتداء کے ساتھ ہو، اور امام کی فراغت مقتدی کے ہر عمل سے پہلے ہو۔ اسی طرح مقتدی امام کے اقوال کی متابعت کرے اور اس کی ابتداء امام کی اول ابتداء سے بعد ہو، [1]

اور تحقیق: یہ ہے کہ مقتدی کے اقوال اور افعال امام کی فراغت کے بعد ہوں، اس کے فارغ ہونے سے پہلے نہیں، یعنی مقتدی کی ابتداء امام کے فارغ ہونے کے بعد ہو جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے تب تک ہم کھڑے رہتے تھے یہاں تک کہ ہم آپ کو دیکھ لیتے کہ آپ نے اپنی پیشانی زمین پر رکھ دی ہے تب ہم آپ کی اتباع میں سجدہ جاتے، [2]

---

[1] المجموع شرح المہذب ج۴/۲۳۲، اور المغنی ج۲/۱۶۱، [2] صحیح البخاری ج۱/۱۷۷، کتاب الاذان متی یسجد من خلف الامام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خطبہ دیا، تو آپ نے اس میں ہمارے لئے ہماری سنتیں بیان کیں اور ہماری نماز سکھائی اور آپ نے فرمایا: جب نماز پڑھو تو اپنی صفیں سیدھی کرو

اذا صليتم فاقيموا صفوفكم وليؤمكم احدكم فاذاكبر فكبروا فان الامام يركع قبلكم ويرفع قبلكم ،فقال رسول الله ﷺ فتلك بتلك [1]

اور تم میں سے کوئی ایک تمہاری امامت کرائے تو جب وہ اللہ اکبر کہہ چکے تب تم اللہ اکبر کہو کیونکہ امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے سر اٹھاتا ہے تب آپ نے فرمایا یہ اس کے بدلے ہے۔

اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

انما جعل الامام ليؤتم به فاذاكبر فكبروا واذا ركع فاركعوا، واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد واذا سجد فاسجدوا واذا صلى جالسا فصلوا جلوسا اجمعون، [2]

امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے تو جب وہ اللہ اکبر کہے تب تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ رکوع کرے تب تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تب تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تب تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب بیٹھ کر پڑھو۔

---

[1] رواہ مسلم ج ۱ ر ۳۰۴ کتاب الصلوٰۃ باب التشہد فی الصلوٰۃ [2] گذر چکا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو آپ کا ارشاد "فاذا رکع فارکعوا" اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ مقتدیوں کا رکوع نبی ﷺ کے رکوع کے بعد ہو کیونکہ اس کو "فاء تعقیب" سے بعد میں رکھا ہے جس کا مطلب ہے اس کے بعد جیسے تم کہو "جاء زید فعمرو" یعنی زید آیا اور اس کے بعد عمرو آیا تو یہ تمام دلائل وضاحت سے بیان کرتے ہیں کہ نماز میں مقتدی کی شروعات نماز کے تمام افعال میں یعنی سر اٹھانے رکھنے اور رکوع اور سجدہ سب امام کے ان سے فارغ ہو جانے کے بعد ہوں۔[1]

اور نبی ﷺ کے اصحاب کرام سے مروی ہے:

لقد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستوى قائما وانا لسجود بعد،	یعنی رسول اللہ ﷺ سیدھے کھڑے ہو جاتے اور ہم ابھی تک سجدے ہی میں رہتے

اور عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے امام سے سبقت کی تھی تو انھوں نے فرمایا "لا وحدك صليت ولا بامامك اقتديت" نہ تم تے نماز پڑھی اور نہ تم نے اپنے امام کی اقتداء کی تو جس نے خود اپنی نماز نہیں پڑھی اور نہ اپنے امام کی اقتداء کی تو اسکی نماز ہی نہیں ہوئی۔ اور عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے امام سے سبقت کی تھی تو آپ نے فرمایا کہ نہ تو تم نے خود نماز پڑھی نہ امام کے ساتھ پڑھی، پھر آپ نے اسکو مارا اور حکم دیا کہ اپنی نماز دہرائے۔[2] اگر عبداللہ بن

[1] المغنی لابن قدامہ ۲/۲۰۸ [2] صحیح مسلم بشرح النووی ۴/۱۱۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمرؓ کے نزدیک اسکی نماز ہو گئی ہوتی تو اسکو نماز دہرانے پر تاکید لازم نہیں کرتے، تو یہ تمام دلائل صراحت کے ساتھ ثابت کرتے ہیں کہ مقتدی اپنی نماز کے تمام افعال کی شروعات خواہ سر اٹھانا ہو یا سجدہ کرنا ہو یا رکوع ہو یا سجدہ ہو یہ سب امام کے ان سے فارغ ہو جانے کے بعد ہوں اور جو شخص آجکل مساجد میں لوگوں کی نمازوں پر غور سے نظر ڈالے تو انکو پائے گا کہ وہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم کی نماز کے مطابق نماز نہیں پڑھتے، سوائے ان کے جن پر اللہ اپنا رحم فرمائے تو جس وقت امام اللہ اکبر کہتا ہے اسی وقت یا اس سے پہلے وہ بھی اللہ اکبر کہہ دیتے ہیں، اور ایسے ہی رکوع میں سجدہ میں اور سجدہ سے سر اٹھائے لیکن سچی متابعت تو یہ بہت شاذ و نادر پائی جاتی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عوام کی اکثریت سنت سے جاہل ہے، اور نماز میں رسول اللہ ﷺ کی سنت آپ کے اقوال و افعال اور انھیں سنت کے مطابق ادا کرنے سے بہت دور ہیں۔

جماعت کی نماز میں ہلکی اور لمبی کرنے کا ضابطہ

شارع حکیم نے لوگوں کے حالات کی رعایت اور انکی آسانی کی خاطر نماز میں تخفیف کرنے کی تاکید کی ہے، چنانچہ ائمہ مساجد کو حکم دیا ہے کہ وہ نماز ہلکی پڑھائیں اور مقتدیوں کے حالات کی رعایت کرتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے قرأت لمبی نہ کریں۔ اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے اور اسکی طرف تاکید کی گئی ہے۔ اور تخفیف سے مراد یہ ہے کہ کمال کی ادنی حد تک کم کیا جائے۔ اور واجبات اور سنن ادا کی جائے اور سب سے کم میں اختصار نہ کیا جائے اور نہ سب سے زیادہ پر بڑھایا جائے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ طوالت کو مطلقاترک کر دیا جائے کیونکہ مقتدی لوگ اپنے مقررہ امام سے اسی کے عادی ہوتے ہیں تاکہ سنت پر عمل ہو، تو ایسی صورت میں لمبی کرنے میں کچھ حرج نہیں، اور اسی پر نبی ﷺ کی طوالت کو محمول کرتے ہیں جیسا کہ بعض احادیث میں مذکور ہے، اور صحابہ کرامؓ خیر میں اپنی شدید رغبت اور حرص کی وجہ سے اسکو طویل نہیں سمجھتے تھے۔

الغرض ایسی کمی جو مخل نہ ہو اور ایسی طوالت جو اکتادینے والی نہ ہو ان دونوں کے بارے میں دلائل موجود ہیں۔ اور ان سب حالات میں مقتدیوں کی رعایت کی جائے ان کی جگہ ان کے موسم گرمی اور سردی اور ایسے حالات جو نماز ہلکی کرنے کے مقتضی ہوں اور رغبت کے بغیر قرأت لمبی نہ کرنے کی مجبوری ہو، لیکن اگر اس تخفیف میں ایسی جلدی محسوس ہو جو نماز کیلئے خلل انداز ہو۔ جیسے نماز کی شکل وصورت میں فرق ہو جائے یا مقتدی بعض مسنون باتوں سے روکیں جیسے رکوع اور سجود میں تین بار تسبیح پڑھنے پر اعتراض ہو، وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ سب باتیں مکروہ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر نماز کی طوالت مقتدیوں پر گراں گذرتی ہو اور وہ کم کرنے کا مطالبہ کریں تو نماز ہلکی کر دی جائے، لیکن اگر طوالت سے انکو گرانی نہ معلوم ہو اور مقتدی تخفیف نہ چاہتے ہوں تو طویل مکروہ نہیں ہو گی۔

اور منفرد مصلی اکیلے جتنی چاہے لمبی کرے بشرطیکہ اس نماز کا وقت نہ گذرنے لگے، اور نماز میں طوالت نمازوں کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، چنانچہ عام طور پر فجر میں قرأت لمبی کی جاتی ہے اور ظہر، عصر اور عشاء میں متوسط طور پر ہوتی ہے اور عموماً مغرب میں تخفیف کی جاتی ہے، اور جیسا کہ دلائل موجود ہیں کہ کبھی کبھی انکے برخلاف بھی کرنا جائز ہے۔

اور تخفیف ایک زائد نسبتی چیز ہے جسکی لغت اور شریعت میں کوئی حد مقرر نہیں کیونکہ کچھ لوگ جسکو لمبی سمجھتے ہیں اسکو دوسرے لوگ ہلکی سمجھتے ہیں، اگر یہ لوگ اسکو لمبی کہتے ہیں تو کچھ اور لوگ اسے ہلکی کہتے ہیں، یہ ایسی چیز ہے جو لوگوں کی عادات اور عبادات کے اندازوں کے مطابق بدلتی ہے اور ان تمام حالات میں ائمہ کرام کا فرض ہے کہ وہ عام طور پر اس پر عمل کریں جیسا کہ نبی ﷺ عام طور پر کیا کرتے تھے، اور مصلحت کے مطابق کم اور زیادہ کریں جیسا کہ نبی ﷺ کم زیادہ کیا کرتے تھے، اور ان سب حالات میں سنت کی طرف رجوع کیا جائے مقتدیوں اور ائمہ کی رغبت کی طرف نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس بارے میں بعض دلائل کا بیان

ابوداؤد نے اپنی سنن میں اپنی سند سے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے اور انھوں نے حضرت جابرؓ سے سنا ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر لوٹ کر جاتے اور اپنی قوم کی امامت کرتے، تو ایک دن نبی ﷺ نے نماز بہت مؤخر کردی اور راوی نے دوسری بار کہا "عشاء کی نماز" تو حضرت معاذ نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے اور سورہ بقرہ پڑھنے لگے تو مصلیوں میں سے ایک شخص نے جماعت سے نکل کر اپنی نماز پڑھ لی، تو لوگوں نے اسکو کہا کہ تم نے نفاق کیا، تو اس آدمی نے کہا میں منافق نہیں ہوں۔ پھر وہ شخص نبی ﷺ کے پاس گیا اور کہا ہم محنت پیشہ لوگ ہیں اپنے ہاتھ سے کام کرتے ہیں اور حضرت معاذ آئے اور سورہ بقرہ شروع کردی، تب آپنے فرمایا، اے معاذ کیا تم فتنہ پیدا کروگے؟ تم یہ سورہ پڑھو تم یہ سورہ پڑھو، ابوالزبیر فرماتے ہیں آپنے فرمایا، سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھو واللیل اذا یغشی پڑھو، ہم نے عمرو سے اسکا ذکر کیا تو انھوں نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے یہ ذکر کیا ہے (۱)

اور فتان اسکو کہتے ہیں جو دین میں فتنہ پیدا کر کے لوگوں کو دین سے

---

۱ رواہ البخاری فی صحیحہ رقم ۷۰۰ اور ۷۰۱، اور ۷۰۵ اور ۷۱۱، اور (۶۱۰۶) ج ۲ / ۱۹۲۔۲۰۱ و رواہ مسلم (۴۶۵) وابوداؤد (۷۹۰) اور النسائی ج ۲ / ۹۷، ۹۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور کرے، اور ابن حجر نے فتح الباری میں کہا۔[1]

نماز میں طوالت لوگوں کے نماز سے بھاگنے اور جماعت میں شریک ہونے سے نفرت کا باعث ہے۔

اور بخاری میں ابوہریرہؓ کی مرفوع روایت ہے۔

اذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیھم السقیم والضعیف والکبیر واذا صلی لنفسه فلیطل ماشاء[2] وفی روایة **المریض وذالحاجة،**

جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسکو ہلکی پڑھانا چاہیے کیونکہ جماعت میں کچھ بیمار ہیں کچھ کمزور ہیں کچھ بڑی عمر کے ہیں اور جب اپنے لیے پڑھے تو جتنی لمبی چاہے پڑھے، اور دوسری روایت میں بیمار اور ضرورتمند کا لفظ آیا ہے۔

اور بخاری ہی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی، کہ یارسول اللہ بخدا میں فلاں کی وجہ سے صبح کی نماز میں تاخیر کرتا ہوں کیونکہ وہ ہمیں بہت لمبی نماز پڑھاتے ہیں، تو میں نے آنحضرت ﷺ کو اس دن سے زیادہ غضبناک حالت میں کبھی نہیں دیکھا، پھر آپ نے فرمایا۔

ان منکم منفرین، فایاکم، من صلی بالناس فلیتجوز فان فیھم الضعیف والکبیر وذالحاجة،[3]

تم میں سے کچھ لوگ نفرت دلانے والے ہیں اس سے بچو، جو شخص تم میں لوگوں کو نماز پڑھائے اسکو مختصر کرنا چاہئے کیونکہ ان میں کمزور اور بوڑھے اور ضرورت مند لوگ ہیں۔

---

[1] ج۱/۱۹۵ ح ۷۰۱ کتاب الصلاۃ باب ۶۰۔ [2] صحیح البخاری مع الفتح ۲/۱۹۹۔ [3] صحیح البخاری مع الفتح ۲/۱۹۷۔۱۹۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور چونکہ کمی یا زیادتی عام طور پر قیام میں ہوتی ہے امام کی قرأت میں سورتوں کے اعتبار سے اسی لیے امام بخاری نے پچھلی حدیث کا ترجمۃ الباب اسطرح رکھا، باب تخفیف الامام فی القیام واتمام [1] الرکوع والسجود" فتح الباری میں کہا۔

الکرمانی نے کہا، حدیث میں "واو" مع یعنی ساتھ کے معنی میں ہے گویا انھوں نے یوں کہا "باب التخفیف بحیث لا یفوته شئی من الواجبات" نماز ہلکی کرنے کا بیان اس طرح کہ کوئی واجب چیز نہ چھوٹے "وہ دراصل حدیث میں "فلیتجوز" یعنی مختصر کرے کی تفسیر ہے، کیونکہ نبی ﷺ اس تخفیف کا حکم نہیں دیتے جو نماز کے فاسد ہونے کا سبب بنے، ابن المنیر نے کہا اور ابن رشد وغیرہ نے بھی اسکی پیروی کی، امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں تخفیف کو 'قیام' کے ساتھ خاص کیا حالانکہ حدیث کا لفظ عام ہے، جیسا کہ آپکا ارشاد ہے "فلیتجوز" نماز مختصر کرے کیونکہ عام طور پر قیام ہی میں نماز لمبی کی جاتی ہے، قیام کے علاوہ دوسرے ارکان کا پورا کرنا کسی پر شاق نہیں گذرتا، غالباً امام بخاری نے حدیث کے عنوان کو حضرت معاذ کے قصے پر محمول کیا ہے، کیونکہ اس قصے میں تخفیف کا حکم قرأت کے ساتھ خاص ہے [2] اور صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے

---

[1] المراد الواو فی قولہ (واتمام) [2] فتح الباری ۲/ ۱۹۷-۱۹۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

انی لأدخل فی الصلوٰۃ وانا میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور اسے لمبی اريد اطالتها فاسمع بكاء کرنی چاہتا ہوں اور بچے کے رونے کی آواز الصبی فاخفف من شدة وجد سنتا ہوں تو نماز ہلکی کردیتا ہوں محض بچے امه به (۱) کی ماں کی شدید تکلیف کے احساس سے

اور مکحول الدمشقی سے مروی ہے، کہ ابوداوُدؒ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور بارش کا خیال نہیں کیا اور مسجد میں صرف پہلی صف میں ایک چھپر تھا جب انھوں نے سلام پھیرا تو لوگ بارش میں بھیگے ہوئے تھے، تو ابوداوُد نے کہا، کیا مسجد میں کوئی سمجھدار آدمی نہیں تھا جو کہتا کہ اے لمبی نماز پڑھانے والے، اپنی نماز ہلکی کرو لوگ بارش میں بھیگ رہے ہیں۔

امام بغوی فرماتے ہیں کہ یہ عام علماء کا قول ہے سب نے اسی کو پسند کیا ہے کہ کمزور مصلیوں پر مشقت کے ڈر سے امام نماز لمبی نہ کرے، اور نہ ہی ضرور تمندوں کو لمبی نماز پڑھائی جائے، ہاں اگر سب لوگ لمبی نماز کا مطالبہ کریں تو کچھ حرج نہیں (۲)

نماز میں نبی ﷺ کی قرأت کی مقدار

مسلم نے اپنی "صحیح" میں ابوسعید الخدریؓ سے روایت کی ہے کہ

---

۱ صحیح مسلم ج ۲/ ۴۲ ۳ ح رقم ۴۷۰ کتاب الصلوۃ باب ۳۷ ۔ ۲ شرح السنہ للبغوی ج ۳/ ۴۰۹ ح رقم ۸۴۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں ہر رکعت میں تیس آیت کے برابر قرأت کرتے تھے، اور آخری دو رکعتوں میں پندرہ آیتوں کے برابر یا راوی نے کہا اس کے نصف، اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ہر رکعت میں پندرہ آیت کے برابر اور آخری دو رکعتوں میں اس کے آدھا، (۱) اور مسلم میں حضرت انسؓ اور ابو سعید خدریؓ سے بھی یہ مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز کی تکبیر کہی جاتی تھی اور جانے والا بقیع جا کر اپنی ضرورت پوری کر کے آتا اور وضو کرتا تب تک رسول اللہ ﷺ اپنی پہلی رکعت ہی میں رہتے، اتنی لمبی رکعت کرتے تھے (۲) اور صحیح بخاری میں ابو قتادہ کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ ظہر کی پہلی رکعت میں نماز لمبی کرتے اور دوسری میں اس سے کم کرتے اور ایسا ہی صبح کی نماز میں بھی کرتے تھے اور بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ ایسا ظہر اور عصر اور فجر میں کرتے تھے (۳)

اور امام نوویؒ نے تخفیف اور طویل نماز کے درمیان اسطرح اکٹھا کیا ہے فرماتے ہیں علماء نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کی نماز لمبی اور مختصر ہونے کے بارے میں حالات کے اختلاف کے مطابق مختلف ہوتی تھی، جب مقتدی لمبی نماز کو ترجیح دیتے اور اسوقت آپکو اور انکو کوئی کام بھی نہ رہتا تو آپ لمبی پڑھاتے اور جب ایسا نہیں ہوتا تو ہلکی پڑھاتے اور کبھی لمبی

---

۱ صحیح مسلم شرح النووی ج ۴/ ۱۷۲ ۲ حوالہ مذکور ۳ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲/ ۱۹۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھانا چاہتے لیکن کسی ایسے سبب سے دوچار ہو جائے جو تخفیف کا باعث ہوں جیسے بچے کا رونا وغیرہ تو آپ ہلکی کر دیتے، اور اس میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ کبھی نماز شروع کرتے اور وقت کے درمیان ہی ہلکی کر دیتے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ بعض اوقات نماز طویل کرتے اور اکثر اوقات ہلکی کرتے، لمبی تو محض اسلئے پڑھتے تاکہ معلوم ہو کہ یہ جائز ہے اور ہلکی اس لیے کہ یہ افضل ہے۔

اور نبی ﷺ نے نماز ہلکی کرنیکا حکم فرمایا ہے آپ کا ارشاد ہے۔

ان منکم منفرین. ایکم صلی بالناس فلیخفف فان فیھم السقیم والضعیف وذالحاجه

جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس کو ہلکی پڑھانا چاہئے۔

اسلئے کہ جماعت میں کچھ بیمار کچھ کمزور ضرورتمند ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کبھی لمبی کرتے کبھی ہلکی کرتے تاکہ آپ یہ بتائیں کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ قرأت کی مقدار مشروط نہیں ہے بلکہ طویل بھی جائز ہے اور ہلکی بھی، البتہ مشروط صرف سورہ فاتحہ ہے اسی لیے اس پر ساری روایات متفق ہیں۔ اور اسکے علاوہ میں مختلف ہیں۔

الغرض سنت یہی ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے حکم فرمایا اس سبب کے مطابق جسے آپنے ذکر کیا ہے۔ اور آپنے کبھی نماز طویل پڑھائی کہ تاکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہو کہ اختصار کا سبب موجود نہیں ہے، اور جب بھی ہلکی کرنے کی علت نہیں ہوتی آپ نماز لمبی کر دیتے۔[1]

لاؤڈ اسپیکر اور ٹیلیویژن کے پیچھے نماز کا حکم

موجودہ دور کے نئے مسائل میں سے یہ ہے کہ بعض لوگوں کی ہمت مسجد میں آکر نماز پڑھنے سے کتراتی ہے اور جماعت کے اجر و ثواب اور اللہ کے نزدیک رفع درجات سے ان کی رغبت کم ہوتی ہے، تو وہ ریڈیو یا ٹیلیویژن کے سہارے کسی مسجد کے امام کی اقتداء کرتے ہوئے نماز پڑھ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی ہے، اور کچھ لوگ ایسا محض جہالت کی بنا پر کسی عذر اور بہانہ بنا کر کرتے ہیں یا سستی کاہلی اور اللہ کی نشانیوں میں سے کسی نشانی کو بے وقعت سمجھتے ہوئے یعنی مسجد جاکر نماز باجماعت پڑھنے سے، لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اس بارے میں لوگوں کو متنبہ کریں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ ریڈیو یا ٹیلیویژن پر ان کے پیچھے امام کی اقتداء کرتے ہوئے اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے، بلکہ اسے عبادت کے اندر ایک بدعت سمجھنا چاہئے۔ اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد،[2] جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی وہ رد کی جائے گی

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی ج ۴، ۱۷۴ [2] (رواہ البخاری ۲۶۹۷ و مسلم ۱۷۱۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس بارے میں "اللجنة الدائمه للبحوث العلميه والافتاء والدعوة والارشاد بالمملكة العربية السعودية" سے یہ فتویٰ صادر ہوا ہے جس کا مضمون یہ ہے۔

مردوں اور عورتوں کیلئے کمزور ہوں یا طاقتور یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اکیلے یا جماعت کے ساتھ خود کو امام کی جماعت کے ساتھ مربوط کر کے لاؤڈ اسپیکر کی آواز کے ساتھ نماز پڑھیں خواہ نماز فرض ہو یا نفل جمعہ کی نماز ہو یا دوسری خواہ انکا گھر امام کے پیچھے ہو یا آگے، کیونکہ صحت مند مردوں پر باجماعت کی ادائیگی مساجد میں فرض ہے البتہ عورتوں اور کمزوروں سے یہ وجوب کا حکم ساقط ہے۔[1]

کشتی اور جہاز میں نماز باجماعت کا حکم

کھڑے ہونے کی قدرت کے باوجود کشتی میں بیٹھے ہوئے نماز پڑھنے کے بارے میں علماء کے دو اقوال ہیں:

پہلا قول: پہلا قول یہ ہے کہ جب کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھنا صحیح نہیں اور یہ مسلک امام ابو حنیفہ کے شاگرد ابو یوسف اور محمد بن الحسن اور امام مالک اور شافعی اور احمد کا ہے۔

اور ان لوگوں نے عمران بن حصین کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے بواسیر کا مرض تھا تو میں نے نبی ﷺ سے

---

[1] فتویٰ رقم ۲۴۳۷ بتاریخ ۱۳۹۹/۵/۲۵ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر کھڑے نہیں ہو سکتے تو بیٹھ کر اور بیٹھ نہیں سکتے تو پہلو کے بل"[1]

اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا حکم دیا اگر کھڑے نہ ہو سکیں تو بیٹھ کر اور کشتی پر سوار نمازی جب کھڑا ہو سکتا ہے تو عذر کے بغیر اسے بیٹھنا جائز نہیں۔

دوسرا قول: جو شخص کھڑے ہونے کی قدرت رکھتا ہے اسے بیٹھ کر نماز پڑھنا صحیح ہے، یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔[2]

انہوں نے سوید بن غفلہ کی روایت سے استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ اور عمر رضی اللہ عنہما سے کشتی میں نماز کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا اگر کشتی چل رہی ہے تو بیٹھ کر پڑھو۔ اور اگر کھڑی ہے تو کھڑے ہو کر۔ اور الکاسانی نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ کشتی کے چلنے سے عموماً سر میں چکر آتا ہے اس لئے چلنے کی حالت میں بیٹھ کر پڑھے۔[3]

قول راجح: ان دونوں اقوال اور ان کے دلائل پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلا قول ہی راجح ہے۔ کیونکہ اس میں ایک صحیح حدیث سے استدلال کیا گیا ہے اور یہ بھی ہے کہ قیام نماز کا ایک رکن ہے تو یہ رکن اسی وقت ساقط ہو گا جب اس کی ادائیگی سے مصلی عاجز ہو جائے۔

اور ابو حنیفہ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے جو

---

[1] رواہ البخاری فی صحیحہ رقم ۱۱۱۷ ج ۲/ ۵۸۷ مع الفتح [2] بدائع الصنائع ج ۱/ ۱۰۹ [3] بدائع الصنائع ۱/ ۱۰۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استدلال کیا ہے تو اس میں اس کا احتمال ہے کہ وہ کسی عذر یا بغیر عذر کے ہو اور جب دلیل میں احتمال پیدا ہو جائے تو اس سے استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔ اور تعلیل کی طرف نظر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ وہ عمران بن حصین کی حدیث کے مخالف ہے جبکہ عمران کی حدیث صحیح ہے اور اس سے ابو حنیفہ کے دلائل کا جواب مل گیا اور پہلا قول راجح ثابت ہوا یعنی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے جب اسے کھڑے ہونے کی قدرت حاصل ہے۔ واللہ اعلم۔

پچھلی بحث کی بنیاد پر ثابت ہوا کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک کشتی میں نماز پڑھنی جائز ہے اور اس میں مصلی کھڑے ہو کر نماز پڑھیگا اگر کھڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹھ کر پڑھے۔

ثانیا: کشتی میں نماز باجماعت کا حکم

حنابلہ نے دلیل دی ہے کہ نمازی کشتی میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے اور اس پر صحابہ کے عمل کی دلیل پیش کی ہے۔ کہ جابر بن عبداللہ اور ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ سب کشتی میں تھے سب نے جماعت کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھی ان میں سے کسی ایک نے امامت کرائی، اور وہ ساحل پر بھی پڑھ سکتے تھے۔ [1]

---

[1] رواہ سعید بن منصور فی سننہ کذا فی المنتقی من اخبار المصطفی لمجد الدین ابی البرکات ابن تیمیہ تحقیق محمد حامد الفقی ج ۱/ ۶۶۲ ح رقم ۱۵۰۹ ص ۳۲۶ ح رقم ۸۴۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ان کیلئے ہے جو کشتی میں جماعت کے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھ سکتے ہوں لیکن اگر ان کے لئے کشتی میں جماعت کے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھنا ممکن نہ ہو اور اکیلے کھڑے ہو کر پڑھنا ممکن ہو تو کیا ایسی صورت میں سب لوگ الگ الگ بیٹھ کر پڑھیں گے یا ایک ساتھ ہو کر، امام اور مقتدی دونوں، امام احمد رحمہ اللہ کے مذہب میں اس کی دو روایتیں ہیں۔

پہلی روایت: ہر شخص الگ الگ پڑھیگا۔

دوسری روایت: جب امام بیٹھ کر پڑھیگا تو سب لوگ بیٹھ کر پڑھیں گے۔

پہلی روایت کی دلیل: قیام ضروری ہے کیونکہ اگر قدرت کے باوجود وہ بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کے لئے جائز نہ ہوگا، اور اگر جماعت پر قدرت کے باوجود اکیلے پڑھا تو جائز ہے۔

اور دوسری روایت کی دلیل: جب امام بیٹھ کر پڑھیگا تو اس کے پیچھے جتنے لوگ ہیں سب بیٹھ کر پڑھیں گے۔ تو مقتدی کیلئے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز قرار دیا۔[1]

جماعت کی نماز، گاڑی، ریل اور ہوائی جہاز میں پڑھنے کا حکم

یہ ممکن ہے کہ گاڑی میں سوار شخص گاڑی سے اتر کر فرض نماز زمین پر پڑھ لے لیکن اگر کسی وجہ سے اترنا مشکل ہو تو اس کے لئے جائز ہے

[1] بدائع الفوائد لابن قیم الجوزیہ ص ۱۴۴،۱۴۵ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ گاڑی کے اندر ہی جیسے بیٹھا ہوا ہے اسی طرح پڑھ لے جب اسے وقت نکل جانے کا ڈر ہو، اور ایسے ہی ریل میں بھی۔

لیکن ہوائی جہاز، تو صرف ہوائی اڈے ہی پر اتر سکتا ہے۔ تو ایسی صورت میں جب دور ہو اور وقت فوت ہو جانے کا ڈر ہو، تو وہ ہوائی جہاز ہی میں پڑھ لیگا۔ اور نماز کو اس کے اصل وقت سے مؤخر نہ کرے، اور یہ ایک ممکن بات ہے اس میں کوئی مشقت بھی نہیں ہے، اور ہم نے اسے تجربہ کر کے محسوس بھی کر لیا ہے والحمد للہ۔

لیکن کرسیوں کے درمیان اور دروازوں کے پاس چھوٹی ہوئی خالی جگہ تمام مسافرین کیلیئے کافی نہ ہو تو یہ ممکن ہے کہ جتنے لوگ ایک ساتھ جماعت بنا کر پڑھ سکتے ہوں اتنے جماعت کے ساتھ پڑھ لیں، اس کے بعد بقیہ لوگ جماعت بنا کر پڑھ لیں اور اسی طرح اس کے بعد کے لوگ، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے **فاتقوا الله ما استطعتم** [1] یعنی جتنی سکت ہو اتنا اللہ سے ڈرو۔

جماعت کے ساتھ عورتوں کی نماز کا حکم

عورتوں کا مساجد میں آنا اور مردوں کے ساتھ جماعت میں حاضر ہونا فرض نماز میں جماعت کے ساتھ عورتوں کا حاضر ہونا ضروری نہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ [2]

---

[1] سورہ تغابن آیت: ۱۶۔ [2] موسوعۃ الاجماع لسعدی ابی حبیب ج ۲/ ۶۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن عام طور پر عورتوں کا مساجد میں آنا مباح ہے۔ جیسا کہ سنت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں عورتیں مسجد میں نماز پڑھتی تھیں۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ:

لقد كان رسول الله ﷺ يصلي الفجر، فيشهد معه نساء من المؤمنات متلفعات بمروطهن ثم يرجعن الى بيوتهن مايعرفهن احد [۱]

رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز پڑھتے تھے اور آپ کے ساتھ مؤمنہ خواتین، جماعت میں حاضر ہوتی تھیں جو اپنی چادروں میں لپٹی رہتی تھیں پھر واپس اپنے گھروں میں چلی جاتی تھیں انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

نیز آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

لاتمنعوا نساء كم المساجد وبيوتهن خير لهن [۲]

اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے مت روکو اور ان کے گھر ان کیلئے بہتر ہیں۔

اور ابوداؤد سے ان کی سنن میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاتمنعوا اماء الله مساجد الله ولكن يخرجن وهن تفلات

اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے مت روکو لیکن وہ اپنے گھروں سے سودی سودہ بنکر نکلیں یعنی خوشبو لگا کر نہ نکلیں۔

---

[۱] رواہ البخاری ج۱/۹۸، [۲] سنن ابی داؤد ح رقم ۵۶۷ کتاب الصلاۃ ۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن عورت کیلئے عام طور پر افضل ہے کہ وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں۔ چنانچہ حاکم نے مستدرک میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خیر مساجد النساء قعر بیوتھن [۱] عورتوں کی بہترین مسجد ان کے گھر کے اندرونی حصے ہیں۔

اس مسئلے میں فقہا کی رایوں کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین نے کہا "نوجوان عورتوں کیلئے جماعت میں حاضر ہونا مطلقاً مکروہ ہے، کیونکہ اس میں فتنے کا ڈر ہے، البتہ اگر بوڑھی عورتیں فجر، مغرب اور عشاء میں آئیں تو کچھ حرج نہیں کیونکہ فاسق لوگ عام طور پر فجر اور عشاء میں سوئے رہتے ہیں اور مغرب کے وقت کھانے میں مشغول رہتے ہیں۔ [۲]

اور متأخرین حنفیہ کا مذہب ہے کہ عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے خواہ جمعہ اور عید کی جماعت ہو یا وعظ کی مطلقاً مکروہ ہے اور خواہ بوڑھی عورت ہو اور رات میں جانا چاہتی ہو، زمانے کے فساد اور فسق وفجور کے غلبہ کی وجہ سے۔ [۳]

اور ابن رشد مالکی نے کہا کہ میرے نزدیک اس مسئلے میں عورتوں کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) بوڑھی عورت، جس سے مردوں کی ضرورت ختم ہو چکی ہو تو

---

[۱] المستدرک علی الصحیحین ج۱/ ۲۰۹، [۲] فتح القدیر ۱/ ۳۵۲، [۳] الفقہ الاسلامی وادلتہ ووہبہ الزحیلی ج ۲/ ۱۵۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی عورت مردوں کی طرح ہے وہ مسجد اور وعظ و نصیحت کی مجالس میں جا سکتی ہے۔

(۲) متجالہ: گھومنے پھرنے والی عورت: جس کے اندر مردوں کیلئے جنسی کشش باقی نہ رہے لیکن پوری طرح مردوں کی ضرورت اس میں ختم بھی نہ ہوئی ہو، تو ایسی عورت فرائض نماز اور علمی اور وعظ و دروس کی مجالس میں جا سکتی ہے لیکن اپنی ضروریات کیلئے کثرت سے دوڑ بھاگ نہ کرے۔

۳۔ ادھیڑ عمر: ایسی جوان عورت جو بچے کی پیدائش اور اپنی جوانی کی کشش سے محروم ہو، ایسی عورت مسجد میں فرائض کی ادائیگی یا کسی رشتہ دار کی نماز جنازہ کیلئے جا سکتی ہے،

۴۔ بھرپور جوان عورت جو بچے پیدا کرنے کے قابل ہو تو اسے اختیار دیا گیا ہے کہ اگر وہ بالکلیہ مسجد میں نہ جائے تو بہتر ہے۔[1]

اور شافعیہ اور حنابلہ نے کہا ہے کہ خوبصورت اور پرکشش جوان ہو یا نہ ہو اسے مردوں کی جماعت میں نہیں آنا چاہئے کہ اس سے فتنے کا شبہ ہے، وہ اپنے گھر میں نماز پڑھے البتہ جو عورت خوبصورت نہ ہو اور گھر سے سادی شکل و صورت اور عطر لگائے بغیر اپنے شوہر کی اجازت سے نکلے تو مباح ہے پھر بھی اس کا گھر اس کے لئے بہتر ہے۔

---

[1] الشرح الصغیر للدردیر ۱/۴۴۶۔۴۴۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس مسئلے کی تحقیقی حیثیت: یہ ہے کہ عورت سادی، بغیر خوشبو، اور بغیر بناؤ سنگھار کیے ہوئے، سادے کپڑے پہن کر ایسی حالت میں کہ نہ وہ فتنے میں پڑ سکے نہ اس سے فتنے کا خوف ہو جب وہ مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے روکنا نہیں چاہیے، پھر بھی اس کا گھر اس کے لئے بہتر ہے۔[1]

ب: گھر میں صرف عورتوں کی جماعت جس میں کوئی عورت امامت کرے: عورتوں کی جماعت مسنون ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں، جو ان میں زیادہ پڑھی ہوئی ہو وہ ان کی امامت کرے، یہی صحیح مسلک ہے اور ہر وہ نماز جس میں مردوں کی جماعت مشروع ہے اس میں عورتوں کی جماعت بھی مشروع ہے۔ خواہ فرض ہو یا نفل،[2]

عورتوں کی جماعت کی صحت کیلئے ابن المنذر نے حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ اور حمنہ اور عطاء اور ثوری، اور اوزاعی اور احمد اور اسحاق، اور ابو ثور اور اس مسئلے میں صحابہ کرام میں سے کسی کی مخالفت معلوم نہیں ہو سکی۔[3]

اور عورتوں کی جماعت گھر میں افضل ہے مسجد میں مردوں کے ساتھ حاضر ہونے سے کیونکہ عورت کی تنہا نماز گھر کے اندر پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے زیادہ افضل ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی ممنوع شی کا

---

[1] فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ج ۲۹/۲۹۶، نیل الاوطار للشوکانی ج ۳/۱۵۰، [2] المجموع ج ۴/۹۶

[3] المحلی لابن حزم ج ۳/۱۷۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شائبہ نہ پایا جاتا ہو۔

اس لئے جب کسی مدرسے یا گھر، یا جامعہ یا داخلی مکان میں عورتوں کی جماعت موجود ہو تو ان کیلئے مستحب ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں جن کی امامت انہیں میں سے ایک عورت آگے بڑھ کر کرائے، یا ان کے بیچ میں کھڑی ہو جائے اور جہری نمازوں میں اپنی آواز اونچی کر کے پڑھیں البتہ جہاں تک ہو آواز دھیمی ہو تو بہتر ہے، اور خصوصاً اس وقت جب وہاں اجنبی مرد ہوں اور ان کی آواز سن رہے ہوں۔

وہ احادیث اور آثار بہت ہیں جو عورتوں کی جماعت کی مشروعیت پر دلالت کرتے ہیں جن کی امامت کوئی عورت کرے۔ مستدرک میں حاکم نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ام ورقہ انصاریہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے انکو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کرائیں اور عبد الرحمٰن بن خلاد ام ورقہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کہا کرتے تھے کہ ہمیں لے چلو ہم الشہیدہ کی زیارت کریں گے، اور انکو آپ نے اجازت دی تھی کہ ان کیلئے اذان کہی جائے، اور وہ اپنے گھر میں اپنے گھر والوں کیلئے فرض نماز کی امامت کریں، اور انھوں نے قرآن جمع کیا تھا۔[1]

اور آثار: حضرت عائشہؓ سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے عورتوں

---

[1] سنن ابی داؤد ج ۱/ ۱۶۱ ح رقم ۵۹۲ کتاب الصلاۃ باب امامۃ النساء، والحاکم فی مستدرک ج ۱/ ۲۰۳ و صحیح ابن خزیمہ ج ۳/ ۸۹ ح رقم ۱۶۷۶ ا ب ۱۶۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی امامت فرمائی اور بیچ میں کھڑی ہوئیں اور قرأت زور سے کہی۔ [۱]

اور حجیرہ بنت حصین کہتی ہیں کہ ام المومنین ام سلمہؓ نے مغرب کی نماز میں ہماری امامت فرمائی اور وہ ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔ [۲]

اور عبداللہ بن عمرؓ اپنی ایک لونڈی کو حکم دیتے تھے کہ وہ رمضان میں انکے گھر کی عورتوں کو نماز پڑھائیں۔ [۳]

تو یہ احادیث اور آثار اسکی شہادت دیتے ہیں کہ عورتوں کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنی مستحب ہے، اور یہی قول ابو حنیفہ، شافعی، احمد بن حنبل اور داؤد الظاہری اور انکے اصحاب رحمہم اللہ کا ہے، اور جو اس کے خلاف کہے اس کا قول مردود ہے اس کی صحت کی کوئی دلیل نہیں۔ وہ اس سنت صحیحہ محکمہ کا رد ہے جو عورتوں کی انفرادی نہیں بلکہ نماز باجماعت کے استحباب کی دلیل ہیں، اور اس مسئلے میں نبی ﷺ کا ارشاد عام ہے۔ اور یہی اس مسئلے میں کافی ہے۔

تفضل صلاة الجماعة على صلاة الفذ بسبع و عشرين درجة جماعت کی نماز انفرادی نماز پر ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے

لہذا عورتوں کی جماعت کی مشروعیت پر احادیث اور آثار دلالت کرتے ہیں لہذا ان کے بارے میں کچھ کہنے کی گنجائش نہیں۔ واللہ اعلم [۴]

---

[۱] المحلی لابن حزم الظاہری ج ۳/ ۱۷۱ [۲] المحلی ج ۳/ ۱۷۱ [۳] ایضاً ج ۳/ ۱۷۳، ایضاً ج ۳/ ۱۷۱، ۱۷۲

[۴] اعلام الموقعین عن رب العالمین ج ۳/ ۳۵۷۔ ۳۵۸ اور المحلی لابن حزم الظاہری ج ۳/ ۱۷۱۔ ۱۷۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت میں حاضر نہ ہونے کا عذر

کسی عذر عام کے بغیر جماعت میں حاضری نہ دینے کی اجازت نہیں ہے عذر عام یہ ہیں۔

شدید بارش رات میں ہو یا دن میں: اور اندھیری رات میں طوفانی ہوا، اور شدید سردی، اور شدید کیچڑ، اور دوپہر میں شدید گرمی، اور اسی طرح کے دوسرے عذر جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سردی اور ہوا کی رات میں نماز کی اذان کہی اور فرمایا، لوگو اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو، اور پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب ٹھنڈی بارش والی رات ہوتی تو مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ اعلان کرے۔ "الاصلوا فی رحالکم" لوگو اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔[۱]

ابن بطال نے کہا علمانے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ سخت بارش اور اندھیرے اور ہوا اور ان جیسے حالات میں جماعت سے پیچھے رہ جانا مباح ہے[۲] اور خاص قسم کے عذر مریض جیسے بیماری، اور بیماری سے مقصود وہ بیماری ہے جس کے سبب مسجد اور جماعت کی حاضری مشکل ہو۔

بخلاف ہلکی معمولی بیماری کے جیسے سر کا معمولی درد وغیرہ، یہ عذر نہیں ہے۔ اور اس جیسی بیماریوں کا علاج ہوتا رہتا ہے خواہ فوراً نہ ہو جیسے اللہ کا ارشاد ہے وماجعل علیکم فی الدین من حرج (الحج:۸)

[۱] طرح التثریب فی شرح التقریب الحافظ العراقی ج ۲/ ۳۱۷، [۲] حوالہ مذکور۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ نے تم پر دین میں تنگی نہیں رکھی ہے۔

اور جب رسول اللہ ﷺ بیمار پڑے تو چند دن تک لوگوں کو نماز پڑھانا چھوڑ دیا اور فرمایا "ابو بکرؓ سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"۔ [1]

لہٰذا مریض اور معذور یا سزا میں جسکے اعضاء کاٹے گئے ہوں یا صرف پاؤں کاٹے گئے ہوں، اور فالج زدہ اور بہت بوڑھا مرد بے بس وغیرہ لوگوں پر جماعت فرض نہیں ہے۔

ابراہیم نخعی نے کہا "لوگوں کو نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی سوائے اس کے جس کو کسی کا ڈر ہو یا بیمار ہو، [2]

علامہ ابن حزم نے فرمایا: اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ [3]

(۲) الخوف، ڈر، یعنی کوئی اپنی جان یا مال یا آبرو کے بارے میں ڈرتا ہو۔ [4] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لایکلف اللہ نفسا الا وسعها، (البقرہ ۲۸۶) اللہ کسی کو پابند نہیں کرتا مگر اسکی طاقت کے برابر۔

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

من سمع النداء فلم يجب فلاصلاة له الا من عذر، قالوا يا رسول الله وماالعذر قال خوف اومرض [5]

جس نے اذان سنی اور جواب نہیں دیا اس کی کوئی نماز نہیں سوائے کسی عذر کے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ عذر کیا ہے آپ نے فرمایا ڈر یا بیماری۔

---

[1] صحیح البخاری ج ۱/ ۷۶ اباب ۷۰ من کتاب الاذان، [2] الکتاب المصنف لابن ابی شیبہ ج ۱/ ۳۵۱، [3] المحلی لابن حزم الظاہری ج ۴/ ۲۸۵، [4] المغنی لابن قدامہ الحنبلی ج ۱/ ۴۵۱، [5] السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱/ ۱۸۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعند ابن ماجه في سننه بسند صحيح[1] اور سنن ابن ماجہ میں سند صحیح سے ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

من سمع النداء علم يأته فلاصلاة له الا من عذر، جس نے اذان سنی اور وہ مسجد میں نہیں آیا تو اس کی نماز نہیں سوائے عذر کے۔

ج۔ مدافعة الاخبثين أو أحدهما پیشاب یا پاخانہ یا دونوں میں سے کسی ایک کا روکنا، الاخبثان یعنی پیشاب یا پاخانہ، کیونکہ یہ دونوں نماز میں خشوع اور خضوع اور نماز کو پوری کرنے سے روکیں گے۔

اس حدیث کے مطابق جیسے مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے:

لاصلاة بحضرة الطعام ولاهو يدافعه الاخبثان، [2] کھانا حاضر ہو جانے کے بعد نماز نہیں ہے نہ اس وقت جب دو خبیث چیزیں روکی جا رہی ہوں

د۔ اور ترک جماعت کے خاص عذر میں کھانا کا موجود رہنا بھی ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں ہے۔

لاصلاة بحضرة الطعام کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنی جائز نہیں اور نافع عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

---

[1] سنن ابن ماجہ رقم ۷۹۳ [2] صحیح مسلم ج ۱/ ۳۹۳ ح رقم ۵۶۰ کتاب المساجد باب ۱۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اذا کان احدکم علی الطعام فلایعجل حتی یقضی حاجته منه، وان أقیمت الصلوٰة [1]
جب تم میں سے کوئی کھانے پر بیٹھ جائے تو جلدی نہ کرے جب تک کہ کھانا پوری طرح نہ کھالے خواہ نماز کی اقامت کہہ دی گئی ہو

ھ۔ **بدبودار چیز کا کھانا:** جماعت مولی یا پیاز یا لہسن کے کھانے سے ساقط ہو جاتی ہے یا اسے کچی بدبو کی حالت میں کھائی ہو جسے دور کرنا ممکن نہ ہو رہا ہو، اس لئے کہ ان کھانوں سے منہ کی بدبو مخاطب لوگوں کو تکلیف پہونچاتی ہے اور اس کو کھانے سے نفرت دلاتی ہے مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

من أکل ثوما او بصلا فلیعتزلنا او لیعتزل مسجدنا ولیقعد فی بیته [2]
جس نے لہسن یا پیاز کھائی ہو وہ ہم سے یا ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔

اسی طرح قصائی لوگ بھی ہیں جن سے بڑی گندی بدبودار ہوا نکلتی ہے اور اسی طرح ہر مکروہ ہوا سے کیونکہ اس کا سبب "اذیت" ہے اور جس کو برص یا کوڑھ ہو جس سے تکلیف پہونچتی ہے اس کو پیاز اور لہسن کھانے کی بدبو اور دوسری تکلیف دہ چیزوں پر قیاس کرتے ہوئے یہ حکم لگایا ہے۔ [3]

---

[1] السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳/ ۷۴ اور فتح الباری ج ۲/ ۱۶۱۔ [2] صحیح مسلم ج ۱/ ۳۹۴ رقم ۵۶۴ مسلسل ۷۴ کتاب المساجد ۱۷ [3] حاشیہ الروض المربع لابن قاسم ۲/ ۳۵۶ ھاش ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و۔ **تطویل الامام الصلوٰۃ**: ترک جماعت کا ایک عذر یہ بھی ہے کہ امام نماز اتنی لمبی پڑھائے کہ اس کے پیچھے والوں کو تکلیف ہو، جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا، یارسول اللہ میں فلاں شخص کی وجہ سے صبح کی نماز سے پیچھے رہ جاتا ہوں کیونکہ وہ ہمیں بڑی لمبی نماز پڑھاتا ہے، عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی وعظ و نصیحت کی مجلس میں آپ کو اتنا غصہ ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا پھر آپ نے فرمایا:

ان منکم منفرین، فایاکم من صلی بالناس فلیخفف الحدیث[1]

تم میں کچھ لوگ نفرت دلانے والے ہیں اس سے بچو جو لوگوں کو نماز پڑھائے اسے نماز ہلکی کرنی چاہیے۔

ز۔ **غلبۃ النوم نیند کا غلبہ**: ترک جماعت کا ایک سبب نیند میں زیادتی یا غلبہ کا ہونا بھی ہے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے نیند میں زیادتی نہیں زیادتی تو بیداری میں ہے، اس لئے جب کوئی شخص کسی نماز سے غافل ہو جائے تو اسے جب یاد آئے اسے پڑھ لے کل تک بھی وقت ہے.......... الحدیث[2]

ح۔ امام جب ننگا ہو اس کے جسم پر کپڑا نہ ہو،[3]

ط۔ جب آدمی سفر میں ہو اور ساتھیوں کے چھوٹ جانے کا ڈر ہو۔[4]

---

[1] اخرجہ البخاری و مسلم۔ وتقدم قریباً [2] رواہ مسلم ۶۸۱، وابوداوٗد ۴۳۷۔ [3] روضۃ الطالبین ج۱/۳۴۵،۳۴۶۔ [4] المغنی ج۲/ ۴۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ی۔ میت کے کاموں میں مشغول ہو اور تجہیز و تکفین میں لگا ہو۔

ک۔ نماز میں خشوع سے روکنے والا غم۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”آدمی کی سمجھ بوجھ کی دلیل ہے کہ وہ اپنی ضرورت کو مقدم رکھے، تاکہ جب وہ نماز میں ہو تو اس کا دل مطمئن رہے [۱] اور کسی چیز کو چاہنا اور وہ موجود نہ ہو اور کسی گمشدہ کو ڈھونڈھنا جس کی امید ہو، اور کسی غصب کی ہوئی چیز کو واپس لانا، اور بے انتہا موٹا ہونا، اور راستے یا مسجد میں کسی ایسے آدمی کے ہونے پر یقین جو اس کو تکلیف پہونچا سکتا ہو اور اس کے لئے فتنے کا ہو جانا یا اس کے سبب سے کوئی فتنے کا ہونا، [۲]

امام سیوطی نے الأشباہ والنظائر میں کہا ہے [۳]

ترک جماعت کے اسباب اور عذرات تقریباً چالیس ہیں،

وہ عذر جن کے سبب جماعت کا چھوڑنا مباح ہے۔

جسے علامہ ابن القیم الجوزیہؒ نے ”زاد المعاد“ میں ذکر کیا ہے انہوں نے فرمایا: مسلمانوں کا کسی آدمی کو چھوڑ دینا اس کے لئے عذر ہے کہ وہ جماعت سے پیچھے رہ جائے، یعنی لوگوں کا اسے چھوڑ دینا حق ہو، جیسے ہلال بن امیۃ اور مرارہ بن الربیع دونوں اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور گھر ہی میں اپنی نمازیں پڑھتے رہے اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ [۴]

---

[۱] حاشیہ الروض المربع ۲/۲۵۷۔ [۲] حاشیہ الروض المربع ۲/۲٦۱۔ [۳] الاشباہ والنظائر ص ۴۳۹، [۴] زاد المعاد ج ۲/۲۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام نووی الروضہ میں جمعہ اور جماعت میں عدم حاضری کے آعذار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تمام کی صحت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مصلی اس کے ارکان اور افعال کو سمجھتا ہو اور یاد رکھتا ہو۔

لیکن یہ تمام عذر اس کے مقصود سے روکتے ہیں، جب یہ عذر دور ہو جائیں تو وہ نماز پورے خشوع کے ساتھ ادا کریگا۔ اور جماعت چھوٹ جانے کے بعد خشوع و خضوع سے نماز ادا کرے یہ بہتر ہے کہ جماعت کے ساتھ بلا خشوع و خضوع کے پڑھے۔[1]

ان عذروں کے ہوتے ہوئے کراہیت اور گناہ ختم ہو جاتا ہے ساتھ ہی جماعت کے ثواب کی فضیلت بھی حاصل ہوتی ہے

علماء نے جماعت چھوڑنے کیلئے ان جائز عذروں کے بارے میں اختلاف کیا ہے، کہ کیا یہ کہہ کر گناہ ساقط ہو جاتا ہے کہ یہ فرض ہے یا کراہیت دور ہو جاتی ہے کہ یہ سنت ہے، اس کے بغیر کہ یہ فضیلت حاصل کرنے والے ہیں۔ یا کراہیت اور گناہ ختم ہو جاتی جب فضیلت حاصل ہو جائے۔

پہلا قول: یہ عذر جماعت کی فضیلت حاصل کئے بغیر گناہ کو ساقط کر دیتے ہیں، امام نووی نے اس کو یقین کے ساتھ کہا ہے۔[2]

دوسرا قول: یہ عذر، جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کے بعد

---

[1] روضۃ الطالبین ۱/۳۴۶۔ [2] المجموع ج ۴/ ۱۰۰،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گناہ کو ساقط کرتے ہیں اور یہی قول صحیح [۱] ہے اس لئے جب کوئی شخص کسی مباح عذر کی بنا پر جماعت چھوڑے تو اسے جماعت کا ثواب ملے گا۔

اور اس کی بہت سی دلیلیں ہیں۔

ابو موسیٰ کی مرفوع حدیث:

اذا مرض العبد اوسافر كتب له مثل ماكان يعمل مقيما صحيحا [۲]

جب آدمی بیمار پڑے یا سفر میں جائے تو اس کو وہی ثواب لکھا جائے گا جتنا صحت اور قیام کی حالت میں ملتا ہے۔

اور عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیث:

ان العبد اذا كان على طريقة حسنة من العبادة ثم مرض، قيل للملك المؤكل به، ان اكتب له مثل عمله اذا كان طليقا حتى اطلقه اواكفته الى [۳]

جب بندہ عبادت کے کسی اچھے راستے پر چلتا ہے پھر بیمار پڑتا ہے تو فرشتوں سے کہا جاتا ہے کہ تم اس کے لئے اس کے عمل کی طرح ثواب لکھو اگر وہ خوش ہو تو اسے آزاد کردو یا اسے میرے پاس دیدو۔

اور عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ اسے نبی ﷺ تک پہونچا کر کہتے ہیں، کہ آپ نے فرمایا:

اذا مرض العبد قال الله للكرام الكاتبين، اكتبوا

جب آدمی بیمار پڑتا ہے تو اللہ کرام الکاتبین سے فرماتا ہے میرے بندے کیلئے اتنا ہی ثواب لکھو جتنا وہ بیماری سے پہلے کرتا تھا

[۱] فتح الباری بشرح صحیح البخاری ج۶/۱۳۶، ۱۳۷۔ [۲] صحیح البخاری ج۴/۱۶ باب ۱۳۴ من ابواب الجهاد، [۳] مسند الامام احمد ج۲/۲۰۳،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لعبدی مثل الذی کان یعمل یہاں تک کہ میں یا تو اسے وفات دیدوں گا یا
حتی أقبضه أو أعافیه [1] اسے عافیت دیدوں گا۔

میں کہتا ہوں، نماز کی جماعت سے پیچھے رہ جانے کیلئے کوئی عذر مقبول نہیں سوائے اس شخص کیلئے جس کو مذکورہ بالا عذروں سے کوئی عذر لاحق ہو تو جب ایک صحت مند صاحب عافیت آدمی اذان سنے تو کیا کہے؟ اور جب وہ کسی عذر کے بغیر اس نماز کی جماعت سے پیچھے رہ جائے تو اللہ کے سامنے کیا عذر پیش کریگا۔ اور یہ جماعت چھوڑنے والے لوگ یہ یاد نہیں کرتے کہ جماعت چھوڑنا نفاق کی علامت ہے اور نفاق کی ایک صفت ہے، یا وہ چاہتا ہی نہیں جو وہ نمازی چاہتے ہیں جو اپنی نمازوں کو پانچوں وقت جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی پابندی کرتے ہیں اور بعض ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو اٹھا کر مسجد تک لائے جاتے ہیں یا لاٹھی کے سہارے مسجد تک آتے ہیں، یا انہیں درد و تکلیف رہتی ہے لیکن وہ صبر کرتے ہیں اور ثواب کی نیت سے اس پر جمے رہتے ہیں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو راہ راست پر چلادے اور فرمانبرداروں کو اطاعت پر ثابت قدم رکھے آمین۔

---

[1] رواہ ابن ابی شیبۃ صحیحا مرسلا ج ۲ / ۲۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت کی نماز میں بدعتوں اور غلطیوں اور منکر باتوں کا بیان

ہماری امت اسلامیہ داغدار ہوئی ایک دوسرے کی تقلید اور رسم ورواج اور عادات پر عمل کرنے کی وجہ سے اور یہ دائرہ عقیدے اور حلال وحرام تک بڑھا، اور امت اسلامیہ کے تمام فیصلوں اور اس کے انجام تک پھیلا، تمام پرانی عادات وتقالید اور غلطیاں اور برائیاں اس امت کے اکثر افراد میں امت کی پاکیزگی کے ساتھ محفوظ ہیں یہاں تک کہ معاملہ ان پر خلط ملط ہو گیا، اور لوگ حیرت میں پڑے ہوئے عادت اور عبادت اور مشروع اور ممنوع میں فرق نہیں کرپاتے اور اکثر مسلمانوں کی جہالت نے ان کو احکام عبادات میں بھی خلط ملط کر ڈالا اور خصوصاً بدنی عبادات میں جن میں اہم ترین عبادت پانچوں وقت کی نمازیں ہیں۔

اور جب عبادت اور عبودیت کی شکل وصورت پر ''توقیف'' غالب ہے یعنی یہ ساری عبادات وحی اور تعلیم کی بنیاد پر ہیں، تو نماز جیسی عبادت سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اسے غیر مشروع کاموں کی زیادتی سے محفوظ رکھا جائے، یا اس کے ارکان اور واجبات کو ان سے خالی رکھا جائے میں یہاں بطور تنبیہ اور اصلاح ان بعض غلطیوں اور منکر باتوں کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کروں گا جو ائمہ کرام سے واقع ہوتی ہیں، اور اسی طرح نماز باجماعت میں مقتدیوں سے بھی سرزد ہوتی ہیں۔ تا کہ وہ ان پر خبردار رہیں اور ان سے بچیں ان میں سے ”تکبیر تحریمہ سے پہلے بلند آواز سے نیت کرنا۔ جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں نے چار رکعات نماز کی نیت کی اپنا رخ قبلہ کی طرف کرتے ہوئے امام کی حیثیت سے یا مقتدی کی حیثیت سے اداء نماز کیلئے یا قضاء جو اللہ کیلئے میرے اوپر فرض ہے، الخ

ایسا کہنا بڑی مذموم بدعت ہے اور بہت بھاری غفلت، کیونکہ نیت کا معنی ہے کسی کام کے کرنے کا عزم اور ارادہ اور نیت کا محل دل ہے اسکا زبان سے کچھ تعلق نہیں اسی لئے اس کا لفظوں میں کہنا کہیں منقول نہیں بلکہ یہ تو شیطان کی طرف سے ایک وسوسہ ہے جو وسوسہ کرنے والوں پر وہ ڈالتا ہے، اور یہ یا تو شریعت سے نادانی ہے یا عقل کا فتور اور یہ دونوں باتیں بڑے ہی نقص اور عیب کی ہیں۔[۱]

اور بعض مقتدیوں کا یہ قول بھی اس بدعت میں شامل ہے کہ جب امام مقتدیوں سے کہتا ہے ”استووا“ سیدھے ہو جاؤ تو کچھ مقتدی کہتے ”استوینا“ ہم سیدھے ہو گئے۔

اور انہیں بدعات میں سے جب امام کسی سورہ کی قرأت سے فارغ ہوتا ہے تو کچھ مقتدی اس کے جواب میں کہتے ہیں ”صدق اللہ العظیم“

---

[۱] النیۃ واثرہا فی الاحکام الشرعیہ ج ۱/ ۴۵۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہ تو نماز میں ایسی چیز کا داخل کرنا ہے جو نماز میں شامل نہیں۔ بلکہ اس کا قرأت کے بعد نماز کے باہر کہنا بھی بدعت ہے تو نماز کے اندر کیوں نہیں ہوگی۔

انہیں بدعات میں جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو نفل پڑھنا ہے حالانکہ تکبیر کے بعد نفل پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر آدمی تکبیر سے پہلے نماز پڑھ رہا ہو تو تکبیر سنکر نماز ہلکی کر کے جلد ختم کر لے، کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔

اذا أقيمت الصلوٰة فلاصلاة الاالمكتوبه [۱] جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو اس فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔

ابن عبدالبرؒ نے کہا، تنازع کے وقت حجت سنت ہے، جس نے سنت کی اتباع کی وہ کامیاب ہو گیا، اور نماز کی تکبیر ہو جانے کے بعد نفل پڑھنی چھوڑ دینا اور اسے فرض کے بعد پڑھنا سنت کی اتباع کے قریب ہے۔ اور میں نے اس مسئلے کو پچھلے موضوع میں تفصیل سے بیان کر دیا [۲]

اور انہیں بدعات میں سے مقررہ امام سے پہلے تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہوتا ہے۔ جس کا بیان پہلے ہوا ہے۔ [۳]

اور انہیں بدعات میں سے یہ ہے کہ جب امام "اياك نعبد واياك نستعين" کہے تو کچھ لوگوں کا کہنا "استعنا" یعنی ہم نے مدد مانگی اور

---

[۱] رواہ مسلم فی صحیحہ، [۲] ص ۱۵۳۔۱۵۸، [۳] ص ۱۴۷۔۱۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں بدعات میں سے یہ بھی ہے کہ جب امام "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو مقتدی کہیں "ولک الحمد والشکر" یہاں شکر کا لفظ بڑھانا بدعت ہے، افضل یہ ہے کہ آدمی صرف "ربنالک الحمد" کہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

اور انہیں بدعات میں سے نماز سے فارغ ہونے کے بعد کچھ مصلیوں کا ایک یا دو بار سجدہ کرنا ہے۔

امام ابو شامہ نے اپنی کتاب "الباعث" میں بدعۃ الرغائب کے بارے میں لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں۔

"پانچویں وجہ" نماز کے بعد کئے جانے والے یہ دو سجدے ہیں جو مکروہ ہیں کیونکہ ان سجدوں کے کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور شریعت میں تقرب الی اللہ کیلئے سجدوں کا کرنا صرف نمازوں میں مقرر کیا ہے یا کسی خاص وجہ سے جیسے سجدۂ سہو یا سجدۂ قرأت فقط۔

اور الامام المتولی صاحب التتمہ نے کہا ہے کچھ لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدے کرتے ہیں جس میں وہ دعا مانگتے ہیں اور شریعت میں ان سجدوں کی کوئی بنیاد نہیں نہ یہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں نہ صحابہ کرام سے۔

مسجد میں اپنی جگہ بنانا۔ بعض مصلی جو جماعت کی پابندی کرتے ہیں وہ اپنے لئے مسجد میں کوئی خاص جگہ یا خاص گوشہ مخصوص کرنا چاہتے ہیں خواہ امام کے پیچھے، یا منبر کے ایک جانب یا منبر کے سامنے یا مسجد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی دیوار کے کنارے داہنی یا بائیں جانب، انہیں اس مخصوص جگہ میں نماز پڑھنے میں لذت ملتی ہے اور وہیں اور تکبیر بھی وہیں پر۔

مسجد میں اپنی جگہ مخصوص کرنا: اور کچھ لوگ مسجد الحرام اور مسجد نبوی اور دوسری مساجد میں ایک نماز سے دوسری نماز تک یا نماز سے کچھ دیر پہلے تک کیلئے اپنی جگہ ریزرو رکھتے ہیں اور اسے اپنی جگہ کی حیثیت سے علامت بنالیتے ہیں۔

مؤذنوں کا امام کے پیچھے اپنی جگہ خاص رکھنا: اکثر اسلامی ملکوں میں مؤذنین اپنا الگ مصلی امام کے بالکل پیچھے ممتاز طریقے سے رکھتے ہیں جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ یہ جگہ مؤذن کیلئے خاص ہے لیکن مذکورہ بالا یہ تمام باتیں سلف صالح رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں نہیں پائی جاتی تھیں وہ ان باتوں کو جانتے بھی نہیں تھے اور اس بارے میں کوئی علمی دلائل بھی نہیں ہیں، اور نہ ہی نبی ﷺ کے زمانے میں اس پر عمل کیا گیا اور نہ یہ خلفاء راشدین مہدیین کی سنت سے ثابت ہے۔

اور جو ایسا کرتے ہیں وہ لوگ اس بارے میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ پہلی صف کے اجر وثواب حاصل کرنے کے شوق میں ایسا کیا جاتا ہے۔

ہم ایسے لوگوں سے کہتے ہیں کہ پہلی صف میں بیٹھنے کیلئے ضروری ہے کہ اس جگہ پابندی سے بیٹھا جائے اور وہاں بیٹھ کر دوسری نماز کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتظار کیا جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب آدمی اس جگہ پر بیٹھا رہے اور وہاں بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کرتا رہے، ایسا نہیں کہ اپنی مخصوص جگہ پر کوئی کتاب رکھ دے یا اپنی عباء یا کوئی کپڑا رکھ کر جگہ محفوظ کردے اور پھر گھنٹوں غائب رہے اور صرف نماز کے وقت لوگوں کی گردنیں پھاندتے ہوئے آکر اپنی ریزرو جگہ پر بیٹھ جائے۔

امام ابن تیمیہؒ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنی خاص جگہ پر اپنا مصلی یا کوئی دوسری چیز رکھ کر جگہ محفوظ کرے کیا اسکا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

تو حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ کسی شخص کیلئے یہ جائز نہیں کہ مسجد کے کسی حصے کو کسی چیز سے اپنے لئے اپنے وہاں آنے سے پہلے مخصوص کرلے، نہ مصلی سے نہ چادر سے نہ کسی اور چیز سے اور نہ ہی دوسرے کسی آدمی کیلئے یہ جائز ہے کہ کسی کی رکھی ہوئی چیز پر خود آکر نماز پڑھے، جب تک کہ اسکو وہاں سے ہٹا نہ دے، یہی علماء کا صحیح قول ہے۔ واللہ واعلم۔[1]

تنبیہ: البتہ اگر کوئی جگہ کسی خاص آدمی کیلئے مخصوص کی گئی ہے تو وہ اس جگہ کا مستحق ہے خواہ وہ دیر میں آکر وہاں بیٹھے، جیسے امام مسجد کی مخصوص جگہ، جہاں وہ درس دیتا ہو، یا فتویٰ یا کسی مریض کیلئے اس کی سہولت کی خاطر کوئی جگہ مقرر کردی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

---

[1] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مسجد کی منکرات اور خطاؤں میں سے یہ ہے کہ جب امام رکوع میں ہو اور کوئی شخص رکعت پانے کے شوق میں امام کو اشارہ کرے کہ ذرا تاخیر کرو مثلاً کہے، ان اللہ مع الصابرین، یا کھانسے یا دوڑتا ہوا جاکر جماعت میں شریک ہو جائے۔

ان خطاؤں اور منکرات کا بیان جو بعض ملکوں میں پیدا ہوگئی ہیں

(۱) سلام پھیرنے کے بعد تمام مصلیوں کا ایک ساتھ "استغفر اللہ" کہنا

(۲) اور استغفار کے بعد سب کامل کر ایک آواز میں، یا ارحم الراحمین" کہنا یہ صریح بدعت، گمراہی اور دین سے جہالت ہے۔

۳۔ سلام کے بعد مصافحہ کرنا: اسی طرح سلام کے بعد مصلیوں کا داہنے بائیں والوں سے مصافحہ کرنا یہ بدعت اور منکر بات[۱] ہے کیونکہ کسی حدیث سے ایسا کرنا ثابت نہیں اور نہ ہی سلف صالح میں سے کسی سے اسکا کوئی ثبوت ہے، اور یہ سلام کی شروعات بھی نہیں ہے اس کے لئے علاوہ اس میں مشروع ذکر سے توجہ ہٹانا بھی ہے۔

۴۔ اقامت کے بعد دعا کرنا: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تکبیر تحریمہ سے پہلے، لوگوں کا یہ کہنا "اللهم اجعلنى مقيم الصلوٰة ومن ذريتى" یہ بدعت اور منکر بات ہے۔

اور کچھ وسوسہ کرنے والوں کا تکبیر تحریمہ سے پہلے سورہ "الناس"

---

[۱] فقہ الصلاۃ ابن تیمیۃ ۵۶۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنا، تاکہ اس سے نماز میں وسوسہ دور ہو جائے، یہ بدعت اور غیر ثابت عمل ہے، خواہ یہ دعا انفرادی طور پر پڑھی جائے یا اجتماعی طور پر، اور نبی ﷺ تکبیر اور الحمد للہ رب العالمین قرأت پڑھنے سے نماز شروع کرتے تھے۔ [1]

اور نبی ﷺ نے اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا تھا:

اذا قمت الی الصلوٰۃ فکبر (رواہ مسلم) جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ تو پہلے اللہ اکبر کہو، تو اس مشروع حکم کے علاوہ کچھ اور کہنا مردود عمل ہے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

"من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد" [2]

جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہماری شریعت نہیں ہے تو وہ عمل مردود ہے۔ (رواہ مسلم)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا، کیا نماز سے پہلے کچھ کہا جائے، تو آپ نے فرمایا، نہیں، اور نہ ہی نبی ﷺ اور نہ کسی صحابی سے اس بارے میں کچھ ثابت ہے۔

اجتماعی طور پر امام کے مصلی پر بیٹھتے ہوئے دعا کرنا کہ جب تک امام دعا نہ کرے مصلی اپنی جگہ سے کھڑے نہ ہو اور جب امام دعا کرے تو مصلی اس پر بلند آواز سے آمین کہیں، یہ بدعت اکثر مسلمان ملکوں میں

---

[1] (رواہ مسلم ۴۹۸)۔ [2] سبق تخریجہ هذا الکتاب (۱۱۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھیل گئی ہے یہاں تک کہ اب یہ نماز کا ایک مخصوص عمل بن گیا ہے، کہ اگر کوئی اس کو نہ کرے تو لوگ اس پر سخت اعتراض کرتے ہیں اور اس کو بہت برا مانتے ہیں، واللہ المستعان اور حقیقت یہ ہے کہ اقامت کے بعد اور تکبیر تحریمہ سے پہلے اور اسی طرح نماز ختم ہونے اور سلام پھیرنے کے بعد اجتماعی طور پر سب کا مل جل کر دعا مانگنا وہ بدعت ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل بنیاد نہیں اور وہ اس مخصوص شکل میں ان دعاؤں میں شامل نہیں جو احادیث سے ثابت ہیں اور نبی ﷺ کے عہد مبارک میں ایسی شکل میں کسی نے دعا نہیں مانگی، نہ ہی صحابہ کرام اور سلف صالح سے اسکا کوئی ثبوت ملتا ہے، اور نہ ہی ائمہ اسلام نے اپنی کتابوں میں اس کو کہیں لکھا ہے۔ ہاں بنیادی طور پر دعا ایک مشروع چیز ہے، لیکن اس کا ہر نماز کے بعد سب کا مل کر اس طرح دعا مانگنا کہ امام دعا پڑھے اور سب مقتدی اس پر بلند آواز سے آمین کہیں، یہ ایک کھلی بدعت ہے۔

بلاشبہ فرض یا نوافل کے بعد نبی ﷺ اکثر اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے جو عرف عام میں دعا نہیں مانی جاتی تھی اور نبی ﷺ کے ان اذکار کا جماعت کے مصلیوں سے کچھ واسطہ نہیں ہوتا تھا یہ اور بات ہے کہ دیگر مصلیان بھی انہیں دعاؤں اور اذکار کو اپنے طور پر الگ الگ پڑھا کرتے تھے، جس میں نہ امام سے کچھ تعلق ہوتا نہ کوئی اس پر آمین کہتا۔ یہ سب ہر مصلی کا انفرادی عمل ہوتا تھا۔[1]

[1] کشف القناع عن مسئلہ الدعاء بعد المکتوبہ بہیئۃ الاجتماع ص ۱۴۔۲۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ نماز کے بعد نبی ﷺ کا معمول: حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو تین مرتبہ استغفر اللہ کہتے اور پھر فرماتے:

اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یاذالجلال والاکرام [۱]
اے اللہ تو سلام ہے تجھ ہی سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے۔ اے جلال اور بزرگی والے۔

۲۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے معاذ، قسم ہے اللہ کی میں تم سے محبت کرتا ہوں اس لئے تم ہر نماز کے بعد ان کلمات کو کہنا نہ چھوڑنا۔ اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك [۲]

لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر، لاحول ولاقوۃ الاباللہ ولانعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن، لاالہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون [۳]
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے نہیں کوئی زور نہ قوۃ مگر صرف اللہ کے پاس اور ہم صرف اسی کی بندگی کرتے ہیں اسی کے لئے نعمت ہے اور اسی کے لئے فضل اور اسی کے لئے اچھی تعریف اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں خالص کرتے ہوئے اسی کئے لئے دین کو اگرچہ کافر برا مانیں

---

[۱] رواہ مسلم فی صحیحہ ۵/۸۹ ح رقم ۵۹۱ کتاب المساجد باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ۔
[۲] سنن ابی داود ج ۲/ ۱۸۲ ح رقم ۱۵۲۲، [۳] صحیح مسلم ج ۱/ ح/ رقم ۵۹۴ کتاب المساجد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اور مسلم ہی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں قال:

من سبح الله فی دبر كل صلاة ثلاثاوثلثين وكبر الله ثلاثاً وثلاثين وحمد الله ثلاثا وثلاثين وقال تمام المائة لااله الا الله وحده لاشريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير غفرت خطاياه وان كانت مثل زبدالبحر[1]	جس نے ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہا، اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ کہا، اور فرمایا سو عدد کو پورا کرنے کیلئے لاالہ الا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کیلئے اور حمد اسی کیلئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، تو اس کے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

۴۔ اور نسائی الکبیر اور طبرانی میں بھی ہے، ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قرأ آية الكرسى عقب كل صلاة لم يمنعه من دخول الجنة الا ان يموت[2]	جس نے ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی تو اسے جنت میں داخل ہونے سے صرف موت ہی روک سکتی ہے۔

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں یعنی اس کے اور جنت میں داخل ہونے

---

[1] صحیح مسلم ج۱، ح رقم ۷۵۹ کتاب المساجد باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ۔ [2] عمل الیوم واللیلۃ للنسائی والطبرانی (۷۵۳۲) واوردہ ابن القیم فی الوابل الصیب ص ۱۴۳۔۱۴۴، والحدیث صحیح بمجموع طرقہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان صرف موت حائل ہوگی۔

تو یہ تمام احادیث ذکر اور دعاء کے درمیان جمع کی گئی ہیں۔

لیکن یہ دعائیں اور اذکار اجتماعی طور پر نہ مانگی جائیں اور نہ اکیلے ہاتھ اٹھاکر۔ بلکہ یہ تمام اذکار اور دعائیں اسی طریقے پر ذکر کی گئی ہیں جیسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کرام کو سکھائی تھیں اور خود اس پر عمل کیا تھا، اور یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اذکار اور دعائیں سب عبادت ہیں ان کو لازمی طور پر اسی طرح پڑھنی چاہیے جیسے صحیح صحیح رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔

دعاء مانگنے کے لازمی آداب اور طریقے

(۱) دعا میں صرف وہی الفاظ دہرانے چاہئیں جو نبی ﷺ سے مذکور ہیں۔

(۲) دعاء کے اوقات کی پابندی: یعنی صرف ان اوقات ہی میں اذکار ودعاء کرنی چاہیے جو نبی ﷺ کی سنت سے ثابت ہیں۔

(۳) دعاء میں ذکر و دعا کی تعداد کا لحاظ رکھنا یعنی جو کلمات اور دعائیں جتنی بار مذکور اور مشروع ہیں اتنی ہی بار دہرانی چاہیے نہ کم نہ زیادہ۔

(۴) دعاء اور ذکر کی کیفیت کی پابندی کرنا یعنی اگر دعا میں بلند آواز، یا پست آواز، یا اکیلئے یا اجتماع کے ساتھ جیسی مشروع ہے ویسے ہی عمل کرنا چاہیے۔

(۵) دعاء کیلئے مشروع حالت کی پابندی کرنا: یعنی ہیئت کا خیال رکھنا جس طریقے سے ذکر و دعا کرنا مشروع ہے یعنی صرف وہی دعائیں مانگنی چاہئیں جو رسول اللہ ﷺ نے مانگی ہیں۔ مشروع اور ممنوع اذکار اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعاؤں کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

اس میں شک نہیں کہ اذکار اور دعائیں افضل عبادات ہیں، اور عبادات کی بنیاد توقیف اور اتباع پر ہے۔ توقیف یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بتائی گئی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی ثابت سنت ہیں، اپنی من مانی اور ایجاد بندہ نہیں ہیں، لہٰذا کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مخصوص قسم کی غیر مسنون دعائیں اور اذکار مقرر کریں اور انہیں کو مقررہ عبادت بنالیں اور ہمیشہ انہیں پر عمل کریں، جیسے پنج وقتہ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، ایسا کرنا دین میں نئی چیزوں کو پیدا کرنا ہے جن باتوں کا اللہ نے حکم نہیں دیا ہے سوائے ان مخصوص دعاؤں کے جسے کوئی خاص آدمی صرف اپنے لئے کسی مخصوص وجہ سے اللہ سے مانگے اور اسے لوگوں نے دین کی سنت نہ بننے دے لیکن غیر شرعی دعاؤں اور اذکار کا اختیار کرنا اور غیر شرعی وظائف بنانا ممنوع ہے۔

اس کے ساتھ اس بات کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ شرعی دعاؤں اور اذکار میں ان کے صحیح مطلوب اور بلند مقاصد کا لحاظ رکھا گیا ہے لہٰذا ان دعاؤں کو چھوڑ کر دوسری بناوٹی دعاؤں اور وظیفوں کو اختیار کرنا کسی جاہل یا دین میں افراط و تفریط کرنے والے شخص ہی کا کام ہے۔

اور نبی ﷺ سے فرض نمازوں کے بعد جو اذکار مذکور ہیں وہ سب معروف اور مشہور ہیں، جیسے وہ دعائیں جو صحیح احادیث اور صحاح ستہ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کتب السنہ اور مسانید وغیرہ میں مذکور ہیں۔

البتہ نماز کے بعد آج کل جو ائمہ اور مقتدیوں کی اکٹھی دعائیں مساجد میں رائج ہیں وہ سب بدعت ہیں نبی ﷺ کے زمانہ مبارک میں موجود نہیں تھیں۔

البتہ آپ کی دعا نماز کے آخر میں ہوا کرتی تھی، کیونکہ مصلی نماز میں اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے، تو جب وہ اپنی مناجات کے وقت ہی اللہ سے دعا کرے تو اس کے لئے بہت مناسب ہوگا، لیکن اگر مصلی اپنی مناجات اور نماز ختم کرنے کے بعد دعا کرے تو غیر مناسب اور بے محل ہوگی۔[1]

وہ غلطیاں جو بعض مصلی مذکورہ دعاؤں اور مستحب وظائف پڑھنے سے پہلے نفل پڑھ کر کرتے ہیں

مسلم نے اپنی صحیح میں اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن عمرؓ بن عطاء[2] بن ابی الخوار، سے روایت کی ہے کہ نافع بن جبیر نے ان کو سائب بن اخت نمر کے پاس بھیجا کہ ان سے اس بات کی بابت پوچھیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو نماز میں کرتے ہوئے دیکھی تھیں، تو سائب نے کہا ہاں میں نے معاویہؓ کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ کی نماز پڑھی تو جب امام نے سلام پھیرا، تو میں نے اپنی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ لی جب معاویہ مقصورہ میں آئے تو مجھے بھیج کر بلوایا، اور کہا، جیسا

---

[1] مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ج ۲۲، ص ۵۱۰/۵۹۵۔ [2] ۲/۶۰۰ کتاب الجمعہ ۷ ب ۱۸ ح ۸۸۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابھی کیا ویسا آئندہ کبھی نہ کرنا۔ جب تم جمعہ پڑھ لو تو کوئی دوسری نماز مت پڑھو جب تک کسی سے بات نہ کر و یا مسجد سے نکل نہ جاؤ، کیونکہ نبی ﷺ نے ہم کو ایسا ہی حکم فرمایا ہے۔

ان لا توصل صلوٰۃ حتی تتکلم او تخرج — ہم ایک نماز کو دوسری نماز سے نہ ملائیں جب تک کہ بات نہ کر لیں یا مسجد سے باہر چلے جائیں

امام نووی نے مسلم کی شرح میں فرمایا [۱] ہمارے اصحاب و مشائخ نے کہا ہے کہ مستحب ہے کہ مقررہ سنتیں فرض کی جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ پڑھی جائیں اور افضل ہے کہ اپنے گھر جا کر پڑھی جائیں یا پھر مسجد کی کسی دوسری جگہ پڑھی جائیں، تاکہ مصلی کے سجدوں کی جگہ زیادہ ہو جائے، اور نفل کی صورت فرض سے الگ ہو جائے، اور آنحضرت ﷺ کا فرمانا "حتی تتکلم" یعنی ہم فرض کے بعد نفل پڑھنے سے پہلے کلام کر لیں اس حکم میں اس بات کی دلیل ہے کہ سنت اور نفل کو فرض سے کلام کے ذریعے الگ کر کے پڑھیں۔ لیکن جگہ بدل دینا زیادہ افضل ہے علامہ ابن القیم الجوزیہ [۲] رحمہ اللہ نے ان کاموں کی ممانعت کے دلائل دیتے ہوئے فرمایا جو حرام کا ذریعہ بنتے ہیں خواہ وہ کام فی نفسہ جائز ہوں۔

پچاسویں دلیل: ابن قیم رحمہ اللہ نے منع فرمایا کہ جمعہ کی نماز

---

[۱] ۱۷۱،۱۷۰/۶ [۲] اعلام الموقعین عن رب العالمین ۱۴۹/۳، ۱۵۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ہی دوسری نماز پڑھ لی جائے جب تک کہ بات نہ کر لی جائے یا مسجد سے باہر نہ چلا جائے، تا کہ یہ نفل فرض کو بدلنے کا ذریعہ نہ بن جائے اور اس میں ایسی چیز بڑھا نہ دی جائے جو اس میں سے نہ ہو، حضرت سائبؓ کی گذری ہوئی حدیث ذکر کی۔

اور انہیں بدعات اور منکرات میں سے امام کو سلام کرنا بھی ہے۔ یعنی فرض نماز کے سلام پھیرنے کے فوراً بعد ہی کوئی شخص اٹھ کر امام اور اپنے بغل والے مصلی سے مصافحہ کرے داہنے اور بائیں دونوں جانب کے مصلیوں سے اور ان کو ذکر اور وظائف پڑھنے کا سلسلہ کاٹ دے، اور یہ دین میں صریح بدعت ہے جس پر کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی ہے۔ فاالله المستعان.

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاتمة الكلام

اور یہ وہ مسائل تھے جن کی اللہ نے مجھے جمع وترتیب کی توفیق عطا فرمائی، اور اس موضوع کے تمام متفرق مباحث کے ساتھ دوسرے بہت سے جدید مسائل کا بھی ذکر کیا، اور ان کے مقاصد کو خوب کھول کر بیان کیا اور اس کے بارے میں علماء کی رائیں جمع کیں، ساتھ ہی ان میں راجح مسلک کو واضح کیا، ساتھ ہی بہت سی تنبیہات اور مفید ملاحظات کو بھی بیان کیا، اور جہالت اور تقلید کی بنا پر کچھ ملکوں کے بعض مصلیوں کی طرف سے کی جانے والی بعض غلطیوں اور بدعات اور منکر باتوں پر خبردار کیا، اور ان کو حق اور صحیح باتوں کی تلقین کی۔

اور آخر میں اللہ کے اسماء حسنٰی اور صفات علیاء کے وسیلے سے دعا مانگتا ہوں کہ رب العالمین ہمارے اس عمل کو اپنی ذات کریم کیلئے خالص بنادے، اور ان کے ذریعے سب کو نفع پہونچائے۔

انه سميع مجيب

المؤلف، د. صالح الغانم السدلان

الاستاذ بكلية الشريعة الرياض

عشرة رمضان المبارك لعام ١٤١٢ھ

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

2

MAKTABA
AL–DARUSSALAFIAH
6/8-HAZRAT TERRACE, SK. HAFIZUDDIN MARG,
BOMBAY - 400 008 (INDIA)
TEL:308 27 37/ 308 89 89, FAX: 306 57 10